کلیاتِ ساحر

ساحر لدھیانوی



کبھی کبھی مرے دل میں خیال آتا ہے

فہرست

گاتا جائے بنجارہ۔ ساحر کے گیت 160

ردِ عمل

چند کلیاں نشاط کی چن کر
مدتوں محوِ یاس رہتا ہوں
تیرا ملنا خوشی کی بات سہی
تجھ سے مل کر اُداس رہتا ہوں

ایک منظر

اُفق کے دریچے سے کرنوں نے جھانکا
فضا تن گئی، راستے مسکرائے

سمٹنے لگی نرم کہرے کی چادر!
جواں شاخساروں نے گھونگھٹ اُٹھائے

پرندوں کی آواز سے کھیت چونکے
پُراسرار لَے میں رہٹ گنگنائے

حسیں شبنم آلود پگڈنڈیوں سے
لپٹنے لگے سبز پیڑوں کے سائے

وہ دور ایک ٹیلے پہ آنچل سا جھلکا
تصور میں لاکھوں دیئے جھلملائے

ایک واقعہ

اندھیاری رات کے آنگن میں یہ صبح کے قدموں کی آہٹ
یہ بھیگی بھیگی سرد ہوا یہ ہلکی ہلکی دھندلاہٹ

گاڑی میں ہوں تنہا محوِ سفر اور نیند نہیں ہے آنکھوں میں
بھولے بسرے ارمانوں کے خوابوں کی زمیں ہے آنکھوں میں

اگلے دن ہاتھ ہلاتے ہیں پچھلی پیتیں یاد آتی ہیں
گم گشتہ خوشیاں آنکھوں میں آنسو بن کر لہراتی ہیں

سینے کے ویراں گوشوں میں اِک ٹیس سی کروٹ لیتی ہے
ناکام اُمنگیں روتی ہیں ، اُمید سہارے دیتی ہے

وہ راہیں ذہن میں گھومتی ہیں جن راہوں سے آج آیا ہوں
کتنی اُمید سے پہنچا تھا، کتنی مایوسی لایا ہوں!

یکسوئی

عہدِ گم گشتہ کی تصویر دکھاتی کیوں ہو؟
ایک آوارۂ منزل کو ستاتی کیوں ہو؟
وہ حسیں عہد جو شرمندۂ ایفا نہ ہوا

اس حسیں عہد کا مفہوم جتاتی کیوں ہو؟
زندگی شعلۂ بے باک بنا لو اپنی!
خود کو خاکسترِ خاموش بناتی کیوں ہو؟
میں تصوف کے مراحل کا نہیں ہوں قائل
میری تصویر پہ تم پھول چڑھاتی کیوں ہو؟
کون کہتا ہے کہ آہیں ہیں مصائب کا علاج
جان کو اپنی عبث روگ لگاتی کیوں ہو؟
ایک سرکش سے محبت کی تمنا رکھ کر!
خود کو آئین کے پھندوں میں پھنساتی کیوں ہو ؟
میں سمجھتا ہوں تقدس کو تمدن کا فریب!
تم رسومات کو ایمان بناتی کیوں ہو؟
جب تمہیں مجھ سے زیادہ ہے زمانے کا خیال
پھر مری یاد میں یوں اشک بہاتی کیوں ہو؟
تم میں ہمت ہے تو دنیا سے بغاوت کر دو
ورنہ ماں باپ جہاں کہتے ہیں شادی کر لو



محبت ترک کی میں نے گریباں سی لیا میں نے
زمانے اب تو خوش ہو زہر یہ بھی پی لیا میں نے

ابھی زندہ ہوں لیکن سوچتا رہتا ہوں خلوت میں
کہ اب تک کس تمنا کے سہارے جی لیا میں نے

انہیں اپنا نہیں سکتا، مگر اتنا بھی کیا کم ہے
کہ کچھ مدت حسیں خوابوں میں کھو کر جی لیا میں نے

بس اب تو دامنِ دل چھوڑ دو بیکار امیدو!
بہت دکھ سہہ لیے میں نے بہت دن جی لیا میں نے

شہکار

مصور! میں ترا شہکار واپس کرنے آیا ہوں

اب ان رنگین رخساروں میں تھوڑی زردیاں بھر دے
حجاب آلود نظروں میں ذرا بے باکیاں بھر دے

لبوں کی بھیگی بھیگی سلوٹوں کو مضمحل کر دے
نمایاں رنگِ پیشانی پہ عکسِ سوزِ دل کر دے

تبسم آفریں چہرے میں کچھ سنجیدہ پن بھر دے
جواں سینے کی مخروطی اُٹھانیں سرنگوں کر دے

گھنے بالوں کو کم کر دے مگر رخشندگی دے دے
نظر سے تمکنت لے کر مذاقِ عاجزی دے دے

مگر ہاں بنچ کے بدلے اسے صوفے پہ بٹھلا دے
یہاں میری بجائے اک چمکتی کار دکھلا دے

نذرِ کالج

لدھیانہ گورنمنٹ کالج ۱۹۴۳ء

اے سرزمینِ پاک کے یارانِ نیک نام
باصد خلوص شاعرِ آوارہ کا سلام
اے وادیٔ جمیل مرے دل کی دھڑکنیں
آداب کہہ رہی ہیں تری بارگاہ میں!
تو آج بھی ہے میرے لیے جنت خیال
ہیں تجھ میں دفن میری جوانی کے چار سال
کملائے ہیں یہاں پہ مری زندگی کے پھول
ان راستوں میں دفن ہیں میری خوشی کے پھول
تیری نوازشوں کو بھلایا نہ جائے گا
ماضی کا نقش دل سے مٹایا نہ جائے گا
تیری نشاط خیز فضائے جواں کی خیر

گلہائے رنگ و بو کے حسیں کارواں کی خیر
دورِ خزاں میں بھی تری کلیاں کھلی رہیں
تا حشر یہ حسین فضائیں بسی رہیں!

ہم ایک خار تھے جو چمن سے نکل گئے
ننگِ وطن تھے حدِ وطن سے نکل گئے

گائے ہیں اس فضا میں وفاؤں کے راگ بھی
نغماتِ آتشیں سے بکھیری ہے آگ بھی!

سرکش بنے ہیں، گیت بغاوت کے گائے ہیں
برسوں نئے نظام کے نقشے بنائے ہیں

نغمہ نشاطِ روح کا گایا ہے بارہا
گیتوں میں آنسوؤں کو چھپایا ہے بارہا!

معصومیوں کے جرم میں بدنام بھی ہوئے
تیرے طفیل موردِ الزام بھی ہوئے

اس سرزمیں پہ آج ہم اک بار ہی سہی
دنیا ہمارے نام سے بیزار ہی سہی

لیکن ہم ان فضاؤں کے پالے ہوئے تو ہیں
گر یاں نہیں تو یاں سے نکالے ہوئے تو ہیں



دیکھا تو تھا یونہی کسی غفلت شعار نے
دیوانہ کر دیا دلِ بے اختیار نے

اے آرزو کے دھندلے خرابو! جواب دو
پھر کس کی یاد آئی تھی مجھ کو پکارنے

تجھ کو خبر نہیں، مگر اِک سادہ لوح کو
برباد کر دیا ترے دو دن کے پیار نے

میں اور تم سے ترکِ محبت کی آرزو
دیوانہ کر دیا ہے غمِ روزگار نے

اب اے دلِ تباہ ترا کیا خیال ہے
ہم تو چلے تھے کاکلِ گیتی سنوارنے

معذوری

خلوت و جلوت میں تم مجھ سے ملی ہو بارہا
تم نے کیا دیکھا نہیں، میں مسکرا سکتا نہیں

میں کہ مایوسی مری فطرت میں داخل ہو چکی
جبر بھی خود پر کروں تو گنگنا سکتا نہیں

مجھ میں کیا دیکھا کہ تم اُلفت کا دم بھرنے لگیں
میں تو خود اپنے بھی کوئی کام آ سکتا نہیں

روح افزا ہیں جنونِ عشق کے نغمے مگر
اب میں ان گائے ہوئے گیتوں کو گا سکتا نہیں

میں نے دیکھا ہے شکستِ سازِ الفت کا سماں
اب کسی تحریک پر بربط اُٹھا سکتا نہیں

دل تمہاری شدتِ احساس سے واقف تو ہے
اپنے احساسات سے دامن چھڑا سکتا نہیں

تم مری ہو کر بھی بیگانہ ہی پاؤ گی مجھے
میں تمہارا ہو کے بھی تم میں سما سکتا نہیں

گائے ہیں میں نے خلوص دل سے بھی الفت کے گیت
اب ریاکاری سے بھی چاہوں تو گا سکتا نہیں

کس طرح تم کو بنا لوں میں شریکِ زندگی
میں تو اپنی زندگی کا بار اُٹھا سکتا نہیں

یاس کی تاریکیوں میں ڈوب جانے دو مجھے
اب میں شمعِ آرزو کی لو بڑھا سکتا نہیں



پھر نہ کیجئے مری گستاخ نگاہی کا گلہ
دیکھئے آپ نے پھر پیار سے دیکھا مجھ کو

خانہ آبادی

ایک دوست کی شادی پر

ترانے گونج اٹھے ہیں فضا میں شادیانوں کے
ہوا ہے عطر آگیں ذرہ ذرہ مسکراتا ہے

مگر دور ایک افسردہ مکاں میں سرد بستر پر
کوئی دل ہے کہ ہر آہٹ پہ یوں ہی چونک جاتا ہے

مری آنکھوں میں آنسو آ گئے نادیدہ آنکھوں کے
مرے دل میں کوئی غمگین نغمہ سرسراتا ہے

یہ رسمِ انقطاعِ عہدِ اُلفت، یہ حیاتِ نو
محبت رو رہی ہے اور تمدن مسکراتا ہے

یہ شادی خانہ آبادی ہو میرے محترم بھائی
مبارک کہہ نہیں سکتا مرا دل کانپ جاتا ہے

سرزمین یاس

جینے سے دل بیزار ہے
ہر سانس اِک آزار ہے
کتنی حزیں ہے زندگی
اندوہگیں ہے زندگی
وہ بزمِ احبابِ وطن
وہ ہم نوایانِ سخن
آتے ہیں جس دم یاد اب
کرتے ہیں دل ناشاد اب
گزری ہوئی رنگینیاں
کھوئی ہوئی دلچسپیاں
پہروں رُلاتی ہیں مجھے
اکثر ستاتی ہیں مجھے
وہ زمزمے وہ چہچہے
وہ روح افزا قہقہے
جب دل کو موت آئی نہ تھی

یوں بے حسی چھائی نہ تھی
کالج کی رنگیں وادیاں
وہ دل نشیں آبادیاں
وہ نازنینانِ وطن
زہرہ جبینانِ وطن
جن میں سے اک رنگین قبا
آتش نفس، آتش نوا
کر کے محبت آشنا
رنگِ عقیدت آشنا
میرے دلِ ناکام کو
خوں گشتۂ آلام کو
داغِ جدائی دے گئی
ساری خدائی لے گئی
ان ساعتوں کی یاد میں
ان راحتوں کی یاد میں
مغموم سا رہتا ہوں میں
غم کی کسک سہتا ہوں میں
سنتا ہوں جب احباب سے
قصے غمِ ایام کے

بیتاب ہو جاتا ہوں میں
آہوں میں کھو جاتا ہوں میں
پھر وہ عزیز و اقربا
جو توڑ کر عہدِ وفا
احباب سے منہ موڑ کر
دنیا سے رشتہ توڑ کر
حدِ اُفق سے اُس طرف
رنگِ شفق سے اُس طرف
اک وادیِ خاموش کی
اک عالمِ بے ہوش کی
گہرائیوں میں سو گئے
تاریکیوں میں کھو گئے
ان کا تصور ناگہاں
لیتا ہے دل میں چٹکیاں
اور خوں رلاتا ہے مجھے
بے کل بناتا ہے مجھے
وہ گاؤں کی ہمجولیاں
مفلوک دہقاں زادیاں
جو دستِ فرطِ یاس سے

اور یورشِ افلاس سے
عصمت لٹا کر رہ گئیں
خود کو گنوا کر رہ گئیں
غمگیں جوانی بن گئیں
رسوا کہانی بن گئیں
ان سے کبھی گلیوں میں اب
ہوتا ہوں میں دو چار جب
نظریں جھکا لیتا ہوں میں
خود کو چھپا لیتا ہوں میں
کتنی حزیں ہے زندگی
اندوہگیں ہے زندگی



خود داریوں کے خون کو ارزاں نہ کر سکے
ہم اپنے جوہروں کو نمایاں نہ کر سکے

ہو کر خراب مے ترے غم تو بھلا دیئے
لیکن غمِ حیات کا درماں نہ کر سکے

ٹوٹا طلسمِ عہدِ محبت کچھ اس طرح
پھر آرزو کی شمع فروزاں نہ کر سکے

ہر شے قریب آ کے کشش اپنی کھو گئی
وہ بھی علاجِ شوقِ گریزاں نہ کر سکے

کس درجہ دل شکن تھے محبت کے حادثے
ہم زندگی میں پھر کوئی ارماں نہ کر سکے

مایوسیوں نے چھین لیے دل کے ولولے
وہ بھی نشاطِ روح کا ساماں نہ کر سکے

شکست

اپنے سینے سے لگائے ہوئے اُمید کی لاش
مدتوں زیست کو ناشاد کیا ہے میں نے
تو نے تو ایک ہی صدمے سے کیا تھا دوچار
دل کو ہر طرح سے برباد کیا ہے میں نے
جب بھی راہوں میں نظر آئے حریری ملبوس
سرد آہوں میں تجھے یاد کیا ہے میں نے

اور اب جب کہ مری روح کی پہنائی میں
ایک سنسان سی مغموم گھٹا چھائی ہے
تو دمکتے ہوئے عارض کی شعائیں لے کر
گل شدہ شمعیں جلانے کو چلی آئی ہے

میری محبوب، یہ ہنگامۂ تجدید وفا
میری افسردہ جوانی کے لیے راس نہیں
میں نے جو پھول چنے تھے ترے قدموں کے لیے
ان کا دھندلا سا تصور بھی مرے پاس نہیں

ایک یخ بستہ اداسی ہے دل و جاں پہ محیط
اب مری روح میں باقی ہے نہ اُمید نہ جوش
رہ گیا دب کے گراں بار سلاسل کے تلے
میری درماندہ جوانی کی اُمنگوں کا خروش

ریگ زاروں میں بگولوں کے سوا کچھ بھی نہیں
سایۂ ابرِ گریزاں سے مجھے کیا لینا
بجھ چکے ہیں میرے سینے میں محبت کے کنول
اب ترے حسنِ پشیماں سے مجھے کیا لینا

تیرے عارض پہ یہ ڈھلکے ہوئے سیمیں آنسو
میری افسردگیِ غم کا مداوا تو نہیں
تیری محبوب نگاہوں کا پیامِ تجدید
اک تلافی ہی سہی ...... میری تمنا تو نہیں



تنگ آ چکے ہیں کشمکشِ زندگی سے ہم
ٹھکرا نہ دیں جہاں کو کہیں بے دلی سے ہم

مایوسیِ مآلِ محبت نہ پوچھئے
اپنوں سے پیش آئے ہیں بیگانگی سے ہم

لو آج ہم نے توڑ دیا ، رشتۂ امید
لو اب کبھی گلہ نہ کریں گے کسی سے ہم

ابھریں گے ایک بار ابھی دل کے ولولے
گو دب گئے ہیں بارِ غمِ زندگی سے ہم

گر زندگی میں مل گئے پھر اتفاق سے
پوچھیں گے اپنا حال تری بے بسی سے ہم

اللہ رے فریبِ مشیّت کہ آج تک
دنیا کے ظلم سہتے رہے خامشی سے ہم

کسی کو اداس دیکھ کر

تمہیں اداس سا پاتا ہوں میں کئی دن سے
نہ جانے کون سے صدمے اٹھا رہی ہو تم
وہ شوخیاں وہ تبسم وہ قہقہے نہ رہے
ہر ایک چیز کو حسرت سے دیکھتی ہو تم
چھپا چھپا کے خموشی میں اپنی بے چینی

خود اپنے راز کی تشہیر بن گئی ہو تم
مری امید اگر مٹ گئی ، تو مٹنے دو
امید کیا ہے بس اک پیش و پس ہے کچھ بھی نہیں
میری حیات کی غمگینیوں کا غم نہ کرو
غمِ حیات غمِ یک نفس ہے کچھ بھی نہیں
تم اپنے حسن کی رعنائیوں پہ رحم کرو
وفا فریب ہے ، طولِ ہوس ہے کچھ بھی نہیں
مجھے تمہارے تغافل سے کیوں شکایت ہو؟
مری فنا میرے احساس کا تقاضا ہے
میں جانتا ہوں کہ دنیا کا خوف ہے تم کو
مجھے خبر ہے یہ دنیا عجیب دنیا ہے
یہاں حیات کے پردے میں موت پلتی ہے
شکست ساز کی آواز روحِ نغمہ ہے
مجھے تمہاری جدائی کا کوئی رنج نہیں
مرے خیال کی دنیا میں میرے پاس ہو تم
یہ تم نے ٹھیک کہا ہے تمہیں ملا نہ کروں
مگر مجھے یہ بتا دو کہ کیوں اداس ہو تم
خفا نہ ہونا مری جرأتِ تخاطب پر؟
تمہیں خبر ہے مری زندگی کی آس ہو تم

مرا تو کچھ بھی نہیں ہے میں رو کے جی لوں گا
مگر خدا کے لیے تم اسیرِ غم نہ رہو
ہوا ہی کیا جو زمانے نے تم کو چھین لیا
یہاں پہ کون ہوا ہے کسی کا ، سوچو تو
مجھے قسم ہے مری دکھ بھری جوانی کی
میں خوش ہوں میری محبت کے پھول ٹھکرا دو

میں اپنی روح کی ہر اک خوشی مٹا لوں گا
مگر تمہاری مسرت مٹا نہیں سکتا
میں خود کو موت کے ہاتھوں میں سونپ سکتا ہوں
مگر یہ بارِ مصائب اٹھا نہیں سکتا
تمہارے غم کے سوا اور بھی تو غم ہیں مجھے
نجات جن سے میں اک لحظہ پا نہیں سکتا

یہ اونچے اونچے مکانوں کی ڈیوڑھیوں کے تلے
ہر ایک گام پہ بھوکے بھکاریوں کی صدا
ہر ایک گھر میں ہے افلاس اور بھوک کا شور
ہر ایک سمت یہ انسانیت کی آہ و بکا
یہ کارخانوں میں لوہے کا شوروغل جس میں
ہے دفن لاکھوں غریبوں کی روح کا نغمہ

یہ شاہراہوں پہ رنگین ساڑھیوں کی جھلک

یہ جھونپڑوں میں غریبوں کے بے کفن لاشے
یہ مال روڈ پہ کاروں کی ریل پیل کا شور
یہ پٹڑیوں پہ غریبوں کے زرد رو بچے

گلی گلی میں یہ بکتے ہوئے جواں چہرے
حسین آنکھوں میں افسردگی سی چھائی ہوئی
یہ جنگ اور یہ میرے وطن کے شوخ جواں
خریدی جاتی ہیں اُٹھتی جوانیاں جن کی
یہ بات بات پہ قانون و ضابطے کی گرفت
یہ ذلتیں ، یہ غلامی یہ دورِ مجبوری

یہ غم بہت ہیں مری زندگی مٹانے کو
اداس رہ کے مرے دل کو اور رنج نہ دو



ہوس نصیب نظر کو کہیں قرار نہیں
میں منتظر ہوں مگر تیرا انتظار نہیں

ہمی سے رنگِ گلستاں، ہمی سے رنگِ بہار
ہمی کو نظمِ گلستاں پہ اختیار نہیں

ابھی نہ چھیڑ محبت کے گیت اے مُطرِب

ابھی حیات کا ماحول خوشگوار نہیں

تمہارے عہد وفا کو میں عہد کیا سمجھوں
مجھے خود اپنی محبت پہ اعتبار نہیں

نہ جانے کتنے گِلے اس میں مضطرب ہیں ندیم
وہ ایک دل جو کسی کا گِلہ گزار نہیں

گریز کا نہیں قائل حیات سے لیکن
جو سچ کہوں کہ مجھے موت ناگوار نہیں

یہ کس مقام پہ پہنچا دیا زمانے نے
کہ اب حیات پہ تیرا بھی اختیار نہیں

میرے گیت

مرے سرکش ترانے سن کے دنیا یہ سمجھتی ہے
کہ شاید میرے دل کو عشق کے نغموں سے نفرت ہے
مجھے ہنگامۂ جنگ و جدل میں کیف ملتا ہے
مری فطرت کو خوں ریزی کے افسانے سے رغبت ہے
مری دنیا میں کچھ وقعت نہیں ہے رقص و نغمہ کی
مرا محبوب نغمہ شورِ آہنگِ بغاوت ہے

مگر اے کاش دیکھیں وہ مری پُرسوز راتوں کو
میں جب تاروں پہ نظریں گاڑ کر آنسو بہاتا ہوں
تصور بن کے بھولی وارداتیں یاد آتی ہیں
تو سوز و درد کی شدت سے پہروں تلملاتا ہوں
کوئی خوابوں میں خوابیدہ اُمنگوں کو جگاتی ہے
تو اپنی زندگی کو موت کے پہلو میں پاتا ہوں

میں شاعر ہوں مجھے فطرت کے نظاروں سے اُلفت ہے
مرا دل دشمنِ نغمہ سرائی ہو نہیں سکتا
مجھے انسانیت کا درد بھی بخشا ہے قدرت نے
مرا مقصد فقط شعلہ نوائی ہو نہیں سکتا
جواں ہوں میں جوانی لغزشوں کا ایک طوفاں ہے
مری باتوں میں رنگِ پارسائی ہو نہیں سکتا

مرے سرکش ترانوں کی حقیقت ہے تو اتنی ہے
کہ جب میں دیکھتا ہوں بھوک کے مارے کسانوں کو
غریبوں مفلسوں کو، بے کسوں کو، بے سہاروں کو
سسکتی نازنینوں کو ، تڑپتے نوجوانوں کو
حکومت کے تشدد کو امارت کے تکبر کو
کسی کے چیتھڑوں کو اور شہنشاہی خزانوں کو
تو دل تابِ نشاطِ بزمِ عشرت لا نہیں سکتا

میں چاہوں بھی تو خواب آور ترانے گا نہیں سکتا

اشعار

ہر چند مری قوتِ گفتار ہے محبوس
خاموش مگر طبعِ خود آرا نہیں ہوتی

معمورۂ احساس میں ہے حشر سا برپا
انسان کی تذلیل گوارا نہیں ہوتی

نالاں ہوں میں بیداریِ احساس کے ہاتھوں
دنیا مرے افکار کی دنیا نہیں ہوتی

بیگانہ صفت جادۂ منزل سے گزر جا
ہر چیز سزا وارِ نظارہ نہیں ہوتی

فطرت کی مشیّت بھی بڑی چیز ہے لیکن
فطرت کبھی بے بس کا سہارا نہیں ہوتی

سوچتا ہوں

سوچتا ہوں کہ محبت سے کنارا کر لوں
دل کو بیگانۂ ترغیب و تمنا کر لوں

سوچتا ہوں کہ محبت ہے جنونِ رسوا
چند بے کار سے بے ہودہ خیالوں کا ہجوم
ایک آزاد کو پابند بنانے کی ہوس
ایک بیگانے کو اپنانے کی سعیِ موہوم

سوچتا ہوں کہ محبت ہے سرور و مستی
اس کی تنویر سے روشن ہے فضائے ہستی

سوچتا ہوں کہ محبت ہے بشر کی فطرت
اس کا مٹ جانا مٹا دینا بہت مشکل ہے

سوچتا ہوں کہ محبت سے ہے تابندہ حیات
اور یہ شمع بجھا دینا بہت مشکل ہے

سوچتا ہوں کہ محبت پہ کڑی شرطیں ہیں
اس تمدن میں مسرت پہ بڑی شرطیں ہیں

سوچتا ہوں کہ محبت ہے اِک افسردہ سی لاش
چادرِ عزت و ناموس میں کفنائی ہوئی
دورِ سرمایہ کی روندی ہوئی رسوا ہستی
درگہِ مذہب و اخلاق سے ٹھکرائی ہوئی

سوچتا ہوں کہ بشر اور محبت کا جنوں
ایسے بوسیدہ تمدن میں ہے اک کارِ زبوں

سوچتا ہوں کہ محبت نہ بچے گی زندہ
پیش از وقت کہ سڑ جائے یہ گلتی ہوئی لاش

یہی بہتر ہے کہ بیگانۂ الفت ہو کر
اپنے سینے میں کروں جذبۂ نفرت کی تلاش
سوچتا ہوں کہ محبت سے کنارا کر لوں
دل کو بیگانۂ ترغیب و تمنا کر لوں

ناکامی

میں نے ہر چند غمِ عشق کو کھونا چاہا
غمِ اُلفت غمِ دنیا میں سمونا چاہا
وہی افسانے مری سمت رواں ہیں اب تک
وہی شعلے میرے سینے میں نہاں ہیں اب تک
وہی بے سود خلش ہے میرے سینے میں ہنوز
وہی بیکار تمنائیں جواں ہیں اب تک
وہی گیسو مری راتوں پہ ہیں بکھرے بکھرے
وہی آنکھیں مری جانب نگراں ہیں اب تک
کثرتِ غم بھی مرے غم کا مداوا نہ ہوئی!
میرے بے چین خیالوں کو سکوں مل نہ سکا
دل نے دنیا کے ہر اِک درد کو اپنا تو لیا
مضمحل روح کو اندازِ جنوں مل نہ سکا
میری تخیل کا شیرازۂ برہم ہے وہی

میرے بجھتے ہوئے احساس کا عالم ہے وہی
وہی بے جان ارادے وہی بے رنگ سوال
وہی بے روح کشاکش وہی بے چین خیال
آہ اس کشمکشِ صبح و مسا کا انجام
میں بھی ناکام مری سعیِ عمل بھی ناکام

مجھے سوچنے دے

میری ناکام محبت کی کہانی مت چھیڑ
اپنی مایوس اُمنگوں کا فسانہ نہ سنا
زندگی تلخ سہی، زہر سہی، سَم ہی سہی
درد و آزار سہی، جبر سہی، غم ہی سہی
لیکن اس درد و غم و جبر کی وسعت کو تو دیکھ
ظلم کی چھاؤں میں دم توڑتی خلقت کو تو دیکھ
اپنی مایوس اُمنگوں کا فسانہ نہ سنا
میری ناکام محبت کی کہانی مت چھیڑ
جلسہ گاہوں میں یہ دہشت زدہ سہمے انبوہ
رہ گزاروں پہ فلاکت زدہ لوگوں کے گروہ
بھوک اور پیاس سے پژمردہ سیہ فام زمیں
تیرہ و تار مکاں، مفلس و بیمار مکیں

نوع انساں میں یہ سرمایہ و محنت کا تضاد
امن و تہذیب کے پرچم تلے قوموں کا فساد
ہر طرف آتش و آہن کا یہ سیلابِ عظیم
نت نئے طرز پہ ہوتی ہوئی دنیا تقسیم

لہلہاتے ہوئے کھیتوں پہ جوانی کا سماں
اور دہقان کے چھپر میں نہ بتی نہ دھواں
یہ فلک بوس ملیں ، دلکش و سیمیں بازار
یہ غلاظت پہ جھپٹتے ہوئے بھوکے نادار
دور ساحل پہ وہ شفاف مکانوں کی قطار
سرسراتے ہوئے پردوں میں سمٹتے گلزار
در و دیوار پہ انوار کا سیلابِ رواں
جیسے اِک شاعرِ مدہوش کے خوابوں کا جہاں
یہ سبھی کیوں ہے یہ کیا ہے مجھے کچھ سوچنے دے
کون انساں کا خدا ہے مجھے کچھ سوچنے دے

اپنی مایوس اُمنگوں کا فسانہ نہ سنا
میری ناکام محبت کی کہانی مت چھیڑ

اشعار

عقائد وہم ہیں ، مذہب خیالِ خام ہے ساقی
ازل سے ذہنِ انساں بستۂ اوہام ہے ساقی
حقیقت آشنائی اصل میں گم کردہ راہی ہے

عروسِ آگہی پروردۂ ابہام ہے ساقی
مبارک ہو ضعیفی کو خرد کی فلسفہ دانی؟
جوانی بے نیازِ عبرتِ انجام ہے ساقی

ہوس ہو گی اسیرِ حلقۂ نیک و بدِ عالم
محبت ماورائے فکرِ ننگ و نام ہے ساقی
ابھی تک راستے کے پیچ و خم سے دل دھڑکتا ہے
مرا ذوقِ طلب شاید ابھی تک خام ہے ساقی
وہاں بھیجا گیا ہوں چاک کرنے پردۂ شب کو
جہاں ہر صبح کے دامن پہ عکسِ شام ہے ساقی
مرے ساغر میں مے ہے اور ترے ہاتھوں میں بربط
ہے
وطن کی سرزمیں میں بھوک سے کہرام ہے ساقی
زمانہ برسرِ پیکار ہے پُرہول شعلوں سے
ترے لب پر ابھی تک نغمۂ خیام ہے ساقی

صبحِ نوروز

پھوٹ پڑیں مشرق سے کرنیں
حال بنا ماضی کا فسانہ
گونجا مستقبل کا ترانہ

بھیجے ہیں احباب نے تحفے
اَٹے پڑے ہیں میز کے کونے
دلہن بنی ہوئی ہیں راہیں
جشن مناؤ سالِ نو کے

نکلی ہے بنگلے کے در سے
اِک مفلس دہقان کی بیٹی
افسردہ مرجھائی ہوئی سی
جسم کے دکھتے جوڑ دباتی
آنچل سے سینے کو چھپاتی
مٹھی میں اِک نوٹ دبائے
جشن مناؤ سالِ نو کے

بھوکے ، زرد ، گداگر بچے
کار کے پیچھے بھاگ رہے ہیں
وقت سے پہلے جاگ اٹھے ہیں
پیپ بھری آنکھیں سہلاتے
سر کے پھوڑوں کو کھجلاتے
وہ دیکھو کچھ اور بھی نکلے
جشن مناؤ سالِ نو کے

گریز

مرا جنونِ وفا ہے زوال آمادہ
شکست ہو گیا تیرا فسونِ زیبائی
ان آرزوؤں پہ چھائی ہے گردِ مایوسی
جنہوں نے تیرے تبسم میں پرورش پائی
فریبِ شوق کے رنگین طلسم ٹوٹ گئے
حقیقتوں نے حوادث سے پھر جلا پائی
سکون وخواب کے پردے سرکتے جاتے ہیں
دماغ و دل میں وحشت کی کار فرمائی
وہ تارے جن میں محبت کا نور تاباں تھا
وہ تارے ڈوب گئے لے کے رنگ و رعنائی
سلا گئی تھیں جنہیں تیری ملتفت نظریں
وہ درد جاگ اٹھے پھر سے لے کے انگڑائی
عجیب عالمِ افسردگی ہے رو بہ فروغ
نہ اب نظر کو تقاضا نہ دل تمنائی
تری نظر، ترے گیسو، تری جبیں، ترے لب
مری اُداس طبیعت ہے سب سے اکتائی
میں زندگی کے حقائق سے بھاگ آیا تھا
کہ مجھ کو خود میں چھپا لے تری فسوں زائی
مگر یہاں بھی تعاقب کیا حقائق نے

یہاں بھی مل نہ سکی جنت شکیبائی
ہر ایک ہاتھ میں لے کر ہزار آئینے
حیات بند دریچوں سے بھی گزر آئی
مرے ہر ایک طرف ایک شور گونج اُٹھا
اور اس میں ڈوب گئی عشرتوں کی شہنائی
کہاں تلک کوئی زندہ حقیقتوں سے بچے
کہاں تلک کرے چھپ چھپ کے نغمہ پیرائی
وہ دیکھ سامنے کے پرشکوہ ایواں سے
کسی کرائے کی لڑکی کی چیخ ٹکرائی
وہ پھر سماج نے دو پیار کرنے والوں کو
سزا کے طور پہ بخشی طویل تنہائی
پھر ایک تیرہ و تاریک جھونپڑی کے تلے
سسکتے بچے پہ بیوہ کی آنکھ بھر آئی
وہ پھر بکی کسی مجبور کی جواں بیٹی!
وہ پھر جھکا کسی در پر غرور برنائی
وہ پھر کسانوں کے مجمع پہ گن مشینوں سے
حقوق یافتہ طبقے نے آگ برسائی
سکوتِ حلقۂ زنداں سے ایک گونج اٹھی
اور اس کے ساتھ مرے ساتھیوں کی یاد آئی
نہیں نہیں مجھے یوں ملتفت نظر سے نہ دیکھ
نہیں نہیں مجھے اب تابِ نغمہ پیرائی

مرا جنونِ وفا ہے زوال آمادہ
شکست ہو گیا تیرا فسونِ زیبائی

کچھ باتیں

دیس کے اِدبار کی باتیں کریں
اجنبی سرکار کی باتیں کریں

اگلی دنیا کے فسانے چھوڑ کر
اسی جہنم زار کی باتیں کریں

ہو چکے اوصاف پردے کے بیاں
شاہدِ بازار کی باتیں کریں



دہر کے حالات کی باتیں کریں
اس مسلسل رات کی باتیں کریں

من و سلویٰ کا زمانہ جا چکا
بھوک اور آفات کی باتیں کریں

آؤ پرکھیں دین کے اوہام کو
علمِ موجودات کی باتیں کریں



جابر و مجبور کی باتیں کریں
اس کہن دستور کی باتیں کریں

تاجِ شاہی کے قصیدے ہو چکے
فاقہ کش جمہور کی باتیں کریں

گرنے والے قصر کی توصیف کیا
تیشۂ مزدور کی باتیں کریں

چکلے

یہ کوچے یہ نیلام گھر دلکشی کے
یہ لٹتے ہوئے کارواں زندگی کے
کہاں ہیں کہاں ہیں محافظ خودی کے
ثنا خوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں؟

یہ پُر پیچ گلیاں یہ بے خواب بازار
یہ گمنام راہی یہ سکّوں کی جھنکار
یہ عصمت کے سودے یہ سودوں پہ تکرار
ثنا خوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں؟

تعفن سے پُرنیم روشن یہ گلیاں
یہ مسلی ہوئی ادھ کھلی زرد کلیاں
یہ بکتی ہوئی کھوکھلی رنگ رلیاں
ثنا خوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں؟

وہ اُجلے دریچوں میں پائل کی چھن چھن
تنفس کی الجھن پہ طبلے کی دھن دھن
یہ بے روح کمروں میں کھانسی کی ٹھن ٹھن
ثنا خوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں؟

یہ گونجتے ہوئے قہقہے راستوں پر
یہ چاروں طرف بھیڑ سی کھڑکیوں پر
یہ آوازے کھنچتے ہوئے آنچلوں پر
ثنا خوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں؟

یہ پھولوں کے گجرے یہ پیکوں کے چھینٹے
یہ بے باک نظریں یہ گستاخ فقرے
یہ ڈھلکے بدن اور یہ مدقوق چہرے
ثنا خوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں؟

یہ بھوکی نگاہیں حسینوں کی جانب
یہ بڑھتے ہوئے ہاتھ سینوں کی جانب
لپکتے ہوئے پاؤں زینوں کی جانب

ثنا خوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں؟

یہاں پیر بھی آ چکے ہیں جواں بھی
تنومند بیٹے بھی ، ابا میاں بھی
یہ بیوی بھی ہے اور بہن بھی ہے ماں بھی
ثنا خوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں؟

مدد چاہتی ہے یہ حوا کی بیٹی
یشودھا کی ہم جنس رادھا کی بیٹی
پیمبر کی اُمت ، زلیخا کی بیٹی
ثنا خوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں؟

بلاؤ خدایان دیں کو بلاؤ
یہ کوچے ، یہ گلیاں ، یہ منظر دکھاؤ
ثنا خوانِ تقدیسِ مشرق کو لاؤ
ثنا خوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں؟

طرحِ نو

سعیِ بقائے شوکتِ اسکندری کی خیر
ماحولِ خشت بار میں شیشہ گری کی خیر

بیزار ہے کنشت و کلیسا سے اک جہاں
سوداگرانِ دین کی سوداگری کی خیر

فاقہ کشوں کے خون میں ہے جوشِ انتقام
سرمایہ کے فریبِ جہاں پروری کی خیر

طبقاتِ مبتذل میں ہے تنظیم کی نمود
شاہنشہوں کے ضابطۂ خود سری کی خیر

احساس بڑھ رہا ہے حقوقِ حیات کا
پیدائشی حقوقِ ستم پروری کی خیر

ابلیس خندہ زن ہے مذاہب کی لاش پر
پیغمبرانِ دہر کی پیغمبری کی خیر

صحنِ جہاں مین رقص کناں ہیں تباہیاں
آقائے ہست و بود کی صنعت گری کی خیر

شعلے لپک رہے ہیں جہنم کی گود سے
باغِ جناں میں جلوۂ حور و پری کی خیر

انسان الٹ رہا ہے رُخِ زیست سے نقاب
مذہب کے اہتمامِ فسوں پروری کی خیر

الحاد کر رہا ہے مرتب جہانِ نو
دیر و حرم کے حیلۂ غارت گری کی خیر

تاج محل

تاج تیرے لیے اِک مظہرِ اُلفت ہی سہی
تجھ کو اس وادیِ رنگیں سے عقیدت ہی سہی

میری محبوب کہیں اور ملا کر مجھ سے
بزم شاہی میں غریبوں کا گزر کیا معنی؟
ثبت جس راہ میں ہوں سطوتِ شاہی کے نشاں
اس پہ اُلفت بھری روحوں کا سفر کیا معنی؟

میری محبوب پس پردۂ تشہیرِ وفا
تو نے سطوت کے نشانوں کو تو دیکھا ہوتا
مردہ شاہوں کے مقابر سے بہلنے والی
اپنے تاریک مکانوں کو تو دیکھا ہوتا

ان گنت لوگوں نے دنیا میں محبت کی ہے
کون کہتا ہے کہ صادق نہ تھے جذبے ان کے
لیکن ان کے لیے تشہیر کا سامان نہیں
کیونکہ وہ لوگ بھی اپنی ہی طرح مفلس تھے

یہ عمارات و مقابر یہ فصلیں یہ حصار
مطلق الحکم شہنشاہوں کی عظمت کے ستوں
سینۂ دہر کے ناسور ہیں کہنہ ناسور

جذب ہے ان میں ترے اور مرے اجداد کا خوں
میری محبوب! انہیں بھی تو محبت ہو گی!
جن کی صناعی نے بخشی ہے اسے شکلِ جمیل
ان کے پیاروں کے مقابر رہے بے نام و نمود
آج تک ان پہ جلائی نہ کسی نے قندیل

یہ چمن زار یہ جمنا کا کنارہ یہ محل
یہ منقش در و دیوار یہ محراب یہ طاق
اک شہنشاہ نے دولت کا سہارا لے کر
ہم غریبوں کی محبت کا اڑایا ہے مذاق
میری محبوب! کہیں اور ملا کر مجھ سے

لمحۂ غنیمت

مسکرا اے زمینِ تیرہ و تار
سر اُٹھا اے دبی ہوئی مخلوق
دیکھ وہ مغربی اُفق کے قریب
آندھیاں پیچ و تاب کھانے لگیں
اور پرانے قمار خانے میں
کہنہ شاطر بہم اُلجھنے لگے
کوئی تیری طرف نہیں نگراں

یہ گراں بار ، سرد زنجیریں
زنگ خوردہ ہیں ، آہنی ہی سہی
آج موقع ہے ، ٹوٹ سکتی ہیں
فرصتِ یک نفس غنیمت جان
سر اُٹھا ، اے دبی ہوئی مخلوق

طلوعِ اشتراکیت

جشن بپا ہے کٹیاؤں میں ، اونچے ایواں کانپ رہے ہیں
مزدوروں کے بگڑے تیور دیکھ کے سلطاں کانپ رہے ہیں
جاگے ہیں افلاس کے مارے ، اُٹھے ہیں بے بس دُکھیارے
سینوں میں طوفاں کا تلاطم، آنکھوں میں بجلی کے شرارے
چوک چوک پر گلی گلی میں سرخ پھریرے لہراتے ہیں
مظلوموں کے باغی لشکر سیلِ صفت اُمڈے آتے ہیں
شاہی درباروں کے در سے فوجی پہرے ختم ہوئے ہیں
ذاتی جاگیروں کے حق اور مہمل دعوے ختم ہوئے ہیں
شور مچا ہے بازاروں میں ، ٹوٹ گئے در زندانوں کے
واپس مانگ رہی ہے دنیا غصب شدہ حق انسانوں کے
رسوا بازاری خاتونیں حقِ نسائی مانگ رہی ہیں
صدیوں کی خاموش زبانیں سحرِ نوائی مانگ رہی ہیں

روندی کچلی آوازوں کے شور سے دھرتی گونج اُٹھی ہے
دنیا کے انیائے نگر میں حق کی پہلی گونج اُٹھی ہے
جمع ہوئے ہیں چوراہوں پر آ کر بھوکے اور گداگر
ایک لپکتی آندھی بن کر ایک بھبکتا شعلہ ہو کر
کاندھوں پر سنگین کدالیں ہونٹوں پر بے باک ترانے
دہقانوں کے دل نکلے ہیں اپنی بگڑی آپ بنانے
آج پرانی تدبیروں سے آگ کے شعلے تھم نہ سکیں گے
اُبھرے جذبے دب نہ سکیں گے اُکھڑے پرچم جم نہ سکیں گے
راج محل کے دربانوں سے یہ سرکش طوفاں نہ رُکے گا
چند کرائے کے تنکوں سے سیل بے پایاں نہ رُکے گا
کانپ رہے ہیں ظالم سلطاں ٹوٹ گئے دل جباروں کے
بھاگ رہے ہیں ظلِ الٰہی منہ اُترے ہیں غداروں کے
ایک نیا سورج چمکا ہے ، ایک انوکھی ضوباری ہے
ختم ہوئی افراد کی شاہی ، اب جمہور کی سالاری ہے

اجنبی محافظ

اجنبی دیس کے مضبوط گرانڈیل جواں
اونچے ہوٹل کے درِخاص پہ استادہ ہیں
اور نیچے مرے مجبور وطن کی گلیاں

جن میں آوارہ پھرا کرتے ہیں بھوکوں کے ہجوم
زرد چہروں پہ نقاہت کی نمود
خون میں سینکڑوں سالوں کی غلامی کا جمود
علم کے نور سے عاری ...... محروم
فلکِ ہند کے افسردہ ...... نجوم
جن کی تخیل کے پر
چھو نہیں سکتے ہیں اس اونچی پہاڑی کا سرا
جس پہ ہوٹل کے دریچوں میں کھڑے ہیں تن کر
اجنبی دیس کے مضبوط گرانڈیل جواں
منہ میں سگریٹ لیے ہاتھوں میں برانڈی کا گلاس
جیب میں نقرئی سکوں کی کھنک
بھوکے دہقانوں کے ماتھے کا عرق
رات کو جس کے عوض بکتا ہے
کسی افلاس کی ماری کا تقدس ...... یعنی
کسی دوشیزۂ مجبور کی عصمت کا غرور
محفلِ عیش کے گونجے ہوئے ایوانوں میں
اونچے ہوٹل کے شبستانوں میں
قہقہے مارتے ہنستے ہوئے استادہ ہیں
اجنبی دیس کے مضبوط گرانڈیل جواں

اسی ہوٹل کے قریب
بھوکے مجبور غلاموں کے گروہ
ٹکٹکی باندھ کے تکتے ہوئے اوپر کی طرف
منتظر بیٹھے ہیں اس ساعت نایاب کے جب
بوٹ کی نوک سے نیچے پھینکے
اجنبی دیس کے بے فکر جوانوں کا گروہ
کوئی سکہ، کوئی سگریٹ، کوئی کیک
یا ڈبل روٹی کے جھوٹے ٹکڑے
چھینا چھپٹی کے مناظر کا مزہ لینے کو
پالتو کتوں کے احساس پہ ہنس دینے کو
بھوکے مجبور غلاموں کا گروہ
ٹکٹکی باندھ کے تکتا ہوا استادہ ہے
کاش یہ بے حس و بے وقعت و بیدل انساں
روم کے ظلم کی زندہ تصویر
اپنا ماحول بدل دینے کے قابل ہوتے
ڈیڑھ سو سال کے پابند سلاسل کتے
اپنے آقاؤں سے لے سکتے خراجِ قوت
کاش یہ اپنے لیے آپ صف آرا ہوتے
اپنی تکلیف کا خود آپ مداوا ہوتے

ان کے دل میں ابھی باقی رہتا
قومی غیرت کا وجود
ان کے سنگین وسیہ سینوں میں
گل نہ ہوتی ابھی احساس کی شمع

اور پورب سے اُمڈتے ہوئے خطرے کے لئے
یہ کرائے کے محافظ نہ منگانے پڑتے

بلاوا

دیکھو دور اُفق کی ضو سے جھانک رہا ہے سرخ سویرا
جاگو اے مزدور کسانو! اٹھو اے مظلوم انسانو!
دھرتی کے ان داتا تم ہو
جگ کے پران ودھاتا تم ہو
دھنیوں کی خوشحالی تم ہو
کھیتوں کی ہریالی تم ہو
اونچے محل بنائے تم نے
شاہی تخت سجائے تم نے
ہیرے لعل نکالے تم نے
نیزے بھالے ڈھالے تم نے
ہر بگیا کے مالی تم ہو

اس سنسار کے والی تم ہو
وقت ہے دھرتی کو اپنا لو
آگے بڑھو ہتھیار سنبھالو
اٹھو اے مظلوم انسانو! جاگو اے مزدور کسانو!
دیکھو دھرتی کانپ رہی ہے
گرد پھریرے ڈھانپ رہی ہے
کشٹ کی جولا پھوٹ پڑی ہے
وقت ہے تھوڑا جنگ کڑی ہے
پھیل رہے ہیں کال کے گھیرے
تھامو اپنے سرخ پھریرے
تم ہو جگ جنتا کے سینک
پاپ کے ناشک عتیہ کے رکھشک
بھوک کے عادی ظلم کے پالے
کالی کٹیاؤں کے اُجالے
کیا روکے گی تم کو شاہی
تم ہو بہادر سرخ سپاہی
جاگو اے مزدور کسانو! اُٹھو اے مظلوم انسانو!
دیکھو دور اُفق کی ضو سے جھانک رہا ہے سرخ سویرا

شہزادے

ذہن میں عظمتِ اجداد کے قصے لے کر
اپنے تاریک گھروندوں کے خلا میں کھو جاؤ
مرمریں خوابوں کی پریوں سے لپٹ کر سو جاؤ
ابر پاروں پہ چلو، چاند ستاروں میں اُڑو
یہی اجداد سے ورثہ میں ملا ہے تم کو
دور مغرب کی فضاؤں میں دہکتی ہوئی آگ
اہل سرمایہ کی آویزش باہم نہ سہی
جنگ سرمایہ و محنت ہی سہی
دور مغرب میں ہے، مشرق کی فضا میں تو نہیں
تم کو مغرب کے بکھیڑوں سے بھلا کیا لینا؟
تیرگی ختم ہوئی سرخ شعاعیں پھیلیں
دور مغرب کی فضاؤں میں ترانے گونجے
فتح جمہور کے انصاف کے آزادی کے
ساحل شرق پہ گیسوں کا دھواں چھانے لگا
آگ برسانے لگے اجنبی توپوں کے دہن
خواب گاہوں کی چھتیں گرنے لگیں
اپنے بستر سے اٹھو
نئے آقاؤں کی تعظیم کرو

اور...... پھر اپنے گھروندوں کے خلا میں کھو جاؤ
تم بہت دیر...... بہت دیر تلک سوئے رہے

شعاعِ فردا

تیرہ و تار فضاؤں میں ستم خوردہ بشر
اور کچھ دیر اُجالے کے لیے ترسے گا
اور کچھ دیر اُٹھے گا دل گیتی سے دھواں
اور کچھ دیر فضاؤں سے لہو برسے گا
اور پھر احمریں ہونٹوں کے تبسم کی طرح
رات کے چاک سے پھوٹے گی شعاعوں کی لکیر
اور جمہور کے بیدار تعاون کے طفیل
ختم ہو جائے گی انساں کے لہو کی تقطیر
اور کچھ دیر بھٹک لے مرے درماندہ ندیم
اور کچھ دن ابھی زہر آب کے ساغر پی لے
نور افشاں چلی آتی ہے عروسِ فردا
حال تاریک و سم افشاں سہی لیکن جی لے

بنگال

جہانِ کہنہ کے مفلوج فلسفہ دانو!
نظامِ نو کے تقاضے سوال کرتے ہیں

یہ شاہراہیں اسی واسطے بنی تھیں کیا؛
کہ ان پہ دیس کی جنتا سسک سسک کے مرے
زمیں نے کیا اس کارن اناج اگلا تھا
کہ نسلِ آدم و حوا بلک بلک کے مرے

ملیں اسی لیے ریشم کے ڈھیر بنتی ہیں
کہ دخترانِ وطن تار تار کو ترسیں،
چمن کو اس لیے مالی نے خوں سے سینچا تھا؟
کہ اس کی اپنی نگاہیں بہار کو ترسیں

زمیں کی قوتِ تخلیق کے خداوندو!
ملوں کے منتظمو! سلطنت کے فرزندو
پچاس لاکھ فسردہ گلے سڑے ڈھانچے
نظامِ زر کے خلاف احتجاج کرتے ہیں
خموش ہونٹوں سے دم توڑتی نگاہوں سے
بشر بشر کے خلاف احتجاج کرتے ہیں

فن کار

میں نے جو گیت ترے پیار کی خاطر لکھے
آج ان گیتوں کو بازار میں لے آیا ہوں

آج دکان پہ نیلام اُٹھے گا ان کا
تو نے جن گیتوں پہ رکھی تھی محبت کی اساس

آج چاندی کے ترازو میں تلے گی ہر چیز
میرے افکار، مری شاعری، میرا احساس

جو تری ذات سے منسوب تھے، ان گیتوں کو
مفلسی جنس بنانے پہ اتر آئی ہے
بھوک تیرے رُخِ رنگیں کے فسانوں کے عوض
چند اشیائے ضرورت کی تمنائی ہے

دیکھ اس عرصہ گہِ محنت و سرمایہ میں
میرے نغمے بھی مرے پاس نہیں رہ سکتے
تیرے جلوے کسی زردار کی میراث سہی
تیرے خاکے بھی مرے پاس نہیں رہ سکتے

آج ان گیتوں کو بازار میں لے آیا ہوں
میں نے جو گیت تیرے پیار کی خاطر لکھے

کبھی کبھی

کبھی کبھی مرے دل میں خیال آتا ہے
کہ زندگی تری زُلفوں کی نرم چھاؤں میں
گزرنے پاتی تو شاداب ہو بھی سکتی تھی
یہ تیرگی جو مری زیست کا مقدر ہے
تری نظر کی شعاعوں میں کھو بھی سکتی تھی

عجب نہ تھا کہ میں بے گانۂ الم ہو کر
ترے جمال کی رعنائیوں میں کھو رہتا
ترا گداز بدن، تیری نیم باز آنکھیں
انہی حسین فسانوں میں محو ہو رہتا

پکارتیں مجھے جب تلخیاں زمانے کی
ترے لبوں سے حلاوت کے گھونٹ پی لیتا
حیات چیختی پھرتی برہنہ سر اور میں
گھنیری زلفوں کے سائے میں چھپ کے جی لیتا

مگر یہ ہو نہ سکا اور اب یہ عالم ہے
کہ تو نہیں ترا غم، تیری جستجو بھی نہیں
گزر رہی ہے کچھ اس طرح زندگی جیسے
اسے کسی کے سہارے کی آرزو بھی نہیں

زمانے بھر کے دکھوں کو لگا چکا ہوں گلے
گزر رہا ہوں کچھ انجانی رہ گزاروں سے
مہیب سائے مری سمت بڑھتے آتے ہیں
حیات و موت کے پرہول خار زاروں سے

نہ کوئی جادۂ منزل نہ روشنی کا سراغ
بھٹک رہی ہے خلاؤں میں زندگی میری
انہی خلاؤں میں رہ جاؤں گا کبھی کھو کر

میں جانتا ہوں مری ہم نفس مگر یونہی
کبھی کبھی مرے دل میں خیال آتا ہے

فرار

اپنے ماضی کے تصور سے ہراساں ہوں میں
اپنے گزرے ہوئے ایام سے نفرت ہے مجھے
اپنی بے کار تمناؤں پہ شرمندہ ہوں
اپنی بے سود اُمیدوں پہ ندامت ہے مجھے

میرے ماضی کو اندھیرے میں دبا رہنے دو
میرا ماضی مری ذلت کے سوا کچھ بھی نہیں
میری اُمیدوں کا حاصل میری کاوش کا صلہ
ایک بے نام اذیت کے سوا کچھ بھی نہیں

کتنی بے کار اُمیدوں کا سہارا لے کر
میں نے ایوان سجائے تھے کسی کی خاطر
کتنی بے ربط تمناؤں کے مبہم خاکے
اپنے خوابوں میں بسائے تھے کسی کی خاطر

مجھ سے اب میری محبت کے فسانے نہ کہو
مجھ کو کہنے دو کہ میں نے انہیں چاہا ہی نہیں
اور وہ مست نگاہیں جو مجھے بھول گئیں

میں نے ان مست نگاہوں کو سراہا ہی نہیں
مجھ کو کہنے دو کہ میں آج بھی جی سکتا ہوں
عشق ناکام سہی، زندگی ناکام نہیں
ان کو اپنانے کی خواہش انہیں پانے کی طلب
شوق بے کار سہی، سعی غم انجام نہیں

وہی گیسو، وہی نظریں وہی عارض، وہی جسم
میں جو چاہوں تو مجھے اور بھی مل سکتے ہیں
وہ کنول جن کو کبھی ان کے لیے کھلنا تھا
ان کی نظروں سے بہت دور بھی کھل سکتے ہیں

کل اور آج

کل بھی بوندیں برسی تھیں
کل بھی بادل چھائے تھے
......اور کوی نے سوچا تھا

بادل یہ آکاش کے سپنے ان زلفوں کے سائے ہیں
دوش ہوا پر میخانے ہی میخانے گھر آئے ہیں
رُت بدلے گی پھول کھلیں گے جھونکے مدھ برسائیں گے
اُجلے اُجلے کھیتوں میں رنگیں آنچل لہرائیں گے
چرواہے بنسی کی دھن سے گیت فضا میں بوئیں گے

آموں کے جھنڈوں کے نیچے پردیسی دل کھوئیں گے
پینگ بڑھاتی گوری کے ماتھے سے کوندے لپکیں گے
جوہڑ کے ٹھہرے پانی میں تارے آنکھیں جھپکیں گے
اُلجھی اُلجھی راہوں میں وہ آنچل تھامے آئیں گے
دھرتی، پھول، آکاش، ستارے سپنا سا بن جائیں گے

کل بھی بوندیں برسی تھیں
کل بھی بادل چھائے تھے
......اور کوی نے سوچا تھا

(۲)

آج بھی بوندیں برسیں گی
آج بھی بادل چھائے ہیں
......اور کوی اس سوچ میں ہے

بستی پر بادل چھائے ہیں پر یہ بستی کس کی ہے
دھرتی پر امرت برسے گا لیکن دھرتی کس کی ہے
ہل جوتے گی کھیتوں میں الھڑ ٹولی دہقانوں کی
دھرتی سے پھوٹے گی محنت فاقہ کش انسانوں کی
فصلیں کاٹ کے محنت کش غلے کے ڈھیر لگائیں گے
جاگیروں کے مالک آ کر سب پونجی لے جائیں گے

بوڑھے دہقانوں کے گھر بنئے کی قرقی آئے گی
اور قرضے کے سود میں کوئی گوری بیچی جائے گی
آج بھی جنتا بھوکی ہے اور کل بھی جنتا ترسی تھی
آج بھی رم جھم برکھا ہوگی کل بھی بارش برسی تھی

آج بھی بادل چھائے ہیں
آج بھی بوندیں برسیں گی
......اور کوئی اس سوچ میں ہے

ہراس

تیرے ہونٹوں پہ تبسم کی وہ ہلکی سی لکیر
میری تخیّل میں رہ رہ کے جھلک اٹھتی ہے
یوں اچانک تیرے عارض کا خیال آتا ہے
جیسے ظلمت میں کوئی شمع بھڑک اُٹھتی ہے
تیرے پیراہنِ رنگیں کی جنوں خیز مہک
خواب بن بن کے مرے ذہن میں لہراتی ہے
رات کی سرد خموشی میں ہر اک جھونکے سے
تیرے انفاس ، ترے جسم کی آنچ آتی ہے
میں سلگتے ہوئے رازوں کو عیاں تو کر دوں
لیکن ان رازوں کی تشہیر سے جی ڈرتا ہے

رات کے خواب اُجالے میں بیاں تو کر دوں
ان حسیں خوابوں کی تعبیر سے جی ڈرتا ہے
تیری سانسوں کی تھکن ، تیری نگاہوں کا سکوت
درحقیقت کوئی رنگین شرارت ہی نہ ہو
میں جسے پیار کا انداز سمجھ بیٹھا ہوں
وہ تبسم وہ تکلم تری عادت ہی نہ ہو
سوچتا ہوں کہ تجھے مل کے میں جس سوچ میں ہوں
پہلے اس سوچ کا مقسوم سمجھ لوں تو کہوں
میں ترے شہر میں انجان ہوں پردیسی ہوں
تیرے الطاف کا مفہوم سمجھ لوں تو کہوں
کہیں ایسا نہ ہو پاؤں مرے تھرا جائیں
اور تری مرمریں بانہوں کا سہارا نہ ملے
اشک بہتے رہیں خاموش سیہ راتوں میں
اور ترے ریشمی آنچل کا کنارا نہ ملے

اسی دوراہے پر

اب نہ ان اونچے مکانوں میں قدم رکھوں گا
میں نے اک بار یہ پہلے بھی قسم کھائی تھی
اپنی نادار محبت کی شکستوں کے طفیل

زندگی پہلے بھی شرمائی تھی جھنجھلائی تھی

اور یہ عہد کیا تھا کہ بہ ایں حالِ تباہ
ب کبھی پیار بھرے گیت نہیں گاؤں گا
کسی چلمن نے پکارا بھی تو بڑھ جاؤں گا
کوئی دروازہ کھلا بھی تو پلٹ آؤں گا

پھر ترے کانپتے ہونٹوں کی فسوں کار ہنسی
جال بننے لگی، بنتی رہی، بنتی ہی رہی
میں کھنچا تجھ سے، مگر تو مری راہوں کے لیے
پھول چنتی رہی، چنتی رہی، چنتی ہی رہی

برف برسائی مرے ذہن و تصور نے مگر
دل میں اک شعلۂ بے نام سا لہرا ہی گیا
تیری چپ چاپ نگاہوں کو سلگتے پا کر
میری بیزار طبیعت کو بھی پیار آ ہی گیا

اپنی بدلی ہوئی نظروں کے تقاضے نہ چھپا
میں اس انداز کا مفہوم سمجھ سکتا ہوں
تیرے زر کار دریچوں کی بلندی کی قسم
اپنے اقدام کا مقسوم سمجھ سکتا ہوں

اب نہ ان اونچے مکانوں میں قدم رکھوں گا
میں نے اک بار یہ پہلے بھی قسم کھائی تھی

اسی سرمایہ و افلاس کے دوراہے پر
زندگی پہلے بھی شرمائی تھی جھنجھلائی تھی



مجھے معلوم ہے انجام رودادِ محبت کا
مگر کچھ اور تھوڑی دیر سعیِ رائیگاں کر لوں

ایک تصویرِ رنگ

میں نے جس وقت تجھے پہلے پہل دیکھا تھا
تو جوانی کا کوئی خواب نظر آئی تھی
حسن کا نغمۂ جاوید ہوئی تھی معلوم
عشق کا جذبۂ بے تاب نظر آئی تھی

اے طرب زار جوانی کی پریشاں تتلی
تو بھی اک بوئے گرفتار ہے معلوم نہ تھا
تیرے جلووں میں بہاریں نظر آتی تھیں مجھے
تو ستم خوردۂ ادبار ہے معلوم نہ تھا

تیرے نازک سے پروں پر زر و سیم کا بوجھ
تیری پرواز کو آزاد نہ ہونے دے گا

تو نے راحت کی تمنا میں جو غم پالا ہے
وہ تری روح کو آباد نہ ہونے دے گا

تو نے سرمائے کی چھاؤں میں پنپنے کے لیے
اپنے دل، اپنی محبت کا لہو بیچا ہے
دل کی تزئین فسردہ کا اثاثہ لیکر
شوخ راتوں کی مسرت کا لہو بیچا ہے

زخم خوردہ ہیں تخیل کی اُڑانیں تیری
تیرے گیتوں میں تری روح کے غم پلتے ہیں
سرگیں آنکھوں میں یوں حسرتیں لو دیتی ہیں
جیسے ویران مزاروں پہ دیے جلتے ہیں

اس سے کیا فائدہ؟ رنگین لبادوں کے تلے
روح جلتی رہے، گھلتی رہے، پژمردہ رہے
ہونٹ ہنستے ہوں دکھاوے کے تبسم کے لئے
دل غمِ زیست سے بوجھل رہے، آزردہ رہے

دل کی تسکین بھی ہے آسائش ہستی کی دلیل
زندگی صرف زر و سیم کا پیمانہ نہیں
زیست احساس بھی ہے، شوق بھی ہے، درد بھی ہے
صرف انفاس کی ترتیب کا افسانہ نہیں

عمر بھر رینگتے رہنے سے کہیں بہتر ہے
ایک لمحہ جو تری روح میں وسعت بھر دے

ایک لمحہ جو ترے گیت کو شوخی دے دے
ایک لمحہ جو تری لے میں مسرت بھر دے

ایک شام

قمقموں کی زہر اگلتی روشنی
سنگ دل پرہول دیواروں کے سائے
آہنی بت، دیو پیکر اجنبی
چیختی چنگھاڑتی خونیں سرائے
روح الجھی جا رہی ہے کیا کروں

چار جانب ارتعاش رنگ و نور
چار جانب اجنبی بانہوں کے جال
چار جانب خوں فشاں پرچم بلند
میں، مری غیرت مرا دست سوال
زندگی شرما رہی ہے، کیا کروں

کارگاہِ زیست کے ہر موڑ پر
روحِ چنگیزی براگندہ نقاب
تھام اے صبحِ جہانِ نو کی ضو
جاگ اے مستقبلِ انساں کے خواب
آس ڈوبی جا رہی ہے کیا کروں

احساسِ کامران

اُفقِ روس سے پھوٹی ہے نئی صبح کی ضو
شب کا تاریک جگر چاک ہوا جاتا ہے
تیرگی جتنا سنبھلنے کے لیے رکتی ہے
سرخ سیل اور بھی بے باک ہوا جاتا ہے

سامراج اپنے وسیلوں پہ بھروسہ نہ کرے
کہنہ زنجیروں کی جھنکاریں نہیں رہ سکتیں
جذبۂ نصرت جمہور کی بڑھتی رو میں
ملک اور قوم کی دیواریں نہیں رہ سکتیں

سنگ و آہن کی چٹانیں ہیں عوامی جذبے
موت کے رینگتے سایوں سے کہو ہٹ جائیں
کروٹیں لے کے مچلنے کو ہے سیلِ انوار
تیرہ و تار گھٹاؤں سے کہو چھٹ جائیں

سالہا سال کے بے چین شراروں کا خروش
اک نئی زیست کا درباز کیا چاہتا ہے
عزمِ آزادیِ انساں، بہ ہزاراں جبروت
اک نئے دور کا آغاز کیا چاہتا ہے

برتر اقوام کے مغرور خداؤں سے کہو
آخری بار ذرا اپنا ترانہ دھرائیں

اور پھر اپنی سیاست پہ پشیماں ہو کر
اپنے ناکام ارادوں کا کفن بھی لے آئیں

سرخ طوفان کی موجوں کو جکڑنے کے لیے
کوئی زنجیر گراں کام نہیں آ سکتی
رقص کرتی ہوئی کرنوں کے تلاطم کی قسم
عرصہ دہر پہ اب شام نہیں چھا سکتی



موت آ گہی نہ ہو مرے ذوقِ امید کو
محرومیوں میں کیف سا پانے لگا ہوں میں

میں نہیں تو کیا؟

مرے لیے یہ تکلف، یہ دکھ یہ حسرت کیوں
مری نگاہِ طلب، آخری نگاہ نہ تھی
حیات زارِ جہاں کی طویل راہوں میں
ہزار دیدۂ حیران فسوں بکھیریں گے
ہزار چشم تمنا بنے گی دستِ سوال
نکل کے خلوت غم سے نظر اٹھاؤ تو
وہی شفق ہے، وہی ضو ہے، میں نہیں تو کیا؟

مرے بغیر بھی تم کامیاب عشرت تھیں
میرے بغیر بھی آباد تھے نشاط کدے
مرے بغیر بھی تم نے دیے جلائے ہیں
مرے بغیر بھی دیکھا ہے ظلمتوں کا نزول
مرے نہ ہونے سے امید کا زیاں کیوں ہو

بڑھی چلو مئے عشرت کے جام چھلکاتی
تمہاری سیج، تمہارے بدن کے پھولوں پر
اسی بہار کا پرتو ہے ، میں نہیں تو کیا؟

مرے لیے یہ اداسی ، یہ سوگ کیوں آخر
ملیح چہرے پہ گرد . فسردگی کیسی؟
بہار غازہ سے عارض کو تازگی بخشو
علیل آنکھوں میں کاجل لگاؤ، رنگ بھرو
سیاہ جوڑے میں کلیوں کی کہکشاں گوندھو
ہزار ہانپتے سینے ہزار کانپتے لب
تمہاری چشمِ توجہ کے منتظر ہیں ابھی
جلو میں نغمہ و رنگ و بہار و نور لیے
حیات گرمِ تگ و دو ہے ، میں نہیں تو کیا؟

خودکشی سے پہلے

اُف یہ بے درد سیاہی یہ ہوا کے جھونکے
کس کو معلوم ہے اس شب کی سحر ہو کہ نہ ہو

اک نظر تیرے دریچے کی طرف دیکھ تو لوں
ڈوبتی آنکھوں میں پھر تابِ نظر ہو کہ نہ ہو

ابھی روشن ہیں ترے گرم شبستاں کے دیے
نیلگوں پردوں سے چھنتی ہیں شعائیں اب تک
اجنبی بانہوں کے حلقے میں لچکتی ہوں گی
تیرے مہکے ہوئے بالوں کی ردائیں اب تک

سرد ہوتی ہوئی بتی کے دھوئیں کے ہمراہ
ہاتھ پھیلائے بڑھے آتے ہیں بوجھل سائے
کون پونچھے مری آنکھوں کے سلگتے آنسو
کون الجھے ہوئے بالوں کی گرہ سلجھائے

آہ یہ غارِ ہلاکت ، یہ دیے کا محبس
عمر اپنی انہی تاریک مکانوں میں کٹی
زندگی فطرت بے حس کی پرانی تقصیر
اک حقیقت تھی مگر چند فسانوں میں کٹی

کتنی آسائشیں ہنستی رہیں ایوانوں میں
کتنے در میری جوانی پر سدا بند رہے
کتنے ہاتھوں نے بنا اطلس و کمخواب مگر
میرے ملبوس کی تقدیر میں پیوند رہے

ظلم سہتے ہوئے انسانوں کے اس مقتل میں
کوئی فردا کے تصور سے کہاں تک بہلے

عمر بھر رینگتے رہنے کی سزا ہے جینا
ایک دو دن کی اذیت ہو تو کوئی سہہ لے

وہی ظلمت ہے فضاؤں پہ ابھی تک طاری
جانے کب ختم ہو انساں کے لہو کی تقطیر

جانے کب بکھرے سیہ پوش فضا کا جوبن
جانے کب جاگے ستم خوردہ بشر کی تقدیر
ابھی روشن ہیں تیرے گرم شبستاں کے دیے
آج میں موت کے غاروں میں اتر جاؤں گا
اور دم توڑتی بتی کے دھوئیں کے ہمراہ
سرحد مرگ مسلسل سے گزر جاؤں گا

پھر وہی کنجِ قفس

چند لمحوں کے لیے شور اٹھا ڈوب گیا
کہنہ زنجیرِ غلامی کی گرہ کٹ نہ سکی
پھر وہی سیلِ بلا ہے ، وہی دامِ امواج
ناخداؤں میں سفینے کی جگہ بٹ نہ سکی
ٹوٹتے دیکھ کے دیرینہ تعطل کا فسوں
نبضِ امیدِ وطن اُبھری ، مگر ڈوب گئی
پیشواؤں کی نگاہوں میں تذبذب پا کر
ٹوٹتی رات کے سائے میں سحر ڈوب گئی

میرے محبوب وطن! تیرے مقدر کے خدا
دستِ اغیار میں قسمت کی عناں چھوڑ گئے
اپنی یک طرفہ سیاست کے تقاضوں کے طفیل
ایک بار اور تجھے نوحہ کناں چھوڑ گئے

پھر وہی گوشۂ زنداں ہے، وہی تاریکی
پھر وہی کہنہ سلاسل، وہی خونیں جھنکار
پھر وہی بھوک سے انساں کی ستیزہ کاری
پھر وہی ماؤں کے نوحے، وہی بچوں کی پکار
تیرے رہبر تجھے مرنے کے لیے چھوڑ چلے
ارض بنگال! انہیں ڈوبتی سانسوں سے پکار
بول! جٹ گاؤں کی مظلوم خموشی کچھ بول
بول اے پیپ سے رستے ہوئے سینوں کی بہار
بھوک اور قحط کے طوفاں بڑھے آتے ہیں
بول اے عصمت و عفت کے جنازوں کی قطار
روک ان ٹوٹتے قدموں کو انہیں پوچھ ذرا
پوچھ اے بھوک سے دم توڑتے ڈھانچوں کی قطار
زندگی جبر کے سانچوں میں ڈھلے گی کب تک
ان فضاؤں میں ابھی موت پلے گی کب تک

یہ کس کا لہو ہے

جہازیوں کی بغاوت 1946ء

اے رہبر ملک و قوم ذرا
آنکھیں تو اٹھا نظریں تو ملا
کچھ ہم بھی سنیں، ہم کو بھی بتا
یہ کس کا لہو ہے کون مرا

دھرتی کی سلگتی چھاتی کے بے چین شرارے پوچھتے ہیں
تم لوگ جنہیں اپنا نہ سکے وہ خون کے دھارے پوچھتے ہیں
سڑکوں کی زباں چلاتی ہے، ساگر کے کنارے پوچھتے ہیں
یہ کس کا لہو ہے کون مرا
اے رہبرِ ملک و قوم بتا!
یہ کس کا لہو ہے کون مرا

وہ کون سا جذبہ تھا جس سے فرسودہ نظامِ زیست ملا
جھلسے ہوئے ویراں گلشن میں اِک آس امید کا پھول کھلا
جنتا کا لہو فوجوں سے ملا، فوجوں کا خوں جنتا سے ملا
اے رہبرِ ملک و قوم بتا
یہ کس کا لہو ہے کون مرا
اے رہبر ملک و قوم بتا

کیا قوم و وطن کی جے گا کر مرتے ہوئے راہی غنڈے تھے
جو دیس کا پرچم لے کے اٹھے وہ شوخ سپاہی غنڈے تھے
جو بارِ غلامی سہہ نہ سکے، وہ مجرم شاہی غنڈے تھے
یہ کس کا لہو ہے کون مرا
اے رہبر ملک و قوم بتا!
یہ کس کا لہو ہے کون مرا

اے عزمِ فنا دینے والو! پیغام بقا دینے والو!
اب آگ سے کیوں کتراتے ہو؟ شعلوں کو ہوا دینے والو!
طوفان سے اب ڈرتے کیوں ہو؟ موجوں کو صدا دینے والو!
کیا بھول گئے اپنا نعرہ
اے رہبرِ ملک و قوم بتا!
یہ کس کا لہو ہے کون مرا

سمجھوتے کی امید سہی، سرکار کے وعدے ٹھیک سہی
ہاں مشقِ ستم افسانہ سہی، ہاں پیار کے وعدے ٹھیک سہی
اپنوں کے کلیجے مت چھیدو اغیار کے وعدے ٹھیک سہی
جمہور سے یوں دامن نہ چھڑا
اے رہبر ملک و قوم بتا!
یہ کس کا لہو ہے کون مرا

ہم ٹھان چکے ہیں اب جی میں ہر ظالم سے ٹکرائیں گے
تم سمجھوتے کی آس رکھو، ہم آگے بڑھتے جائیں گے
ہر منزل آزادی کی قسم ، ہر منزل پر دہرائیں گے

یہ کس کا لہو ہے کون مرا
اے رہبر ملک و قوم بتا!
یہ کس کا لہو ہے کون مرا!

میرے گیت تمہارے ہیں

اب تک میرے گیتوں میں امید بھی تھی پسپائی بھی
موت کے قدموں کی آہٹ بھی جیون کی انگڑائی بھی
مستقبل کی کرنیں بھی تھیں حال کی بوجھل ظلمت بھی
طوفانوں کا شور بھی تھا اور خوابوں کی شہنائی بھی

آج سے میں اپنے گیتوں میں آتش پارے بھر دوں گا
مدھم، لچکیلی تانوں میں جیوٹ دھارے بھر دوں گا
جیون کے اندھیارے پتھ پر مشعل لے کر نکلوں گا
دھرتی کے پھیلے آنچل میں سرخ ستارے بھر دوں گا

آج سے اے مزدور کسانو! میرے گیت تمہارے ہیں
فاقہ کش انسانو! میرے جوگ بہاگ تمہارے ہیں
جب تک تم بھوکے ننگے ہو، یہ نغمے خاموش نہ ہوں گے

جب تک بے آرام ہو تم یہ نغمے راحت کوش نہ ہوں گے
مجھ کو اس کا رنج نہیں ہے لوگ مجھے فنکار نہ مانیں
فکر و فن کے تاجر میرے شعروں کو اشعار نہ مانیں
میرا فن ، امیدیں ، آج سے تم کو ارپن ہیں!
آج سے میرے گیت تمہارے دکھ اور سکھ کا درپن ہیں
تم سے قوت لے کر اب میں تم کو راہ دکھاؤں گا
تم پرچم لہرانا ساتھی! میں بربط پر گاؤں گا
آج سے میرے فن کا مقصد زنجیریں پگھلانا ہے
آج سے میں شبنم کے بدلے انگارے برساؤں گا



اپنی تباہیوں کا مجھے کوئی غم نہیں
تم نے کسی کے ساتھ محبت نبھا تو دی

اشعار

نفس کے لوچ میں رم ہی نہیں کچھ اور بھی ہے
حیات ، ساغرِ سم ہی نہیں کچھ اور بھی ہے

تری نگاہ مرے غم کی پاسدار سہی
مری نگاہ میں غم ہی نہیں کچھ اور بھی ہے

مری ندیم! محبت کی رفعتوں سے نہ گر
بلند بام حرم ہی نہیں کچھ اور بھی ہے

یہ اجتناب ہے عکسِ شعورِ محبوبی
یہ احتیاطِ ستم ہی نہیں کچھ اور بھی ہے

ادھر بھی ایک اچٹتی نظر کہ دنیا میں
فروغِ محفلِ جم ہی نہیں کچھ اور بھی ہے

نئے جہان بسائے ہیں فکرِ آدم نے
اب اس زمیں پہ ارم ہی نہیں، کچھ اور بھی ہے

میرے شعور کو آوارہ کر دیا جس نے
وہ مرگ شادی و غم ہی نہیں، کچھ اور بھی ہے

نور جہاں کے مزار پر

پہلوئے شاہ میں یہ دخترِ جمہور کی قبر
کتنے گم گشتہ فسانوں کا پتہ دیتی ہے
کتنے خوں ریز حقائق سے اٹھاتی ہے نقاب
کتنی کچلی ہوئی جانوں کا پتہ دیتی ہے
کیسے مغرور شہنشاہوں کی تسکیں کے لیے
سالہا سال حسیناؤں کے بازار لگے

کیسے بہکی ہوئی نظروں کے تعیش کے لیے
سرخ محلوں میں جواں جسموں کے انبار لگے
کیسے ہر شاخ سے منہ بند مہکتی کلیاں
نوچ لی جاتی تھیں تزئینِ حرم کی خاطر
اور مرجھا کے بھی آزاد نہ ہو سکتی تھیں
"ظلِ سبحان" کی الفت کے بھرم کی خاطر
کیسے اک فرد کے ہونٹوں کی ذرا سی جنبش
سرد کر سکتی تھی بے لوث وفاؤں کے چراغ
لوٹ سکتی تھی دمکتے ہوئے ہاتھوں کا سہاگ
توڑ سکتی تھی مئے عشق سے لبریز ایاغ
سہمی سہمی سی فضاؤں میں یہ ویراں مرقد
اتنا خاموش ہے فریاد کناں ہو جیسے
سرد شاخوں میں ہوا چیخ رہی ہے ایسے
روحِ تقدیسِ و وفا مرثیہ خواں ہو جیسے
تو مری جان! مجھے حیرت و حسرت سے نہ دیکھ
ہم میں کوئی بھی جہاں نور و جہاں گیر نہیں
تو مجھے چھوڑ کے ٹھکرا کے بھی جا سکتی ہے
تیرے ہاتھوں میں مرے ہاتھ ہیں زنجیر نہیں

جاگیر

پھر اسی وادیٔ شاداب میں لوٹ آیا ہوں
جس میں پنہاں مرے خوابوں کی طرب گاہیں ہیں
میرے احباب کے سامانِ تعیش کے لیے
شوخ سینے ہیں ، جواں جسم ، حسیں باہیں ہیں

سبز کھیتوں میں یہ دبکی ہوئی دوشیزائیں
ان کی شریانوں میں کس کس کا لہو جاری ہے
کس میں جرأت ہے کہ اس راز کی تشہیر کرے
سب کے لب پر مری ہیبت کا فسوں طاری ہے

ہائے وہ گرم و دل آویز ابلتے سینے
جن سے ہم سطوت آبا کا صلہ دیتے ہیں
جانے ان مرمریں جسموں کو یہ مریل دہقاں
کیسے ان تیرہ گھروندوں میں جنم دیتے ہیں

یہ لہکتے ہوئے پودے ، یہ دمکتے ہوئے کھیت
پہلے اجداد کی جاگیر تھے اب میرے ہیں
یہ چراگاہ ، یہ ریوڑ، یہ مویشی یہ کسان
سب کے سب میرے ہیں، سب میرے ہیں سب میرے ہیں

ان کی محنت بھی مری، حاصل محنت بھی مرا
ان کے بازو بھی مرے قوت بازو بھی مری

میں خداوند ہوں اس وسعتِ بے پایاں کا
موجِ عارض بھی مری نکہت گیسو بھی مری

میں ان اجداد کا بیٹا ہوں جنہوں نے پیہم
اجنبی قوم کے سائے کی حمایت کی ہے
غدر کی ساعتِ ناپاک سے لے کر اب تک
ہر کڑے وقت میں سرکار کی خدمت کی ہے

خاک پر رینگنے والے یہ فسردہ ڈھانچے
ان کی نظریں کبھی تلوار بنی ہیں نہ بنیں
ان کی غیرت پہ ہر اک ہاتھ جھپٹ سکتا ہے
ان کے ابرو کی کمانیں نہ تنی ہیں نہ تنیں

ہائے یہ شام، یہ جھرنے، یہ شفق کی لالی
میں ان آسودہ فضاؤں میں ذرا جھوم نہ لوں
وہ دبے پاؤں ادھر کون چلی جاتی ہے
بڑھ کے اس شوخ کے ترشے ہوئے لب چوم نہ لوں

مادام

آپ بے وجہ پریشان سی کیوں ہیں مادام
لوگ کہتے ہیں تو پھر ٹھیک ہی کہتے ہوں گے
میرے احباب نے تہذیب نہ سیکھی ہو گی
میرے ماحول میں انسان نہ رہتے ہوں گے

نورِ سرمایہ سے ہے روئے تمدن کی جلا
ہم جہاں ہیں وہاں تہذیب نہیں پل سکتی
مفلسی حسِ لطافت کو مٹا دیتی ہے
بھوک آداب کے سانچوں میں نہیں ڈھل سکتی

لوگ کہتے ہیں تو لوگوں پہ تعجب کیسا
سچ تو کہتے ہیں کہ ناداروں کی عزت کیسی
لوگ کہتے ہیں، مگر آپ ابھی تک چپ ہیں
آپ بھی کہیے، غریبوں میں شرافت کیسی

نیک مادام! بہت جلد وہ دور آئے گا
جب ہمیں زیست کے ادوار پرکھنے ہوں گے
اپنی ذلت کی قسم، آپ کی عظمت کی قسم
ہم کو تعظیم کے معیار پرکھنے ہوں گے

ہم نے ہر دور میں تذلیل سہی ہے لیکن
ہم نے ہر دور کے چہرے کو ضیا بخشی ہے
ہم نے ہر دور میں محنت کے ستم جھیلے ہیں
ہم نے ہر دور کے ہاتھوں کو حنا بخشی ہے

لیکن ان تلخ مباحث سے بھلا کیا حاصل
لوگ کہتے ہیں تو پھر ٹھیک ہی کہتے ہوں گے
میرے احباب نے تہذیب نہ سیکھی ہو گی
میں جہاں ہوں وہاں انسان نہ رہتے ہوں گے



وجہ بے رنگیٔ گلزار کہوں یا نہ کہوں!!
کون ہے کتنا گنہگار کہوں یا نہ کہوں!!

مفاہمت

نشیبِ ارض پہ ذروں کو مشتعل پا کر
بلندیوں پہ سفید و سیاہ مل ہی گئے
جو یادگار تھے باہم ستیزہ کاری کی
بہ فیضِ وقت وہ دامن کے چاک سل ہی گئے

جہاد ختم ہوا دور آشتی آیا!
سنبھل کے بیٹھ گئے محملوں میں دیوانے
ہجوم تشنہ لباں کی نگاہ سے اوجھل
چھلک رہے ہیں شرابِ ہوس کے پیمانے

یہ جشن، جشن مسرت نہیں تماشا ہے
نئے لباس میں نکلا ہے رہزنی کا جلوس
ہزار شمعِ اخوت بجھا کے چمکے ہیں
یہ تیرگی کے ابھارے ہوئے حسیں فانوس

یہ شاخِ نور جسے ظلمتوں نے سینچا ہے
اگر پھلی تو شراروں کے پھول لائے گی

یہ پھل سکی تو نئی فصلِ گل کے آنے تک
ضمیرِ ارض میں ایک زہر چھوڑ جائے گی

آج

ساتھیو! میں نے برسوں تمہارے لیے
چاند، تاروں، بہاروں کے سپنے بنے
حسن اور عشق کے گیت گاتا رہا
آرزوؤں کے ایواں سجاتا رہا
میں تمہارا مغنی تمہارے لیے
جب بھی آیا نئے گیت لاتا رہا
آج لیکن مرے دامنِ چاک میں
گردِ راہِ سفر کے سوا کچھ نہیں
میرے بربط کے سینے میں نغموں کا دم گھٹ گیا
تانیں چیخوں کے انبار میں دب گئی ہیں
اور گیتوں کے سر ہچکیاں بن گئے ہیں
میں تمہارا مغنی ہوں، نغمہ نہیں ہوں
اور نغمے کی تخلیق کا ساز و ساماں
ساتھیو! آج تم نے بھسم کر دیا ہے
اور میں اپنا ٹوٹا ہوا ساز تھامے

سرد لاشوں کے انبار کو تک رہا ہوں
میرے چاروں طرف موت کی وحشتیں ناچتی ہیں
اور انساں کی حیوانیت جاگ اٹھی ہے
بربریت کے خوں خوار عفریت
اپنے ناپاک جبڑوں کو کھولے
خون پی پی کے غرا رہے ہیں

بچے ماؤں کی گودوں میں سہمے ہوئے ہیں
عصمتیں سر برہنہ پریشان ہیں
ہر طرف شورِ آہ و بکا ہے
اور میں اس تباہی کے طوفان میں
آگ اور خوں کے ہیجان میں
سرنگوں اور شکستہ مکانوں کے ملبے سے پر راستوں پر
اپنے نغموں کی جھولی پسارے
در بدر پھر رہا ہوں!
مجھ کو امن اور تہذیب کی بھیک دو
میرے گیتوں کی لے، میرا سر، میری نے
میرے مجروح ہونٹوں کو پھر سونپ دو
ساتھیو! میں نے برسوں تمہارے لیے

انقلاب اور بغاوت کے نغمے الاپے
اجنبی راج کے ظلم کی چھاؤں میں
سرفروشی کے خوابیدہ جذبے ابھارے
اور اس صبح کی راہ دیکھی!
جس میں اس ملک کی روح آزاد ہو
آج زنجیرِ محکومیت کٹ چکی ہے
اور اس ملک کے بحر و بر، بام و در
اجنبی قوم کے ظلمت افشاں پھریرے کی منحوس چھاؤں
سے آزاد ہیں
کھیت سونا اگلنے کو بے چین ہیں
وادیاں لہلہانے کو بے تاب ہیں
کوہساروں کے سینے میں ہیجان ہے
سنگ اور خشتِ بے خواب و بیدار ہیں
ان کی آنکھوں میں تعمیر کے خواب ہیں
ان کے خوابوں کو تکمیل کا روپ دو
ملک کی وادیاں، گھاٹیاں، کھیتیاں

عورتیں بچیاں
ہاتھ پھیلائے خیرات کی منتظر ہیں

ان کو امن اور تہذیب کی بھیک دو
ماؤں کو ان کے ہونٹوں کی شادابیاں
ننھے بچوں کو ان کی خوشی بخش دو
ملک کی روح کو زندگی بخش دو
مجھ کر میرا ہنر میری لے بخش دو
آج ساری فضا ہے بھکاری
اپنے نغموں کی جھولی پسارے
دربدر پھر رہا ہوں
مجھ کو پھر میرا کھویا ہوا ساز دو
میں تمہارا مغنی تمہارے لیے
جب بھی آیا نئے گیت لاتا رہوں گا

اشعار

طرب زاروں پہ کیا بیتی، صنم خانوں پہ کیا گزری
دِل زندہ! ترے مرحوم ارمانوں پہ کیا گزری

زمیں نے خون اگلا آسماں نے آگ برسائی
جب انسانوں کے دل بدلے تو انسانوں پہ کیا گزری

ہمیں یہ فکر ان کی انجمن کس حال میں ہو گی
انہیں یہ غم کہ ان سے چھٹ کے دیوانوں پہ کیا گزری

میرا الحاد تو خیر ایک لعنت تھا سو ہے اب تک
مگر اس عالمِ وحشت میں ایمانوں پہ کیا گزری

یہ منظر کون سا منظر ہے پہچانا نہیں جاتا
سیہ خانوں سے کچھ پوچھو شبستانوں پہ کیا گزری

چلو وہ کفر کے گھر سے سلامت آ گئے لیکن
خدا کی مملکت میں سوختہ جانوں پہ کیا گزری

نیا سفر ہے، پرانے چراغ گل کر دو

فریب جنتِ فردا کے جال ٹوٹ گئے
حیات اپنی امیدوں پہ شرمسار سی ہے
چمن میں جشنِ ورودِ بہار ہو بھی چکا
مگر نگاہِ گل و لالہ سوگوار سی ہے

فضا میں گرم بگولوں کا رقص جاری ہے
افق پہ خون کی مینا چھلک رہی ہے ابھی
کہاں کا مہرِ منور کہاں کی تنویریں
کہ بام و در پہ سیاہی جھلک رہی ہے ابھی

فضائیں سوچ رہی ہیں کہ ابن آدم نے
خرد گنوا کے، جنوں آزما کے کیا پایا

وہی شکست تمنا وہی غمِ ایام!
نگارِ زیست نے سب کچھ لٹا کے کیا پایا
بھٹک کے رہ گئیں نظریں خلا کی وسعت میں
حریم شاہدِ رعنا کا کچھ پتہ نہ ملا
طویل راہ گزر ختم ہو گئی لیکن
ہنوز اپنی مسافت کا منتہا نہ ملا

سفر نصیب رفیقو! قدم بڑھائے چلو
پرانے رہنما لوٹ کر نہ دیکھیں گے
طلوع صبح سے تاروں کی موت ہوتی ہے
شبوں کے راج دلارے ادھر نہ دیکھیں گے

شکستِ زنداں

چینی شاعر یانگ سو کے نام

جس نے جیانگ کائی شیک کی جیل میں لکھا تھا...... ''بیس سال قید''، کاغذ کے ایک پرزے پر لکھے ہوئے چند الفاظ کی بنا پر ہو سکتا ہے کہ میں بیس سال تک سورج کی شکل نہ دیکھ سکوں، لیکن کیا تمہارا یہ فرسودہ نظام جو لمحہ بہ لمحہ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اپنی موت کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ''بیس سال تک زندہ رہ سکے گا''

خبر نہیں کہ بلا خانۂ سلاسل میں
تری حیاتِ ستم آشنا پہ کیا گزری

خبر نہیں کہ نگارِ سحر کی حسرت میں
تمام رات چراغِ وفا پہ کیا گزری؟

مگر وہ دیکھ فضا میں غبار سا اٹھا
وہ تیرے سرخ جوانوں کے راہوار آئے
نظر اٹھا کہ وہ تیرے وطن کے محنت کش
گلے سے کہنہ غلامی کا طوق اتار آئے

افق پہ صبح بہاراں کی آمد آمد ہے
فضا میں سرخ پھریروں کے پھول کھلتے ہیں
زمین خندہ بلب ہے شفیق ماں کی طرح
کہ اس کی گود میں بچھڑے رفیق ملتے ہیں

شکست محبس و زنداں کا وقت آ پہنچا
وہ تیرے خواب حقیقت میں ڈھال آئے ہیں
نظر اٹھا کہ تیرے دیس کی فضاؤں پر
نئی بہار نئی جنتوں کے سائے ہیں

دریدہ تن ہے وہ قبائے سیم و زر جس کو
بہت سنبھال کے لائے تھے شاطران کہن
رباب چھیڑ، غزل خواں ہو، رقص فرما ہو
کہ جشن نصرتِ محنت ہے جشن نصرتِ فن

میں تجھ سے دور سہی لیکن اے رفیق مرے
تری وفا کو مری جہد مستقل کا سلام

ترے وطن کو تری ارضِ باحمیت کو
دھڑکتے کھولتے ہندوستاں کے دل کا سلام

لہو نذر دے رہی ہے حیات

مرے جہاں میں سمن زار ڈھونڈنے والے
یہاں بہار نہیں آتشیں بگولے ہیں
دھنک کے رنگ نہیں سرمئی فضاؤں میں
افق سے تابہ افق پھانسیوں کے جھولے ہیں
پھر ایک منزل خونبار کی طرف ہیں رواں
وہ رہنما جو کئی بار راہ بھولے ہیں

بلند دعوئ جمہوریت کے پردے میں
فروغ محبس و زنداں ہیں، تازیانے میں
بنام امن ہیں جنگ و جدل کے منصوبے
بہ شورِ عدل، تفاوت کے کارخانے ہیں
دلوں پہ خوف کے پہرے، لبوں پہ قفل سکوت
سروں پہ گرم سلاخوں کے شامیانے ہیں

مگر مٹے ہیں کہیں جبر اور تشدد سے
وہ فلسفے کہ جلا دے گئے دماغوں کو
کوئی سپاہِ ستم پیشہ چور کر نہ سکی
بشر کی جاگی ہوئی روح کے ایاغوں کو

قدم قدم پہ لہو نذر دے رہی ہے حیات
سپاہیوں سے الجھتے ہوئے چراغوں کو

رواں ہے قافلہ ، ارتقائے انسانی
نظامِ آتش و آہن کا دل ہلائے ہوئے
بغاوتوں کے دہل بج رہے ہیں چار طرف
نکل رہے ہیں جواں مشعلیں جلائے ہوئے
تمام ارض جہاں کھولتا سمندر ہے
تمام کوہ و بیاباں ہیں تلملائے ہوئے

مری صدا کو دبانا تو خیر ممکن ہے
مگر حیات کی للکار، کون روکے گا؟
فصیل آتش و آہن بہت بلند سہی
بدلتے وقت کی رفتار کون روکے گا؟
نئے خیال کی پرواز روکنے والو
نئے عوام کی تلوار کون روکے گا؟
پناہ لیتا ہے جن محبسوں میں تیرہ نظام
وہیں سے صبح کے لشکر نکلنے والے ہیں
اُبھر رہے ہیں فضاؤں میں احمریں پرچم
کنارے مشرق و مغرب کے ملنے والے ہیں
ہزار برق گرے ، لاکھ آندھیاں اٹھیں
وہ پھول کھل کے رہیں گے جو کھلنے والے ہیں



جب کبھی ان کی توجہ میں کمی پائی گئی
ازسرِ نو داستانِ شوق دہرائی گئی

بک گئے جب تیرے لب پھر تجھ کو کیا شکوہ اگر
زندگانی بادہ و ساغر سے بہلائی گئی

اے غمِ دنیا! تجھے کیا علم تیرے واسطے
کن بہانوں سے طبیعت راہ پر لائی گئی

ہم کریں ترکِ وفا اچھا چلو یوں ہی سہی
اور اگر ترکِ وفا سے بھی نہ رسوائی گئی

کیسے کیسے چشم و عارض گردِ غم سے بجھ گئے
کیسے کیسے پیکروں کی شان زیبائی گئی

دل کی دھڑکن میں توازن آ چلا ہے خیر ہو
میری نظریں بجھ گئیں یا تیری رعنائی گئی

ان کا غم، ان کا تصور، ان کے شکوے اب کہاں
اب تو یہ باتیں بھی اے دل ہو گئیں آئی گئی

جرأت انساں پہ گو تادیب کے پہرے رہے
فطرت انساں کو کب زنجیر پہنائی گئی

عرصۂ ہستی میں اب تیشہ زنوں کا دور ہے
رسمِ چنگیزی اٹھی، توقیرِ دارائی گئی!

متاعِ غیر

میرے خوابوں کے جھروکوں کو سجانے والی
تیرے خوابوں میں کہیں میرا گزر ہے کہ نہیں
پوچھ کر اپنی نگاہوں سے بتا دے مجھ کو
میری راتوں کے مقدر میں سحر ہے کہ نہیں

چار دن کی یہ رفاقت جو رفاقت بھی نہیں
عمر بھر کے لیے آزار ہوئی جاتی ہے
زندگی یوں تو ہمیشہ سے پریشان سی تھی
اب تو ہر سانس گراں بار ہوئی جاتی ہے

میری اجڑی ہوئی نیندوں کے شبستانوں میں
تو کسی خواب کے پیکر کی طرح آئی ہے
کبھی اپنی سی، کبھی غیر نظر آئی ہے
کبھی اِخلاص کی مورت! کبھی ہرجائی ہے

پیار پر بس تو نہیں ہے مرا، لیکن پھر بھی
تو بتا دے کہ تجھے پیار کروں یا نہ کروں
تو نے خود اپنے تبسم سے جگایا ہے جنہیں
ان تمناؤں کا اظہار کروں یا نہ کروں

تو کسی اور کے دامن کی کلی ہے، لیکن
میری راتیں تری خوشبو سے بسی رہتی ہیں
تو کہیں بھی ہو ترے پھول سے عارض کی قسم
تیری پلکیں مری آنکھوں پہ جھکی رہتی ہیں

تیرے ہاتھوں کی حرارت، تیرے سانسوں کی مہک
تیرتی رہتی ہے احساس کی پہنائی میں
ڈھونڈتی رہتی ہیں تخئیل، کی بانہیں تجھ کو
سرد راتوں کی سلگتی ہوئی تنہائی میں

تیرا اندازِ کرم ایک حقیقت ہے مگر
یہ حقیقت بھی، حقیقت میں فسانہ ہی نہ ہو
تیری مانوس نگاہوں کا یہ محتاط پیام
دل کے خوں کرنے کا ایک بہانہ ہی نہ ہو

کون جانے مرے امروز کا فردا کیا ہے
قربتیں بڑھ کے پشیمان بھی ہو جاتی ہیں
دل کے دامن سے لپٹتی ہوئی رنگیں نظریں

دیکھتے دیکھتے انجان بھی ہو جاتی ہیں

میری درماندہ جوانی کی تمناؤں کے
مضمحل خواب کی تعبیر بتا دے مجھ کو
تیرے دامن میں گلستاں بھی ہیں ویرانے بھی
میرا حاصل مری تقدیر بتا دے مجھ کو



ہر قدم مرحلۂ دار و صلیب آج بھی ہے
جو کبھی تھا وہی انساں کا نصیب آج بھی ہے

جگمگاتے ہیں افق پر یہ ستارے لیکن
راستہ منزل ہستی کا مہیب آج بھی ہے

سرِمقتل جنہیں جانا تھا وہ جا بھی پہنچے
سرِمنبر کوئی محتاط خطیب آج بھی ہے

اہلِ دانش نے جسے امرِ مسلّم مانا
اہلِ دل کے لیے وہ بات عجیب آج بھی ہے

یہ تری یاد ہے یا میری اذیت کوشی
ایک نشتر سا رگِ جاں کے قریب آج بھی ہے

کون جانے یہ ترا شاعر آشفتہ مزاج
کتنے مغرور خداؤں کا رقیب آج بھی ہے

بشرطِ استواری

خونِ جمہور میں بھیگے ہوئے پرچم لے کر
مجھ سے افراد کی شاہی نے وفا مانگی ہے
صبح کے نور پہ تعزیر لگانے کے لئے
شب کی سنگین سیاہی نے وفا مانگی ہے
اور یہ چاہا ہے کہ میں قافلۂ آدم کو
ٹوکنے والی نگاہوں کا مددگار بنوں!
جس تصور سے چراغاں ہے سرِ جادۂ زیست
اس تصور کی ہزیمت کا گنہگار بنوں!
ظلم پروردہ قوانین کے ایوانوں سے
بیڑیاں تکتی ہیں زنجیر صدا دیتی ہے
طاقِ تادیب سے انصاف کے بت گھورتے ہیں
مسند عادل سے شمشیر صدا دیتی ہے
لیکن اے عظمت انساں کے سنہرے خوابو
میں کسی تاج کی سطوت کا پرستار نہیں
میرے افکار کا عنوانِ ارادت تم ہو
میں تمہارا ہوں لیٹروں کا وفادار نہیں

انتظار

چاند مدہم ہے آسماں چپ ہے
نیند کی گود میں جہاں چپ ہے

دور وادی میں دودھیا بادل
جھک کے پربت کو پیار کرتے ہیں
دل میں ناکام حسرتیں لے کر
ہم ترا انتظار کرتے ہیں

ان بہاروں کے سائے میں آ جا
پھر محبت جواں رہے نہ رہے
زندگی تیرے نامرادوں پر!
کل تلک مہرباں رہے نہ رہے

روز کی طرح آج بھی تارے
صبح کی گرد میں نہ کھو جائیں
آ ترے غم میں جاگتی آنکھیں
کم سے کم ایک رات سو جائیں

چاند مدھم ہے آسماں چپ ہے
نیند کی گود میں جہاں چپ ہے

تیری آواز

رات سنسان تھی ، بوجھل تھیں فضا کی سانسیں
روح پر چھائے تھے بے نام غموں کے سائے
دل کو یہ ضد تھی کہ تو آئے تسلی دینے
میری کوشش تھی کہ کمبخت کو نیند آ جائے
دیر تک آنکھوں میں چبھتی رہی تاروں کی چمک
دیر تک ذہن سلگتا رہا تنہائی میں
اپنے ٹھکرائے ہوئے دوست کی پرسش کے لیے
تو نہ آئی مگر اس رات کی پہنائی میں
یوں اچانک تری آواز کہیں سے آئی
جیسے پربت کا جگر چیر کے جھرنا پھوٹے
یا زمینوں کی محبت میں تڑپ کر ناگاہ
آسمانوں سے کوئی شوخ ستارہ ٹوٹے
شہد سا گھل گیا تلخابۂ تنہائی میں
رنگ سا پھیل گیا دل کے سیہ خانے میں
دیر تک یوں تری مستانہ صدائیں گونجیں
جس طرح پھول چٹکنے لگیں ویرانے میں
تو بہت دور کسی انجمن ناز میں تھی
پھر بھی محسوس کیا میں نے کہ تو آئی ہے

اور نغموں میں چھپا کر مرے کھوئے ہوئے خواب
میری روٹھی ہوئی نیندوں کو منا لائی ہے

رات کی سطح پر ابھرے ترے چہرے کے نقوش
وہی چپ چاپ سی آنکھیں وہی سادہ سی نظر
وہی ڈھلکا ہوا آنچل وہی رفتار کا خم
وہی رہ رہ کے لچکتا ہوا نازک پیکر

تو میرے پاس نہ تھی پھر بھی سحر ہونے تک
تیرا ہر سانس مرے جسم کو چھو کر گزرا!
قطرہ قطرہ تیرے دیدار کی شبنم ٹپکی
لمحہ لمحہ تری خوشبو سے معطر گزرا!

اب یہی ہے تجھے منظور تو اے جانِ قرار
میں تری راہ نہ دیکھوں گا سیہ راتوں میں
ڈھونڈ لیں گی مری ترسی ہوئی نظریں تجھ کو
نغمہ و شعر کی اُمڈی ہوئی برساتوں میں

اب ترا پیار ستائے گا تو میری ہستی!
تیری مستی بھری آواز میں ڈھل جائے گی
اور یہ روح جو تیرے لیے بے چین سی ہے
گیت بن کر تیرے ہونٹوں پہ مچل جائے گی

تیرے نغمات ترے حسن کی ٹھنڈک لے کر
میرے تپتے ہوئے ماحول میں آ جائیں گے

چند گھڑیوں کے لیے ہوں کہ ہمیشہ کے لیے
مری جاگی ہوئی راتوں کو سلا جائیں گے



بھڑکا رہے ہیں آگ لبِ نغمہ گر سے ہم
خاموش کیا رہیں گے زمانے کے ڈر سے ہم

کچھ اور بڑھ گئے جو اندھیرے تو کیا ہوا
مایوس تو نہیں ہیں طلوعِ سحر سے ہم

لے دے کے اپنے پاس فقط اک نظر تو ہے
کیوں دیکھیں زندگی کو کسی کی نظر سے ہم

مانا کہ اس زمیں کو نہ گلزار کر سکے
کچھ خار کم تو کر گئے گزرے جدھر سے ہم

خوبصورت موڑ

چلو اک بار پھر سے اجنبی بن جائیں ہم دونوں
نہ میں تم سے کوئی امید رکھوں دلنوازی کی
نہ تم میری طرف دیکھو غلط انداز نظروں سے

نہ میرے دل کی دھڑکن لڑکھڑائے میری باتوں سے
نہ ظاہر ہو تمہاری کشمکش کا راز نظروں سے
تمہیں بھی کوئی الجھن روکتی ہے پیش قدمی سے
مجھے بھی لوگ کہتے ہیں کہ یہ جلوے پرائے ہیں
مرے ہمراہ بھی رسوائیاں ہیں میرے ماضی کی
تمہارے ساتھ بھی گزری ہوئی راتوں کے سائے ہیں

تعارف روگ ہو جائے تو اس کا بھولنا بہتر
تعلق بوجھ بن جائے تو اس کو توڑنا اچھا
وہ افسانہ جسے انجام تک لانا نہ ہو ممکن
اسے اک خوبصورت موڑ دے کر چھوڑنا اچھا
چلو اک بار پھر سے اجنبی بن جائیں ہم دونوں



اس طرف سے گزرے تھے قافلے بہاروں کے
آج تک سلگتے ہیں زخم رہگزاروں کے

خلوتوں کے شیدائی خلوتوں میں کھلتے ہیں
ہم سے پوچھ کر دیکھو، راز پردہ داروں کے

گیسوؤں کی چھاؤں میں، دل نواز چہرے ہیں
یا حسیں دھندلکوں میں، پھول ہیں بہاروں کے

پہلے ہنس کے ملتے ہیں، پھر نظر چراتے ہیں
آشنا صفت ہیں لوگ، اجنبی دیاروں کے

تم نے صرف چاہا ہے ہم نے چھو کے دیکھے ہیں
پیراہن گھٹاؤں کے، جسم برق پاروں کے

شغل مے پرستی گو، جشن نامرادی تھا
یوں بھی کٹ گئے کچھ دن تیرے سوگواروں کے

مرے عہد کے حسینو

وہ ستارے جن کی خاطر کئی بے قرار صدیاں
مری تیرہ بخت دنیا میں ستارہ وار جاگیں
کبھی رفعتوں پہ لپکیں، کبھی وسعتوں سے الجھیں
کبھی سوگوار سوئیں، کبھی نغمہ بار جاگیں

وہ بلند بام تارے وہ فلک مقام تارے
وہ نشان دے کے اپنا رہے بے نشاں ہمیشہ
وہ حسین، وہ نور زادے، وہ خلا کے شاہزادے
جو ہماری قسمتوں پر رہے حکمراں ہمیشہ

جنہیں مضمحل دلوں نے ابدی پناہ جانا
تھکے ہارے قافلوں نے جنہیں خضرِ راہ جانا

جنہیں کم سنوں نے چاہا کہ لپک کے پیار کر لیں
جنہیں مہوشوں نے مانگا کہ گلے کا ہار کر لیں
جنہیں عاشقوں نے چاہا کہ فلک سے توڑ لائیں
کسی راہ میں بچھائیں ، کسی سیج پر سجائیں
جنہیں بت گروں نے چاہا کہ صنم بنا کے پوجیں
یہ جو دور کے حسیں ہیں انہیں پاس لا کے پوجیں
جنہیں مطربوں نے چاہا کہ صداؤں میں پرو لیں
جنہیں شاعروں نے چاہا کہ خیال میں سمو لیں

جو ہزار کوششوں پر بھی شمار میں نہ آئے
کبھی خاکِ بے بضاعت کے دیار میں نہ آئے
جو ہماری دسترس سے رہے دور دور اب تک
ہمیں دیکھتے رہے ہیں جو بصد غرور اب تک

مرے عہد کے حسینو! وہ نظر نواز تارے
مرا دور عشق پرور تمہیں نذر دے رہا ہے
وہ جنوں جو آب و آتش کو اسیر کر چکا تھا!
وہ خلا کی وسعتوں سے بھی خراج لے رہا ہے

مرے ساتھ رہنے والو! مرے بعد آنے والو
میرے دور کا یہ تحفہ تمہیں سازگار آئے
کبھی تم خلا سے گزرو کسی سیم تن کی خاطر

کبھی تم کو دل میں رکھ کر کوئی گل عذار آئے

آوازِ آدم

دبے گی کب تک آوازِ آدم ہم بھی دیکھیں گے
رکیں گے کب تلک جذباتِ برہم ہم بھی دیکھیں گے
چلو یونہی سہی یہ جورِ پیہم ہم بھی دیکھیں گے

درِ زنداں سے دیکھیں یا عروجِ دار سے دیکھیں
تمہیں رسوا سرِ بازارِ عالم ہم بھی دیکھیں گے
ذرا دم لو مآلِ شوکتِ جم، ہم بھی دیکھیں گے

بہ زعمِ قوتِ فولاد و آہن دیکھ لو تم بھی
بہ فیضِ جذبہ ایمان محکم ، ہم بھی دیکھیں گے
جبینِ کج کلاہی خاک پر خم، ہم بھی دیکھیں گے

مکافاتِ عمل ، تاریخِ انساں کی روایت ہے
کرو گے کب تلک ناوک فراہم ، ہم بھی دیکھیں گے
کہاں تک ہے تمہارے ظلم میں دم ہم بھی دیکھیں گے

یہ ہنگامہ وداعِ شب ہے ، اے ظلمت کے فرزندو
سحر کے دوش پر گلنارِ پرچم ہم بھی دیکھیں گے
تمہیں بھی دیکھنا ہو گا یہ عالم ہم بھی دیکھیں گے



پھر نہ کیجئے مری گستاخ نگاہی کا گلہ
دیکھئے آپ نے پھر پیار سے دیکھا مجھ کو

پرچھائیاں

ایک طویل نظم

''پرچھائیاں'' میری پہلی طویل نظم ہے اس وقت ساری دنیا میں امن اور تہذیب کے تحفظ کے لیے جو تحریک چل رہی ہے یہ نظم اس کا ایک حصہ ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہر نوجوان نسل کو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ اسے جو دنیا اپنے بزرگوں سے ورثہ میں ملی ہے وہ آئندہ نسلوں کو اس سے بہتر اور خوبصورت دنیا دے کر جائے، میری یہ نظم اس کوشش کا ادبی روپ ہے۔

ساحر لدھیانوی

پرچھائیاں

جوان رات کے سینے پہ دودھیا آنچل
مچل رہا ہے کسی خوابِ مرمریں کی طرح
حسین پھول، حسیں پتیاں، حسیں شاخیں
لچک رہی ہیں کسی جسمِ نازنیں کی طرح

فضا میں گھل سے گئے ہیں افق کے نرم خطوط
زمیں حسین ہے خوابوں کی سرزمیں کی طرح
تصورات کی پرچھائیاں ابھرتی ہیں
کبھی گماں کی صورت کبھی یقیں کی طرح
وہ پیڑ جن کے تلے ہم پناہ لیتے تھے
کھڑے ہیں آج بھی ساکت کسی امیں کی طرح

انہی کے سائے میں پھر آج دو دھڑکتے دل
خموش ہونٹوں سے کچھ کہنے سننے آئے ہیں
نہ جانے کتنی کشاکش سے، کتنی کاوش سے
یہ سوتے جاگتے لمحے چرا کے لائے ہیں
یہی فضا تھی، یہی رت، یہی زمانہ تھا
یہیں سے ہم نے محبت کی ابتدا کی تھی
دھڑکتے دل سے، لرزتی ہوئی نگاہوں سے
حضورِ غیب میں ننھی سی التجا کی تھی
کہ آرزو کے کنول کھل کے پھول ہو جائیں
دل و نظر کی دعائیں قبول ہو جائیں

تصورات کی پرچھائیاں ابھرتی ہیں
تم آ رہی ہو زمانے کی آنکھ سے بچ کر
نظر جھکائے ہوئے اور بدن چرائے ہوئے

خود اپنے قدموں کی آہٹ سے جھینپتی ڈرتی
خود اپنے سائے کی جنبش سے خوف کھائے ہوئے

تصورات کی پرچھائیاں ابھرتی ہیں
رواں ہے چھوٹی سی کشتی ہواؤں کے رخ پر
ندی کے ساز پہ ملاح گیت گاتا ہے
تمہارا جسم ہر اک لہر کے جھکولے سے
مری کھلی ہوئی بانہوں میں جھول جاتا ہے

تصورات کی پرچھائیاں ابھرتی ہیں
میں پھول ٹانک رہا ہوں تمہارے جوڑے میں
تمہاری آنکھ مسرت سے جھکتی جاتی ہے
نہ جانے آج میں کیا بات کہنے والا ہوں
زبان خشک ہے آواز رکتی جاتی ہے

تصورات کی پرچھائیاں ابھرتی ہیں
مرے گلے میں تمہاری گداز بانہیں ہیں
تمہارے ہونٹوں پہ میرے لبوں کے سائے ہیں
مجھے یقیں ہے کہ ہم اب کبھی نہ بچھڑیں گے
تمہیں گمان کہ ہم مل کے بھی پرائے ہیں

تصورات کی پرچھائیاں ابھرتی ہیں
مرے پلنگ پہ بکھری ہوئی کتابوں کو
ادائے عجز و کرم سے اٹھا رہی ہو تم
سہاگ رات جو ڈھولک پہ گائے جاتے ہیں
دبے سروں میں وہی گیت گا رہی ہو تم

تصورات کی پرچھائیاں ابھرتی ہیں
وہ لمحے کتنے دلکش تھے وہ گھڑیاں کتنی پیاری تھیں
وہ سہرے کتنے نازک تھے وہ لڑیاں کتنی پیاری تھیں
بستی کی ہر اک شاداب گلی خوابوں کا جزیرہ تھی گویا
ہر موجِ نفس، ہر موجِ صبا، نغموں کا ذخیرہ تھی گویا

ناگاہ لہکتے کھیتوں سے ٹاپوں کی صدائیں آنے لگیں
بارود کی بوجھل بو لے کر پچھّم سے ہوائیں آنے لگیں
تعمیر کے روشن چہرے پر تخریب کا بادل پھیل گیا
ہر گاؤں میں وحشت ناچ اٹھی، ہر شہر میں جنگل پھیل گیا
مغرب کے مہذب ملکوں سے کچھ خاکی وردی پوش آئے
اٹھلاتے ہوئے مغرور آئے لہراتے ہوئے مدہوش آئے
خاموش زمیں کے سینے میں خیموں کی طنابیں گڑنے لگیں
مکھن سی ملائم راہوں پر بوٹوں کی خراشیں پڑنے لگیں

فوجوں کے بھیانک بینڈ تلے، چرخوں کی صدائیں ڈوب گئیں
جیپوں کی سلگتی دھول تلے، پھولوں کی قبائیں ڈوب گئیں
انسان کی قیمت گرنے لگی اجناس کے بھاؤ چڑھنے لگے
چوپال کی رونق گھٹنے لگی، بھرتی کے دفاتر بڑھنے لگے
بستی کے سجیلے شوخ جواں بن بن کے سپاہی جانے لگے
جس راہ سے کم ہی لوٹ سکے، اس راہ پہ راہی جانے لگے
ان جانے والے دستوں میں، غیرت بھی گئی، برنائی بھی
ماؤں کے جواں بیٹے بھی گئے، بہنوں کے چہیتے بھائی بھی
بستی پہ اداسی چھانے لگی، میلوں کی بہاریں ختم ہوئیں
آموں کی لچکتی شاخوں سے جھولوں کی قطاریں ختم ہوئیں
دھول اڑنے لگی بازاروں میں، بھوک اگنے لگی کھلیانوں میں
ہر چیز دکانوں سے اٹھ کر روپوش ہوئی تہہ خانوں میں
بدحال گھروں کی بدحالی، بڑھتے بڑھتے جنجال بنی
مہنگائی بڑھ کر کال بنی، ساری بستی کنگال بنی
چرواہیاں رستہ بھول گئیں، پنہاریاں پنگھٹ چھوڑ گئیں
کتنی ہی کنواری ابلائیں، ماں باپ کی چوکھٹ چھوڑ گئیں
افلاس زدہ دہقانوں کے، ہل بیل بکے کھلیان بکے
جینے کی تمنا کے ہاتھوں، جینے کے سب سامان بکے
کچھ بھی نہ رہا جب بکنے کو، جسموں کی تجارت ہونے لگی

خلوت میں بھی جو ممنوع تھی وہ جلوت میں جسارت ہونے لگی

تصورات کی پرچھائیں ابھرتی ہیں
تم آ رہی ہو سرِ شام بال بکھرائے
ہزار گونہ ملامت کا بار اٹھائے ہوئے
ہوس پرست نگاہوں کی چیرہ دستی سے
بدن کی جھینپتی عریانیاں چھپائے ہوئے

تصورات کی پرچھائیاں ابھرتی ہیں
میں شہر جا کے ہر اک در پہ جھانک آیا ہوں
کسی جگہ مری محنت کا مول مل نہ سکا
ستمگروں کے سیاسی قمار خانے میں
الم نصیب فراست کا مول مل نہ سکا

تصورات کی پرچھائیاں ابھرتی ہیں
تمہارے گھر میں قیامت کا شور برپا ہے
محاذ جنگ سے ہرکارہ "تار" لایا ہے
کہ جس کا ذکر تمہیں زندگی سے پیارا تھا
وہ بھائی "نرغۂ دشمن" میں کام آیا ہے

تصورات کی پرچھائیاں ابھرتی ہیں

ہر ایک گام پہ بدنامیوں کا جمگھٹ ہے
ہر ایک موڑ پہ رسوائیوں کے میلے ہیں
نہ دوستی ، نہ تکلف، نہ دلبری، نہ خلوص
کسی کا کوئی نہیں آج سب اکیلے ہیں

تصورات کی پرچھائیاں ابھرتی ہیں

وہ رہگذر جو مرے دل کی طرح سونی ہے
نہ جانے تم کو کہاں لے کے جانے والی ہے
تمہیں خرید رہے ہیں ضمیر کے قاتل
افق پہ خون تمنائے دل کی لالی ہے

تصورات کی پرچھائیاں ابھرتی ہیں

سورج کے لہو میں لتھڑی ہوئی وہ شام ہے اب تک یاد مجھے
چاہت کے سنہرے خوابوں کا انجام ہے اب تک یاد مجھے
اس شام مجھے معلوم ہوا کھیتوں کی طرح اس دنیا میں
سہمی ہوئی دو شیزاؤں کی مسکان بھی بیچی جاتی ہے
اس شام مجھے معلوم ہوا، اس کارگہِ زرداری میں
دو بھولی بھولی روحوں کی پہچان بھی بیچی جاتی ہے
اس شام مجھے معلوم ہوا جب باپ کی کھیتی چھن جائے
ممتا کے سنہرے خوابوں کی انمول نشانی بکتی ہے

اس شام مجھے معلوم ہوا، جب بھائی جنگ میں کام آئے
سرمائے کے قحبہ خانے میں بہنوں کی جوانی بکتی ہے
سورج کے لہو میں لتھڑی ہوئی وہ شام ہے اب تک یاد مجھے
چاہت کے سنہرے خوابوں کا انجام ہے اب تک یاد مجھے
تم آج ہزاروں میل یہاں سے دور کہیں تنہائی میں
یا بزم طرب آرائی میں
میرے سپنے بنتی ہو گی بیٹھی آغوش پرائی میں
اور میں سینے میں غم لے کر دن رات مشقت کرتا ہوں
جینے کی خاطر مرتا ہوں
اپنے فن کو رسوا کر کے اغیار کا دامن بھرتا ہوں
مجبور ہوں میں مجبور ہو تم مجبور یہ دنیا ساری ہے
تن کا دکھ من پر بھاری ہے
اس دور میں جینے کی قیمت یا دار و رسن یا خواری ہے
میں دار و رسن تک جا نہ سکا تم جہد کی حد تک آ نہ
سکیں
چاہا تو مگر اپنا نہ سکیں
ہم تو دو ایسی روحیں ہیں جو منزلِ تسکیں پا نہ سکیں
جینے کو جیئے جاتے ہیں مگر، سانسوں میں چتائیں جلتی ہیں
خاموش وفائیں جلتی ہیں

سنگین حقائق زاروں میں، خوابوں کی ردائیں جلتی ہیں
اور آج جب ان پیڑوں کے تلے پھر دو سائے لہرائے ہیں
پھر دو دل ملنے آئے ہیں
پھر موت کی آندھی اٹھی ہے پھر جنگ کے بادل چھائے
ہیں
میں سوچ رہا ہوں ان کا بھی اپنی ہی طرح انجام نہ ہو
ان کا بھی جنوں ناکام نہ ہو
ان کے بھی مقدر میں لکھی، اک خون میں لتھڑی شام نہ ہو
سورج کے لہو میں لتھڑی ہوئی وہ شام ہے اب تک یاد مجھے
چاہت کے سنہرے خوابوں کا انجام ہے اب تک یاد مجھے

ہمارا پیار حوادث کی تاب لا نہ سکا
مگر انہیں تو مرادوں کی رات مل جائے
ہمیں تو کشمکشِ مرگِ بے اماں ہی ملی
انہیں تو جھومتی گاتی حیات مل جائے
بہت دنوں سے ہے یہ مشغلہ سیاست کا
کہ جب جوان ہوں بچے تو قتل ہو جائیں
بہت دنوں سے یہ ہے خبط حکمرانوں کا
کہ دور دور کے ملکوں میں قحط بو جائیں
بہت دنوں سے محبت پناہ ڈھونڈتی ہے

بہت دنوں سے ستم دیدہ شاہراہوں میں
نگارِ زیست کی عصمت پناہ ڈھونڈتی ہے
چلو کہ آج سبھی پائمال روحوں سے
کہیں کہ اپنے ہر اک زخم کو زباں کر لیں
ہمارا راز ہمارا نہیں، سبھی کا ہے
چلو کہ سارے زمانے کو رازداں کر لیں
چلو کہ چل کے سیاسی مقامروں سے کہیں
کہ ہم کو جنگ و جدل کے چلن سے نفرت ہے
جسے لہو کے سوا کوئی رنگ راس نہ آئے
ہمیں حیات کے اس پیرہن سے نفرت ہے
کہو کہ اب کوئی قاتل اگر ادھر آیا
تو ہر قدم پہ زمیں تنگ ہوتی جائے گی
ہر ایک موجِ ہوا رُخ بدل کے جھپٹے گی
ہر ایک شاخ رگِ سنگ ہوتی جائے گی
اٹھو کہ آج ہر اک جنگجو سے یہ کہہ دیں
کہ ہم کو کام کی خاطر کلوں کی حاجت ہے
ہمیں کسی کی زمیں چھیننے کا شوق نہیں
ہمیں تو اپنی زمیں پر ہلوں کی حاجت ہے
کہو کہ اب کوئی تاجر ادھر کا رخ نہ کرے

اب اس جگہ کوئی کنواری نہ بیچی جائے گی
یہ کھیت جاگ پڑے، اٹھ کھڑی ہوئیں فصلیں
اب اس جگہ کوئی کیاری نہ بیچی جائے گی
یہ سرزمیں ہے گوتم کی اور نانک کی
اس ارضِ پاک پہ وحشی نہ چل سکیں گے کبھی
ہمارا خون امانت ہے نسل نو کے لیے
ہمارے خون پہ لشکر نہ پل سکیں گے کبھی
کہو کہ آج بھی ہم سب اگر خموش رہے
تو اس دمکتے ہوئے خاکداں کی خیر نہیں
جنوں کی ڈھالی ہوئی ایٹمی بلاؤں سے
زمیں کی خیر نہیں ، آسماں کی خیر نہیں
گزشتہ جنگ میں گھر ہی جلے مگر اس بار
عجب نہیں کہ یہ تنہائیاں بھی جل جائیں
گزشتہ جنگ میں پیکر جلے مگر اس بار
عجب نہیں کہ یہ پرچھائیاں بھی جل جائیں
تصورات کی پرچھائیاں ابھرتی ہیں

آؤ کہ کوئی خواب بنیں

مجھے معلوم ہے انجام روداد محبت کا
مگر ، کچھ اور تھوڑی دیر سعی رائیگاں کرلوں!



خوابوں کے آسرے پہ کٹی ہے تمام عمر

ساحر



وجہِ بے رنگیِ گلزار کہوں تو کیا ہو
کون ہے کتنا گنہگار کہوں تو کیا ہو
تم نے جو بات سربزم نہ سننا چاہی
میں وہی بات سرِ دار کہوں تو کیا ہو



نہ منہ چھپا کے جئے ہم ، نہ سر جھکا کے جئے
ستمگروں کی نظر سے نظر ملا کے جئے

اب ایک رات اگر کم جئے، تو کم ہی سہی
یہی بہت ہے کہ ہم مشعلیں جلا کے جئے

آؤ کہ کوئی خواب بنیں

آؤ کہ کوئی خواب بنیں، کل کے واسطے
ورنہ یہ رات، آج کے سنگین دور کی
ڈس لے گی جان و دل کو کچھ ایسے، کہ جان و دل
تا عمر پھر نہ کوئی حسیں خواب بن سکیں

گو ہم سے بھاگتی رہی یہ تیز گام عمر
خوابوں کے آسرے پہ کٹی ہے تمام عمر

زلفوں کے خواب، ہونٹوں کے خواب اور بدن کے خواب
معراجِ فن کے خواب، کمالِ سخن کے خواب
تہذیبِ زندگی کے، فروغِ وطن کے خواب
زنداں کے خواب، کوچۂ دار و رسن کے خواب

یہ خواب ہی تو اپنی جوانی کے پاس تھے
یہ خواب ہی تو اپنے عمل کی اساس تھے
یہ خواب، مر گئے ہیں تو بے رنگ ہے حیات
یوں ہے کہ جیسے دستِ تہہِ سنگ ہے حیات

آؤ کہ کوئی خواب بنیں، کل کے واسطے
ورنہ یہ رات آج کے سنگین دور کی
ڈس لے گی جان و دل کو کچھ ایسے کہ جان و دل
تاعمر پھر نہ کوئی حسیں خواب بن سکیں

بہت گھٹن ہے

بہت گھٹن ہے کوئی صورتِ بیاں نکلے
اگر صدا نہ اٹھے، کم سے کم فغاں نکلے
فقیرِ شہر کے تن پر لباس باقی ہے
امیرِ شہر کے ارماں ابھی کہاں نکلے
حقیقتیں ہیں سلامت تو خواب بہتیرے
اداس کیوں ہو جو کچھ خواب رائیگاں نکلے
وہ فلسفے جو ہر اک آستاں کے دشمن تھے
عمل میں آئے تو خود وقفِ آستاں نکلے
ادھر بھی خاک اڑی ہے، ادھر بھی زخم پڑے
جدھر سے ہو کے بہاروں کے کارواں نکلے
ستم کے دور میں ہم اہلِ دل ہی کام آئے
زباں پہ ناز تھا جن کو وہ بے زباں نکلے

قطعات

جہاں جہاں تری نظروں کی اوس ٹپکی تھی
وہاں وہاں سے ابھی تک غبار اٹھتا ہے
جہاں جہاں ترے جلووں کے پھول بکھرے تھے
وہاں وہاں دلِ وحشی پکار اٹھتا ہے



تپتے دل پر یوں گرتی ہے
تری نظر سے پیار کی شبنم
جلتے ہوئے جنگل پر جیسے
برکھا برسے، رک رک ، تھم تھم



کس کو خبر تھی ، کس کو یقین تھا ایسے بھی دن آئیں گے
جینا بھی مشکل ہو گا ، اور ہم مرنے بھی نہ پائیں گے
ہم جیسے برباد دلوں کا جینا کیا اور مرنا کیا
آج تری محفل سے اٹھے کل دنیا سے اٹھ جائیں گے



ہوش میں تھوڑی بے ہوشی ہے
بے ہوشی میں ہوش ہے کم
تجھ کو پانے کی کوشش میں
دونوں جہاں سے کھو گئے ہم

اب آئیں یا نہ آئیں

اب آئیں یا نہ آئیں ادھر، پوچھتے چلو
کیا چاہتی ہے ان کی نظر پوچھتے چلو

ہم سے اگر ہے ترکِ تعلق ، تو کیا ہوا
یارو! کوئی تو ان کی خبر پوچھتے چلو

جو خود کو کہہ رہے ہیں کہ منزل شناس ہیں
ان کو بھی کیا خبر ہے ، مگر پوچھتے چلو

کس منزلِ مراد کی جانب رواں ہیں ہم
اے رہروانِ خاک بسر پوچھتے چلو

ایک ملاقات

تری تڑپ سے نہ تڑپا تھا مرا دل، لیکن
ترے سکون سے بے چین ہو گیا ہوں میں
یہ جان کر تجھے کیا جانے، کتنا غم پہنچے
کہ آج تیرے خیالوں میں کھو گیا ہوں میں

کسی کی ہو کے تو اس طرح میرے گھر آئی
کہ جیسے پھر کبھی آئے تو گھر ملے نہ ملے
نظر اٹھائی، مگر ایسی بے یقینی سے
کہ جس طرح کوئی پیشِ نظر ملے نہ ملے

تو مسکرائی، مگر مسکرا کے رک سی گئی
کہ مسکرانے سے غم کی خبر ملے نہ ملے
رکی تو ایسے کہ جیسے تری ریاضت کو
اب اس ثمر سے زیادہ ثمر ملے نہ ملے

گئی تو سوگ میں ڈوبے قدم یہ کہہ کے گئے
سفر ہے شرط، شریکِ سفر ملے نہ ملے
تری تڑپ سے نہ تڑپا تھا میرا دل، لیکن
ترے سکون سے بے چین ہو گیا ہوں میں
یہ جان کر تجھے کیا جانے، کتنا غم پہنچے
کہ آج ترے خیالوں میں کھو گیا ہوں میں

خون پھر خون ہے

ایک مقتول لومبا، ایک زندہ لومبا سے کہیں زیادہ طاقتور ہوتا ہے
جواہر لال نہرو

ظلم پھر ظلم ہے، بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے
خون پھر خون ہے ٹپکے گا تو جم جائے گا

خاکِ صحرا پہ جمے یا کفِ قاتل پہ جمے
فرقِ انصاف پہ یا پائے سلاسل پہ جمے
تیغِ بیداد پہ، یا لاشۂ بسمل پہ جمے
خون پھر خون ہے ٹپکے گا تو جم جائے گا

لاکھ بیٹھے کوئی چھپ چھپ کے کمیں گاہوں میں
خون خود دیتا ہے جلادوں کے مسکن کا سراغ
سازشیں لاکھ اڑھاتی رہیں ظلمت کی نقاب
لے کے ہر بوند نکلتی ہے ہتھیلی پہ چراغ

ظلم کی قسمت ناکارہ و رسوا سے کہو
جبر کی حکمتِ پرکار کے ایما سے کہو
خون دیوانہ ہے، دامن پہ لپک سکتا ہے
شعلۂ تند ہے، خرمن پہ لپک سکتا ہے

تم نے جس خون کو مقتل میں دبانا چاہا
آج وہ کوچہ و بازار میں آ نکلا ہے
کہیں شعلہ ، کہیں نعرہ ، کہیں پتھر بن کر
خون چلتا ہے تو رکتا نہیں سنگینوں سے
سر اٹھاتا ہے تو دبتا نہیں آئینوں سے

ظلم کی بات ہی کیا ، ظلم کی اوقات ہی کیا
ظلم بس ظلم ہے آغاز سے انجام تلک
خون پھر خون ہے ، سو شکل بدل سکتا ہے
ایسی شکلیں کہ مٹاؤ تو مٹائے نہ بنے
ایسے شعلے کہ بجھاؤ تو بجھائے نہ بنے
ایسے نعرے کہ دباؤ تو دبائے نہ بنے

ہم عصر

تو بھی کچھ پریشاں ہے
تو بھی سوچتی ہو گی
تیرے نام کی شہرت تیرے کام کیا آئی
میں بھی کچھ پشیماں ہوں
میں بھی غور کرتا ہوں

میرے کام کی عظمت ، میرے کام کیا آئی
تیرے خواب بھی سونے
میرے خواب بھی سونے
تیری میری شہرت سے
تیرے میرے غم دونے
تو بھی اک سلگتا بن
میں بھی اک سلگتا بن
تیری قبر تیرا فن
میری قبر میرا فن
اب تجھے میں کیا دوں گا
اب مجھے تو کیا دے گی
تیری میری غفلت کو
زندگی سزا دے گی

تو بھی کچھ پریشاں ہے
تو بھی سوچتی ہو گی
تیرے نام کی شہرت ، تیرے کام کیا آئی
میں بھی کچھ پشیماں ہوں
میں بھی غور کرتا ہوں

لب پہ پابندی تو ہے

لب پہ پابندی تو ہے ، احساس پر پہرا تو ہے
پھر بھی اہلِ دل کو احوالِ بشر کہنا تو ہے

خونِ اعدا سے نہ ہو ، خونِ شہیداں ہی سے ہو
کچھ نہ کچھ اس دور میں رنگِ چمن نکھرا تو ہے

اپنی غیرت بیچ ڈالیں ، اپنا مسلک چھوڑ دیں
رہنماؤں میں بھی کچھ لوگوں کا یہ منشا تو ہے

ہے جنہیں سب سے زیادہ دعویِٰ حب الوطنی
آج ان کی وجہ سے حبِ وطن رسوا تو ہے

بجھ رہے ہیں ایک اک کر کے عقیدوں کے دیئے
اس اندھیرے کا بھی لیکن سامنا کرنا تو ہے

جھوٹ کیوں بولیں فروغِ مصلحت کے نام پر
زندگی پیاری سہی ، لیکن ہمیں مرنا تو ہے

جواہر لال نہرو

جسم کی موت کوئی موت نہیں ہوتی ہے
جسم مٹ جانے سے انسان نہیں مر جاتے
دھڑکنیں رکنے سے ارمان نہیں مر جاتے
سانس تھم جانے سے اعلان نہیں مر جاتے
ہونٹ جم جانے سے فرمان نہیں مر جاتے
جسم کی موت کوئی موت نہیں ہوتی ہے

وہ جو ہر دین سے منکر تھا ہر اک دھرم سے دور
پھر بھی ہر دین، ہر اک دھرم کا غمخوار رہا
ساری قوموں کے گناہوں کا کڑا بوجھ لیے
عمر بھر صورتِ عیسیٰ جو سرِ دار رہا
جس نے انسانوں کی تقسیم کے صدمے جھیلے
پھر بھی انساں کی اخوت کا پرستار رہا
جس کی نظروں میں تھا اک عالمی تہذیب کا خواب
جس کا ہر سانس نئے عہد کا معمار رہا
جس نے زردار معیشت کو گوارا نہ کیا
جس کو آئینِ مساوات پہ اصرار رہا
اس کے فرمانوں کی ، اعلانوں کی تعظیم کرو

راکھ تقسیم کی ، ارمان بھی تقسیم کرو

موت اور زیست کے سنگم پہ پریشاں کیوں ہو
اس کا بخشا ہوا سیہ رنگ علم لے کے چلو
جو تمہیں جادۂ منزل کا پتہ دیتا ہے
اپنی پیشانی پہ وہ نقشِ قدم لے کے چلو
دامنِ وقت پہ اب خون کے چھینٹے نہ پڑیں
اک مرکز کی طرف دیر و حرم لے کے چلو
ہم مٹا ڈالیں گے سرمایہ و محنت کا تضاد
یہ عقیدہ یہ ارادہ، یہ قسم لے کے چلو
وہ جو ہمراز رہا، حاضر و مستقبل کا
اس کے خوابوں کی خوشی ، روح کا غم لے کے چلو

جسم کی موت، کوئی موت نہیں ہوتی ہے

جسم مٹ جانے سے انسان نہیں مر جاتے
دھڑکیں رکنے سے ارمان نہیں مر جاتے
سانس تھم جانے سے اعلان نہیں مرے جاتے
ہونٹ جم جانے سے فرمان نہیں مر جاتے

جسم کی موت کوئی موت نہیں ہوتی ہے

اے شریف انسانو

ہندوستان اور پاکستان کی جنگ کے پس منظر میں لکھی گئی اور معاہدۂ تاشقند کی سالگرہ پر نشر کی گئی۔

خون اپنا ہو یا پرایا ہو
نسلِ آدم کا خون ہے آخر
جنگ مشرق میں ہو کہ مغرب میں
امنِ عالم کا خون ہے آخر

بم گھروں پر گریں کہ سرحد پر
روحِ تعمیر زخم کھاتی ہے
کھیت اپنے جلیں کہ اوروں کے
زیست فاقوں سے تلملاتی ہے

ٹینک آگے بڑھیں ، کہ پیچھے ہٹیں
کوکھ دھرتی کی بانجھ ہوتی ہے
فتح کا جشن ہو کہ ہار کا سوگ
زندگی میتوں پہ روتی ہے
جنگ تو خود ہی ایک مسئلہ ہے

جنگ کیا مسئلوں کا حل دے گی
آگ اور خون آج بخشے گی۔

بھوک اور احتیاج کل دے گی
اس لیے اے شریف انسانو!
جنگ ٹلتی رہے تو بہتر ہے
آپ اور ہم سبھی کے آنگن میں
شمع جلتی رہے تو بہتر ہے

۲

برتری کے ثبوت کی خاطر
خوں بہانا ہی کیا ضروری ہے
گھر کی تاریکیاں مٹانے کو
گھر جلانا ہی کیا ضروری ہے
جنگ کے اور بھی تو میداں ہیں
صرف میدانِ کشت و خوں ہی نہیں
حاصلِ زندگی خرد بھی ہے
حاصلِ زندگی جنوں ہی نہیں

آؤ اس تیرہ بخت دنیا میں
فکر کی روشنی کو عام کریں

امن کو جن سے تقویت پہنچے
ایسی جنگوں کا اہتمام کریں

جنگ، وحشت سے ، بربریت سے
امن ، تہذیب و ارتقاء کے لیے
جنگ ، مرگ آفریں سیاست سے
امن ، انسان کی قبا کے لیے

جنگ، افلاس اور غلامی سے
امن، بہتر نظام کی خاطر
جنگ بھٹکی ہوئی قیادت سے
امن، بے بس عوام کی خاطر

جنگ ، سرمائے کے تسلط سے
امن، جمہور کی خوشی کے لیے
جنگ، جنگوں کے فلسفے کے خلاف
امن، پرامن زندگی کے لیے

کیوں ہو؟

کل کے پھولوں سے تھا جس کا رشتہ   آج کے غنچہ چینوں میں کیوں ہو
سال خوردہ ایاغوں کی تلچھٹ   نوجواں آبگینوں میں کیوں ہو

ساعتِ فصلِ گل ہے جوانی　　کیوں نہ جشنِ مے و مہوشاں ہو
عاقبت کے عذابوں کا رونا　　ان مبارک مہینوں میں کیوں ہو
بغض کی آگ، نفرت کے شعلے　　میکشوں تک پہنچنے نہ پائیں
فصل پہ مندروں ، مسجدوں کی　　میکدوں کی زمینوں میں کیوں ہو

اہلِ دل اور بھی ہیں

کیا ہوا اگر مرے یاروں کی زبانیں چپ ہیں
میرے شاہد ، مرے یاروں کے سوا اور بھی ہیں

اہلِ دل اور بھی ہیں ، اہلِ وفا اور بھی ہیں
ایک ہم ہی نہیں دنیا سے خفا اور بھی ہیں
ہم پہ ہی ختم نہیں مسلکِ شوریدہ سری
چاک دل اور بھی ہیں ، چاک قبا اور بھی ہیں

سر سلامت ہے تو کیا سنگِ ملامت کی کمی
جان باقی ہے تو پیکانِ قضا اور بھی ہیں
منصفِ شہر کی وحدت پہ نہ حرف آ جائے
لوگ کہتے ہیں کہ اربابِ جفا اور بھی ہیں

۲۶ جنوری

آؤ کہ آج غور کریں اس سوال پر
دیکھے تھے ہم نے جو، وہ حسین خواب کیا ہوئے
دولت بڑھی تو ملک میں افلاس کیوں بڑھا
خوشحالیِ عوام کے اسباب کیا ہوئے
جو اپنے ساتھ ساتھ چلے کوئے دار تک
وہ دوست، وہ رفیق، وہ احباب کیا ہوئے
کیا مول لگ رہا ہے شہیدوں کے خون کا
مرتے تھے جن پہ ہم وہ سزایاب کیا ہوئے
بے کس برہنگی کو کفن تک نہیں نصیب
وہ وعدہ ہائے اطلس و کمخواب کیا ہوئے
جمہوریت نواز ، بشر دوست، امن خواہ
خود کو جو خود دیئے تھے وہ القاب کیا ہوئے
مذہب کا روگ آج بھی کیوں لا علاج ہے
وہ نسخہ ہائے نادر و نایاب کیا ہوئے
ہر کوچہ شعلہ زار ہے، ہر شہر قتل گاہ
یکجہتیِ حیات کے آداب کیا ہوئے
صحرائے تیرگی میں بھٹکتی ہے زندگی
ابھرے تھے جو افق پہ وہ مہتاب کیا ہوئے
مجرم ہوں میں اگر ، تو گنہگار تم بھی ہو
اے رہبرانِ قوم خطا کار تم بھی ہو

میں زندہ ہوں

میں زندہ ہوں، یہ مشتہر کیجیے
مرے قاتلوں کو خبر کیجیے

زمیں سخت ہے، آسماں دور ہے
بسر ہو سکے تو بسر کیجیے

ستم کے بہت سے ہیں ردِ عمل
ضروری نہیں چشمِ تر کیجیے

وہی ظلم بارِ دگر ہے تو پھر
وہی جرم بارِ دگر کیجیے

قفس توڑنا بعد کی بات ہے
ابھی خواہشِ بال و پر کیجیے

جشنِ غالب

اکیس برس گزرے آزادیِ کامل کو
تب جا کے کہیں ہم کو غالب کا خیال آیا

تربت ہے کہاں اس کی، مسکن تھا کہاں اس کا
اب اپنے سخن پرور ذہنوں میں سوال آیا

سو سال سے جو تربت چادر کو ترستی تھی
اب اس پہ عقیدت کے پھولوں کی نمائش ہے

اردو کے تعلق سے کچھ بھید نہیں کھلتا
یہ جشن یہ ہنگامہ، خدمت ہے کہ سازش ہے

جن شہروں میں گونجی تھی غالب کی نوا برسوں
ان شہروں میں اب اردو بے نام و نشاں ٹھہری

آزادیِ کامل کا اعلان ہوا جس دن
معتوب زباں ٹھہری، غدار زباں ٹھہری

جس عہدِ سیاست نے یہ زندہ زباں کچلی
اس عہدِ سیاست کو مرحوموں کا غم کیوں ہے

غالب جسے کہتے ہیں، اردو ہی کا شاعر تھا
اردو پہ ستم ڈھا کر غالب پہ کرم کیوں ہے

یہ جشن، یہ ہنگامے، دلچسپ کھلونے ہیں
کچھ لوگوں کی کوشش ہے، کچھ لوگ بہل جائیں

جو وعدۂ فردا پر اب ٹل نہیں سکتے ہیں
ممکن ہے کہ کچھ عرصہ اس جشن پہ ٹل جائیں

یہ جشن مبارک ہو، پر یہ بھی صداقت ہے
ہم لوگ حقیقت کے احساس سے عاری ہیں

گاندھی ہو کہ غالب ہو ، انصاف کی نظروں میں
ہم دونوں کے قاتل ہیں ، دونوں کے پجاری ہیں

گاندھی ہو یا غالب ہو

گاندھی شتابدی اور غالب صدی کے اختتام پر لکھی گئی

گاندھی ہو یا غالب ہو
ختم ہوا دونوں کا جشن
آؤ، انہیں اب کر دیں دفن

ختم کرو تہذیب کی بات
بند کرو کلچر کا شور
ستیہ ، اہنسا سب بکواس
ہم بھی قاتل، تم بھی چور
ختم ہوا دونوں کا جشن
آؤ، انہیں اب کر دیں دفن

وہ بستی ، وہ گاؤں ہی کیا؟
جس میں ہریجن ہو آزاد
وہ قصبہ، وہ شہر ہی کیا؟
جو نہ بنے احمد آباد
ختم ہوا دونوں کا جشن
آؤ ، انہیں اب کر دیں دفن

گاندھی ہو یا غالب ہو
دونوں کا کیا کام یہاں
اب کے برس بھی قتل ہوئی
ایک کی شکستا اک کی زباں
ختم ہوا دونوں کا جشن
آؤ، انہیں اب کر دیں دفن

دیکھا ہے زندگی کو

دیکھا ہے زندگی کو کچھ اتنے قریب سے
چہرے تمام لگنے لگے ہیں عجیب سے

اے روحِ عصر جاگ ، کہاں سو رہی ہے تو
آواز دے رہے ہیں پیمبر صلیب سے

اس رینگتی حیات کا کب تک اٹھائیں بار
بیمار اب الجھنے لگے ہیں طبیب سے

ہر گام پر ہے مجمعِ عشاق منتظر
مقتل کی راہ ملتی ہے کوئے حبیب سے

اس طرح زندگی نے دیا ہے ہمارا ساتھ
جیسے کوئی نباہ رہا ہو رقیب سے

لینن

(۱۹۱۷ء)

طبقوں میں بٹی دنیا صدیوں سے پریشاں تھی
غمناکیاں رہتی تھیں آباد خرابوں سے
عیش ایک کا لاکھوں کی غربت سے پنپتا تھا
منسوب تھی یہ حالت ، قدرت کے حسابوں سے
اخلاق پریشاں تھا، تہذیب ہراساں تھی
بدکار ''حضوروں'' سے ، بدنسل ''جنابوں'' سے
عیار سیاست نے ڈھانپا تھا جرائم کو
ارباب کلیسا کی حکمت کے نقابوں سے
انساں کے مقدر کو آزاد کیا تو نے
مذہب کے فریبوں سے ، شاہی کے عذابوں سے

لینن

(۱۹۷۰ء)

کیا جانیں تری امت، کس حال کو پہنچے گی
بڑھتی چلی جاتی ہے تعداد اماموں کی
ہر گوشہ مغرب میں ، ہر خطہ مشرق میں
تشریح دگرگوں ہے اب تیرے پیاموں کی

وہ لوگ جنہیں کل تک دعویٰ تھا رفاقت کا
تذلیل پہ اترے ہیں ، اپنوں ہی کے ناموں کی
بگڑے ہوئے تیور ہیں نو عمر سیاست کے
بھری ہوئی سانسیں ہیں نو مشق نظاموں کی
طبقوں سے نکل ہم فرقوں میں نہ بٹ جائیں
بن کر نہ بگڑ جائے تقدیر غلاموں کی

صدیوں سے

صدیوں سے انسان یہ سنتا آیا ہے
دُکھ کی دھوپ کے آگے ، سکھ کا سایا ہے

ہم کو ان سستی خوشیوں کا لوبھ نہ دو
ہم نے سوچ سمجھ کر غم اپنایا ہے

جھوٹ تو قاتل ٹھہرا، اس کا کیا رونا
سچ نے بھی انساں کا خون بہایا ہے

پیدائش کے دن سے موت کی زد میں ہیں
اس مقتل میں کون ہمیں لے آیا ہے

اول اول جس دل نے برباد کیا
آخر آخر وہ دل ہی کام آیا ہے

اتنے دن احسان کیا دیوانوں پر
جتنے دن لوگوں نے ساتھ نبھایا ہے

اے نئی نسل!

۲۲ نومبر ۱۹۷۰ء کو گورنمنٹ کالج لدھیانہ کی گولڈن جوبلی منائی گئی ، اس موقع پر کالج کے ایک سابق طالب علم کی حیثیت سے ساحر صاحب کو خاص طور پر مدعو کیا گیا اور ان کی نمایاں ادبی اور تہذیبی خدمات کے پیش نظر مرکزی وزیر تعلیم مشری آر۔ کے وی راؤ نے انہیں کالج کی طرف سے گولڈ میڈل پیش کیا۔ ساحر صاحب نے یہ نظم اس تقریب کے لیے لکھی اور اساتذہ اور نئے طالب علموں کے اجتماع میں پڑھی۔

☆......☆......☆

میرے اجداد کا وطن یہ شہر
میری تعلیم کا جہاں یہ مقام
میرے بچپن کی دوست، یہ گلیاں
جن میں رسوا ہوا شباب کا نام
یاد آتے ہیں ان فضاؤں میں
کتنے نزدیک اور دور کے نام
کتنے خوابوں کے ملگجے چہرے

کتنی یادوں کے مرمریں اجسام
کتنے ہنگامے، کتنی تحریکیں
کتنے نعرے جو تھے زباں زدِ عام

میں یہاں جب شعور کو پہنچا
اجنبی قوم کی تھی قوم غلام
یونین جیک درسگاہ پہ تھا
اور وطن میں تھا سامراجی نظام
اس مٹی کو ہاتھ میں لے کر
ہم بنے تھے بغاوتوں کے امام
یہیں جانچے تھے دھرم کے وشواش
یہیں پرکھے تھے دین کے اوہام
یہیں منکر بنے روایت کے
یہیں توڑے رواج کے اصنام
یہیں نکھرا تھا ذوقِ نغمہ گری
یہیں اترا تھا شعر کا الہام
میں جہاں بھی رہا، یہیں کا رہا
مجھ کو بھولے نہیں ہیں یہ درو بام
نام میرا جہاں جہاں پہنچا
ساتھ پہنچا ہے اس دیار کا نام

میں یہاں میزبان بھی ، مہماں بھی
آپ جو چاہیں دیجئے مجھے نام
نذر کرتا ہوں ان فضاؤں کی
اپنا دل ، اپنی روح، اپنا کلام
اور فیضانِ علم جاری ہو
اور اونچا ہو اس دیار کا نام
اور شاداب ہو یہ ارضِ حسیں
اور مہکے یہ وادیِ گلفام
اور ابھریں صنم گری کے نقوش
اور چھلکیں مئے سخن کے جام
اور نکلیں وہ بے نوا، جن کو
اپنا سب کچھ کہیں وطن کے عوام
قافلے آتے جاتے رہتے ہیں
کب ہوا ہے یہاں کسی کا قیام
نسل در نسل کام جاری ہے
کارِ دنیا کبھی ہوا نہ تمام
کل جہاں میں تھا آج تو ہے وہاں
اے نئی نسل! تجھ کو میرا سلام

نَے میں کچھ نہیں

نغمہ جو ہے تو روح میں ہے، نَے میں کچھ نہیں
گر تجھ میں نہیں ، تو کسی شے میں کچھ نہیں

تیرے لہو کی آنچ سے گرمی ہے جسم کی
مے کے ہزار وصف سہی ، مَے میں کچھ نہیں

جس میں خلوصِ فکر نہ ہو ، وہ سخن فضول
جس میں نہ دل شریک ہو ، اس لَے میں کچھ نہیں

کشکولِ فن اٹھا کے سوئے خسرواں نہ جا
اب دستِ اختیارِ جم و .ے میں کچھ نہیں

دل ابھی......!

زندگی سے انس ہے
حسن سے لگاؤ ہے
دھڑکنوں میں آج بھی
دل ابھی بجھا نہیں
رنگ بھر رہا ہوں میں

خاکۂ حیات میں
آج بھی ہوں منہمک
فکرِ کائنات میں
غم ابھی لٹا نہیں

حرفِ حق عزیز ہے
ظلم ناگوار ہے
عہدِ نو سے آج بھی
عہد، استوار ہے
میں ابھی مرا نہیں

یہ زمیں جس قدر......!

یہ زمیں جس قدر سجائی گئی
زندگی کی تڑپ بڑھائی گئی

آئینے سے بگڑ کے بیٹھ گئے
جن کی صورت جنھیں دکھائی گئی

دشمنوں ہی سے بیر نبھ جائے
دوستوں سے تو آشنائی گئی

نسل در نسل انتظار رہا
قصر ٹوٹے، نہ بے نوائی گئی

زندگی کا نصیب کیا کہیے
ایک سیتا تھی، جو ستائی گئی

ہم نہ اوتار تھے، نہ پیغمبر
کیوں یہ عظمت ہمیں دلائی گئی

موت پائی صلیب پر ہم نے
عمر بن باس میں بتائی گئی

بڑی طاقتیں

تم ہی تجویزِ صلح لاتے ہو
تم ہی سامانِ جنگ بانٹتے ہو
تم ہی کرتے ہو، قتل کا ماتم
تم ہی تیر و تفنگ بانٹتے ہو

لشکرکشی

فوج حق کو کچل نہیں سکتی

فوج چاہے کسی یزید کی ہو
لاش اُٹھتی ہے پھر علَم بن کر
لاش چاہے کسی شہید کی ہو

......مگر ظلم کے خلاف

ہم امن چاہتے ہیں مگر ظلم کے خلاف
گر جنگ لازمی ہے تو پھر جنگ ہی سہی

ظالم کو جو نہ روکے، وہ شامل ہے ظلم میں
قاتل کو جو نہ ٹوکے ، وہ قاتل کے ساتھ ہے
ہم سربکف اُٹھے ہیں کہ حق فتح یاب ہو
کہہ دو اسے جو لشکرِ باطل کے ساتھ ہے
اس ڈھنگ پر ہے زور ، تو یہ ڈھنگ ہی سہی

ظالم کی کوئی ذات ، نہ مذہب نہ کوئی قوم
ظالم کے لب پہ ذکر بھی ان کا گناہ ہے
پھلتی نہیں ہے شاخِ ستم اس زمین پر
تاریخ جانتی ہے ، زمانہ گواہ ہے
کچھ کور باطنوں کی نظر تنگ ہی سہی

یہ زر کی جنگ ہے نہ زمینوں کی جنگ ہے
یہ جنگ ہے بقا کے اصولوں کے واسطے

جو خون ہم نے نذر دیا ہے زمین کو
وہ خون ہے گلاب کے پھولوں کے واسطے
پھوٹے گی صبحِ امن، لہو رنگ ہی سہی

توڑ دیں گے ہراک شے سے رشتہ

توڑ دیں گے ہراک شے سے رشتہ توڑ دینے کی نوبت تو آئے
ہم قیامت کے خود منتظر ہیں ، پر کسی دن قیامت تو آئے

ہم بھی سقراط ہیں عہدِ نو کے ، تشنہ لب ہی نہ مر جائیں یارو
زہر ہو یا مئے آتشیں ہو، کوئی جامِ شہادت تو آئے

ایک تہذیب ہے دوستی کی ، ایک معیار ہے دشمنی کا
دوستوں نے مروت نہ سیکھی، دشمنوں کو عداوت تو آئے

رند رستے میں آنکھیں بچھائیں ، جو کہے بن سنے مان جائیں
ناصحِ نیک طینت کسی شب سوئے کوئے ملامت تو آئے

علم وتہذیب ، تاریخ ومنطق ، لوگ سوچیں گے ان مسئلوں پر
زندگی کے مشقت کدے میں کوئی عہد فراغت تو آئے

کانپ اٹھیں قصر شاہی کے گنبد، تھرتھرائے زمیں معبدوں کی
کوچہ گردوں کی وحشت تو جاگے، غمزدوں کو بغاوت تو آئے

بات کریں

سزا کا حال سنائیں ، جزا کی بات کریں
خدا ملا ہو جنہیں وہ خدا کی بات کریں

انہیں پتہ بھی چلے اور وہ خفا بھی نہ ہوں
اس احتیاط سے کیا مدعا کی بات کریں

ہمارے عہد کی تہذیب میں قبا ہی نہیں
اگر قبا ہو تو بندِ قبا کی بات کریں

ہر ایک دور کا مذہب نیا خدا لایا
کریں تو ہم بھی مگر کس خدا کی بات کریں

وفا شعار کئی ہیں ، کوئی حسیں بھی تو ہو
چلو پھر آج اسی بے وفا کی بات کریں

پیار کا تحفہ

اپنے جگری دوست لیش چوپڑہ کی شادی کے موقع

کارگر ہو گئی احباب کی تدبیر اب کے
مانگ لی آپ ہی دیوانے نے زنجیر اب کے

جس نے ہر دام میں آنے میں تکلف برتا
لے اڑی ہے اسے اک زلفِ گرہ گیر اب کے

جو سدا حسن کی اقلیم میں ممتاز رہے
دل کے آئینے میں اتری ہے وہ تصویر اب کے

خواب ہی خواب جوانی کا مقدر تھے کبھی
خواب سے بڑھ کے گلے مل گئی تعبیر اب کے

اجنبی خوش ہوئے اپنوں نے دعائیں مانگیں
اس سلیقے سے سنواری گئی تقدیر اب کے

یار کا جشن ہے اور پیار کا تحفہ ہیں یہ شعر
خودبخود ایک دعا بن گئی تحریر اب کے

میں پل دو پل کا شاعر ہوں

میں پل دو پل کا شاعر ہوں ، پل دو پل مری کہانی ہے
پل دو پل مری ہستی ہے ، پل دو پل مری جوانی ہے

مجھ سے پہلے کتنے شاعر، آئے اور آ کر چلے گئے
کچھ آہیں بھر کر لوٹ گئے، کچھ نغمے گا کر چلے گئے

وہ بھی اک پل کا قصہ تھے ، میں بھی اک پل کا قصہ ہوں
کل تم سے جدا ہو جاؤں گا، گو آج تمہارا حصہ ہوں

پل دو پل میں کچھ کہہ پایا، اتنی ہی سعادت کافی ہے
پل دو پل تم نے مجھ کو سنا، اتنی ہی عنایت کافی ہے

کل اور آئیں گے، نغموں کی کھلتی کلیاں چننے والے
مجھ سے بہتر کہنے والے تم سے بہتر سننے والے

ہر نسل اک فصل ہے دھرتی کی، آج اگتی ہے کل کٹتی ہے
جیون وہ مہنگی مدرا ہے، جو قطرہ قطرہ بٹتی ہے

ساگر سے ابھری لہر ہوں میں، ساگر میں پھر کھو جاؤں گا
مٹی کی روح کا سپنا ہوں، مٹی میں پھر سو جاؤں گا

کوئی مجھ کو یاد کرے، کیوں کوئی مجھ کو یاد کرے
مصروف زمانہ میرے لیے کیوں وقت اپنا برباد کرے

گو مسلکِ تسلیم و رضا

گو مسلکِ تسلیم و رضا بھی ہے کوئی چیز
پر غیرتِ اربابِ وفا بھی ہے کوئی چیز
کھلتا ہے ہر اک غنچۂ نو جوشِ نمو سے
یہ سچ ہے مگر لمسِ ہوا بھی ہے کوئی چیز

یہ بے رخیِ فطرتِ محبوب کے شاکی
اتنا بھی نہ سمجھے کہ ادا بھی ہے کوئی چیز
عبرت کدۂ دہر میں اے تارکِ دنیا
لذت کدۂ جرم و خطا بھی ہے کوئی چیز
لپکے گا گریباں پہ تو محسوس کرو گے
اے اہلِ دُوَل دستِ گدا بھی ہے کوئی چیز

جو لطفِ میکشی ہے......!

جو لطفِ میکشی ہے نگاروں میں آئے گا
یا باشعور بادہ گساروں میں آئے گا

وہ جس کو خلوتوں میں آنے سے عار ہے
آنے پہ آئے گا تو ہزاروں میں آئے گا

ہم نے خزاں کی فصل چمن سے نکال دی
ہم کو پیامِ مرگ بہاروں میں آئے گا

اس دورِ احتیاج میں جو لوگ جی لیے
ان کا بھی نام شعبدہ کاروں میں آئے گا

جو شخص مر گیا ہے وہ ملنے کبھی کبھی
پچھلے پہر کے سرد ستاروں میں آئے گا

ورثہ

یہ وطن، تیری مری نسل کی جاگیر نہیں
سینکڑوں نسلوں کی محنت نے سنوارا ہے اسے

کتنے ذہنوں کا لہو، کتنی نگاہوں کا عرق
کتنے چہروں کی حیا، کتنی جبینوں کی شفق
خاک کی نذر ہوئی تب یہ نظارے بکھرے

پتھروں سے یہ تراشے ہوئے اصنامِ جواں
یہ صداؤں کے خم و پیچ، یہ رنگوں کی زباں
چمنیوں سے یہ نکلتا ہوا پرپیچ دھواں

تیری تخلیق نہیں ہے، مری تخلیق نہیں
ہم اگر ضد بھی کریں اس پہ تو تصدیق نہیں

علم سولی پہ چڑھا، تب کہیں تخمینہ بنا
زہر صدیوں نے پیا، تب کہیں نوشینہ بنا
سینکڑوں پاؤں کٹے، تب کہیں اک زینہ بنا

تیرے قدموں کے تلے، یا مرے قدموں کے تلے
نوعِ انساں کے شب و روز کی تقدیر نہیں
یہ وطن تیری مری نسل کی جاگیر نہیں
سینکڑوں نسلوں کی محنت نے سنوارا ہے اسے

تیرا غم کچھ بھی سہی، میرا الم کچھ بھی سہی
اہلِ ثروت کی سیاست کا ستم کچھ بھی سہی
کل کی نسلیں بھی کوئی چیز ہیں، ہم کچھ بھی سہی

ان کا ورثہ ہوں کھنڈر، یہ ستم ایجاد نہ کر
تیری تخلیق نہیں تو اسے برباد نہ کر

جس سے دہقان کو روزی نہیں ملنے پاتی
میں نہ دوں گا تجھے وہ کھیت جلانے کا سبق
فصل باقی ہے تو تقسیم بدل سکتی ہے
فصل کی خاک سے کیا مانگے گا جمہور کا حق

پل سلامت ہے تو، تو پار اتر سکتا ہے
چاہے تبلیغِ بغاوت کے لیے ہی اترے
ورنہ غالب کی زباں میں مرے ہمدم مرے دوست
دام ہر موج میں ہے حلقۂ صد کامِ نہنگ
سوچ لے، پھر کوئی تعمیر گرانے جانا
تیری تعمیر سے ہے جنگ کہ تخریب سے جنگ

اہل منصب ہیں غلط کار تو ان کے منصب
تیری تائید سے ڈھالے گئے تو مجرم ہے
میری تائید سے ڈھالے گئے، میں مجرم ہوں
پٹڑیاں ریل کی، سڑکوں کی بسیں، فون کے تار
تیری اور میری خطاؤں کو سزا کیوں بھگتیں

ان پہ کیوں ظلم ہو جن کی کوئی تقصیر نہیں
یہ وطن، تیری مری نسل کی جاگیر نہیں
سینکڑوں نسلوں کی محنت نے سنوارا ہے اسے

تیرا شکوہ بھی بجا، میری شکایت بھی درست
رنگِ ماحول بدلنے کی ضرورت بھی درست
کون کہتا ہے کہ حالات پہ تنقید نہ کر
حکمرانوں کے غلط دعووں کی تردید نہ کر
تجھ کو اظہارِ خیالات کا حق حاصل ہے
اور یہ حق کوئی تاریخ کی خیرات نہیں
تیرے اور میرے رفیقوں نے لہو دے دیکر
ظلم کی خاک میں اس حق کا شجر بویا تھا
سالہا سال میں جو برگ و ثمر لایا ہے

اپنا حق مانگ مگر ان کے تعاون سے نہ مانگ
جو ترے حق کا تصور ہی فنا کر ڈالیں
ہاتھ اٹھا اپنے ، مگر ان کے جِلو میں نہ اٹھا
جو ترے ہاتھ ترے تن سے جدا کر ڈالیں

خوابِ آزادیِ انساں کی یہ تعبیر نہیں
یہ وطن، تیری مری نسل کی جاگیر نہیں
سینکڑوں نسلوں کی محنت نے سنوارا ہے اسے

گلشن گلشن پھول

گلشن گلشن پھول
دامن دامن دھول

مرنے پر تعزیر
جینے پر محصول

ہر جذبہ مصلوب
ہر خواہش مقتول

عشق پریشاں حال
نازِ حسن ملول

نعرۂ حق معتوب
مکر و ریا مقبول

سنورا نہیں جہان
آئے کئی رسول

......نادار تک نہیں پہنچا

فن جو نادار تک نہیں پہنچا
ابھی معیار تک نہیں پہنچا

اس نے بروقت بے رُخی برتی
شوق، آزار تک نہیں پہنچا

عکس مے ہو، کہ جلوۂ گل ہو
رنگ رخسار تک نہیں پہنچا

حرفِ انکار سربلند رہا
ضعف اقرار تک نہیں پہنچا

حکمِ سرکار کی پہنچ مت پوچھ
اہلِ سرکار تک نہیں پہنچا

عدل گاہیں تو دور کی شے ہیں
قتل اخبار تک نہیں پہنچا

انقلاباتِ دہر کی بنیاد
حق، جو حقدار تک نہیں پہنچا

وہ مسیحا نفس نہیں، جس کا
سلسلہ دار تک نہیں پہنچا

آج کا پیار تھوڑا بچا کر رکھو،

ایوارڈ ملنے پر ساحر لدھیانوی کی طرف سے دنیا بھر کے انسانوں کے خراج تحسین کا جواب

آپ کیا جانیں مجھ کو سمجھتے ہیں کیا
میں تو کچھ بھی نہیں
اس قدر پیار، اتنی بڑی بھیڑ کا، میں رکھوں گا کہاں ؟
اس قدر پیار رکھنے کے قابل نہیں میرا دل میری جان

مجھ کو اتنی محبت نہ دو دوستو
سوچ لو دوستو !
پیار اک شخص کا بھی اگر مل سکے
تو بڑی چیز ہے زندگی کے لیے
آدمی کو مگر یہ بھی ملتا نہیں، یہ بھی ملتا نہیں
مجھ کو اتنی محبت ملی آپ سے
یہ میرا حق نہیں، میری تقدیر ہے
میں زمانے کی نظروں میں کچھ بھی نہ تھا
میری آنکھوں میں اب تک وہ تصویر ہے
اس محبت کے بدلے میں کیا نذر دوں
میں تو کچھ بھی نہیں
عزتیں، شہرتیں، چاہتیں، الفتیں
کوئی بھی چیز دنیا میں رہتی نہیں
آج میں ہوں جہاں، کل کوئی اور تھا
آج اتنی محبت نہ دو دوستو
کہ مرے کل کی خاطر نہ کچھ بھی رہے
آج کا پیار تھوڑا بچا کر رکھو
میرے کل کے لیے
کل جو گمنام ہے، کل جو سنسان ہے
کل جو انجان ہے، کل جو ویران ہے
میں تو کچھ بھی نہیں، میں تو کچھ بھی نہیں

گاتا جائے بنجارہ

ساحر کے گیت



اپنے نغموں کی جھولی پسارے
دربدر پھر رہا ہوں
مجھ کو امن اور تہذیب کی بھیک دو!



کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے!
کہ جیسے تجھ کو بنایا گیا ہے میرے لیے
تو اب سے پہلے ستاروں میں بس رہی تھی کہیں
تجھے زمیں پہ بلایا گیا ہے میرے لیے
کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے
کہ یہ بدلتی نگاہیں مری امانت ہیں
یہ گیسوؤں کی گھنی چھاؤں ہے مری خاطر

یہ ہونٹ اور یہ بانہیں مری امانت ہیں
کبھی کبھی مرے دل میں خیال آتا ہے!
کہ جیسے بجتی ہیں شہنائیاں سی راہوں میں
سہاگ رات ہے، گھونگھٹ اٹھا رہا ہوں میں
سمٹ رہی ہے تو شرما کے اپنی بانہوں میں
کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے!
کہ جیسے تو مجھے چاہے گی عمر بھر یوں ہی
اُٹھے گی میری طرف پیار کی نظر یوں ہی
میں جانتا ہوں کہ تو غیر ہے مگر یوں ہی
کبھی کبھی مرے دل میں خیال آتا ہے!



سب میں شامل ہو مگر سب سے جدا لگتی ہو
صرف ہم سے نہیں خود سے بھی جدا لگتی ہو
آنکھ اُٹھتی ہے نہ جھکتی ہے کسی کی خاطر
سانس چڑھتی ہے نہ رکتی ہے کسی کی خاطر
جو کسی در پہ نہ ٹھہرے وہ ہوا لگتی ہو
زلف لہرائے تو آنچل میں چھپا لیتی ہو
ہونٹ تھرائے تو دانتوں میں دبا لیتی ہو
جو کبھی کھل کے نہ برسے وہ گھٹا لگتی ہے

جاگی جاگی نظر آئی ہو نہ سوئی سوئی!
تم جو ہو اپنے خیالات میں کھوئی کھوئی
کسی مایوس مصور کی دعا لگتی ہو!



شرما کے یوں نہ دیکھ ادا کے مقام سے
اب بات بڑھ چکی ہے حیا کے مقام سے

تصویر کھینچ لی ہے ترے شوخ حسن کی
میری نظر نے آج خطا کے مقام سے

دنیا کو بھول کر مری بانہوں میں جھول جا
آواز دے رہا ہوں وفا کے مقام سے

دل کے معاملے میں نتیجے کی فکر کیا
آگے ہے عشق جرم و سزا کے مقام سے

دوگانا

(ا)

میں نے دیکھا ہے کہ پھولوں سے لدی شاخوں میں
تم لچکتی ہوئی یوں میرے قریب آئی ہو

جیسے مدت سے یونہی ساتھ رہا ہو اپنا
جیسے اب کی نہیں، برسوں کی شناسائی ہو

(ب)

میں نے دیکھا ہے کہ گاتے ہوئے جھرنوں کے قریب
اپنی بے تابی جذبات کہی ہے تم نے
کانپتے ہونٹوں سے ، رکتی ہوئی آواز کے ساتھ
جو مرے دل میں تھی وہ بات کہی ہے تم نے

(ا)

آنچ دینے لگا قدموں کے تلے برف کا فرش
آج جانا کہ محبت میں ہے گرمی کتنی
سنگِ مرمر کی طرح سخت بدن میں تیرے
آ گئی ہے مرے چھو لینے سے نرمی کتنی

(ب)

ہم چلے جاتے ہیں ، اور دور تلک کوئی نہیں
صرف پتوں کے چٹخنے کی صدا آتی ہے

دل میں کچھ ایسے خیالات نے کروٹ لی ہے
مجھ کو تم سے نہیں ، اپنے سے حیا آتی ہے



جانے کیا تو نے کہی
جانے کیا میں نے سنی
بات کچھ بن ہی گئی
سنسناہٹ سی ہوئی
تھرتھراہٹ سی ہوئی
جاگ اٹھے خواب کئی
بات کچھ بن ہی گئی
نین جھک جھک کے اٹھے
پاؤں رک رک کے اٹھے
ہو گئی چال نئی
بات کچھ بن ہی گئی
زلف شانے پہ مڑی
ایک خوشبو سی اڑی
کھل گئے راز کئی
بات کچھ بن ہی گئی
جانے کیا تو نے کہی

دوگانا:

(ا)

پاؤں چھو لینے دو پھولوں کو عنایت ہو گی
ورنہ ہم کو نہیں ، ان کو بھی شکایت ہو گی

(ب)

آپ جو پھول بچھائیں انہیں ہم ٹھکرائیں
ہم کو ڈر ہے کہ یہ توہینِ محبت ہو گی

(ا)

دل کی بے چین امنگوں پہ کرم فرماؤ
اتنا رُک رُک کے چلو گی تو قیامت ہو گی!

(ب)

شرم روکے ہے ادھر، شوق ادھر کھینچے ہے
کیا خبر تھی اس دل کی یہ حالت ہو گی

(ا)

شرم غیروں سے ہوا کرتی ہے اپنوں سے نہیں
شرم ہم سے بھی کرو گی تو مصیبت ہو گی



مرے دل میں آج کیا ہے، تو کہے تو میں بتا دوں
تری زلف پھر سنواروں ، تری مانگ پھر سجا دوں

مجھے دیوتا بنا کر تری چاہتوں نے پوجا
مرا پیار کہہ رہا ہے میں تجھے خدا بنا دوں

کوئی ڈھونڈنے بھی آئے تو ہمیں نہ ڈھونڈ پائے
تو مجھے کہیں چھپا دے، میں تجھے کہیں چھپا دوں

مرے بازوؤں میں آ کر تیرا درد چین پائے
تیرے گیسوؤں میں چھپ کر میں جہاں کے غم بھلا دوں

تری زلف پھر سنواروں تری مانگ پھر سجا دوں
مرے دل میں آج کیا ہے تو کہے تو میں بتا دوں

دوگانا:

(ا)

ہم آپ کی آنکھوں میں اس دل کو بسا دیں تو ؟

(ب)

ہم موند کے پلکوں کو اس دل کو سزا دیں تو ؟

(ا)

ان زلفوں میں گوندھیں گے ہم پھول محبت کے

(ب)

زلفوں کو جھٹک کر ہم یہ پھول گرا دیں تو ؟

(ا)

ہم آپ کو خوابوں میں لا لا کے ستائیں گے

(ب)

ہم آپ کی آنکھوں سے نیندیں ہی اڑا دیں تو ؟

(ا)

ہم آپ کے قدموں پر گر جائیں گے غش کھا کے

(ب)

اس پر بھی نہ ہم اپنے آنچل کی ہوا دیں تو؟



نظر سے دل میں سمانے والے ، مری محبت ترے لیے ہے
وفا کی دنیا میں آنے والے ، وفا کی دولت ترے لیے ہے

کھڑی ہوں میں تیرے راستے میں، جواں امیدوں کے پھول لے کر
مہکتی زلفوں ، بہکتی نظروں کی گرم جنت ترے لیے ہے

سوا تری آرزو کے اس دل میں کوئی بھی آرزو نہیں ہے
ہر ایک جذبہ ہر ایک دھڑکن ہر ایک حسرت ترے لیے ہے

مرے خیالوں کے نرم پودوں سے جھانک کر مسکرانے والے
ہزار خوابوں سے جو سجی ہے وہ اک حقیقت ترے لیے ہے



یہ زلف اگر کھل کے بکھر جائے تو اچھا
اس رات کی تقدیر سنور جائے تو اچھا

جس طرح سے تھوڑی ترے ساتھ کٹی ہے
باقی بھی اسی طرح گزر جائے تو اچھا

دنیا کی نگاہوں میں بھلا کیا ہے برا کیا
یہ بوجھ اگر دل سے اتر جائے تو اچھا

ویسے تو تمہیں نے مجھے برباد کیا ہے
الزام کسی اور کے سر جائے تو اچھا
یہ زلف اگر کھل کے بکھر جائے تو اچھا



پگھلا ہے سونا دور گگن پر، پھیل رہے ہیں شام کے سائے
خاموشی کچھ بول رہی ہے
بھید انوکھے کھول رہی ہے
پنکھ پکھیرو سوچ میں گم ہیں، پیڑ کھڑے ہیں سیس جھکائے
پگھلا ہے سونا دور گگن پر، پھیل رہے ہیں شام کے سائے
دھندلے دھندلے مست نظارے
اڑتے بادل، مڑتے دھارے
چھپ کے نظر سے جانے یہ کس نے رنگ رنگیلے کھیل رچائے
پگھلا ہے سونا دور گگن پر، پھیل رہے ہیں شام کے سائے
کوئی بھی اس کا راز نہ جانے
ایک حقیقت لاکھ فسانے
ایک ہی جلوہ شام سویرے، بھیس بدل کر سامنے آئے
پگھلا ہے سونا دور گگن پر، پھیل رہے ہیں شام کے سائے!



پربتوں کے پیڑوں پر شام کا بسیرا ہے
سرمئی اجالا ہے ، چمپئی اندھیرا ہے

دونوں وقت ملتے ہیں دو دلوں کی صورت سے
آسماں نے خوش ہو کر رنگ سا بکھیرا ہے

ٹھہرے ٹھہرے پانی میں گیت سرسراتے ہیں
بھیگے بھیگے جھونکوں میں خوشبوؤں کا ڈیرا ہے

کیوں نہ جذب ہو جائیں اس حسیں نظارے میں
روشنی کا جھرمٹ ہے مستیوں کا گھیرا ہے



میں نے شاید تمہیں پہلے بھی کہیں دیکھا ہے
اجنبی سی ہو مگر غیر نہیں لگتی ہو
وہم سے بھی جو ہو نازک وہ یقیں لگتی ہو
ہائے یہ پھول سا چہرہ یہ گھنیری زلفیں
میرے شعروں سے بھی تم مجھ کو حسیں لگتی ہو
میں نے شاید تمہیں پہلے بھی کہیں دیکھا ہے
دیکھ کر تم کو کسی رات کی یاد آتی ہے

ایک خاموش ملاقات کی یاد آتی ہے
ذہن میں حسن کی ٹھنڈک کا اثر جاگتا ہے
آنچ دیتی ہوئی برسات کی یاد آتی ہے
میں نے شاید تمہیں پہلے بھی کہیں دیکھا ہے
میری آنکھوں پہ جھکی رہتی ہیں پلکیں جس کی
تم وہی میرے خیالوں کی پری ہو کہ نہیں
کہیں پہلے کی طرح پھر تو نہ کھو جاؤ گی
جو ہمیشہ کے لئے ہو وہ خوشی ہو کہ نہیں
میں نے شاید تمہیں پہلے بھی کہیں دیکھا ہے



دور رہ کر نہ کرو بات ، قریب آ جاؤ
یاد رہ جائے گی یہ رات ، قریب آ جاؤ

ایک مدت سے تمنا تھی تمہیں چھونے کی
آج بس میں نہیں جذبات ، قریب آ جاؤ

سرد شعلے سے بھڑکتے ہیں بدن میں شعلے
جان لے لے گی یہ برسات، قریب آ جاؤ

اس قدر ہم سے جھجکنے کی ضرورت کیا ہے
زندگی بھر کا ہے اب ساتھ ، قریب آ جاؤ

دوگانا:

(ا)

کشتی کا خاموش سفر ہے، شام بھی ہے تنہائی بھی
دور کنارے پر بجتی ہے، لہروں کی شہنائی بھی
آج مجھے کچھ کہنا ہے

(ب)

لیکن یہ شرمیلی نگاہیں، مجھ کو اجازت دیں تو کہوں
خود میری بے تاب امنگیں تھوڑی فرصت دیں تو کہوں
آج مجھے کچھ کہنا ہے

(ا)

جو کچھ تم کو کہنا ہے وہ میرے ہی دل کی بات نہ ہو
جو ہے مرے خوابوں کی منزل اس منزل کی بات نہ ہو
کہہ بھی دو، جو کہنا ہے

(ا)

کہتے ہوئے یہ ڈر لگتا ہے، کہہ کر بات نہ کھو بیٹھوں
یہ جو ذرا سا ساتھ ملا ہے، یہ بھی ساتھ نہ کھو بیٹھوں
آج مجھے کچھ کہنا ہے

(ب)

کب سے تمہارے رستے میں، میں پھول بچھائے بیٹھی ہوں
کہہ بھی چکو جو کہنا ہے، میں آس لگائے بیٹھی ہوں
کہہ بھی دو، جو کہنا ہے
دل نے دل کی بات سمجھ لی، اب منہ سے کیا کہنا ہے
آج نہیں تو کل کہہ لیں گے اب تو ساتھ ہی رہنا ہے
کہہ بھی دو جو کہنا ہے!
چھوڑو، اب کیا کہنا ہے!!



کون آیا کہ نگاہوں میں چمک جاگ اٹھی
دل کے سوئے ہوئے تاروں میں کھنک جاگ اٹھی
کس کے آنے کی خبر لے کے ہوائیں آئیں
جسم سے پھول چٹکنے کی صدائیں آئیں
روح کھلنے لگی، سانسوں میں مہک جاگ اٹھی
دل کے سوئے ہوئے تاروں میں کھنک جاگ اٹھی
کس نے یوں میری طرف دیکھ کے باہیں کھولیں
شوخ جذبات نے سینے میں نگاہیں کھولیں

ہونٹ تپنے لگے ، زلفوں میں لچک جاگ اٹھی
دل کے سوئے ہوئے تاروں میں کھنک جاگ اٹھی

کس کے ہاتھوں نے مرے ہاتھوں سے کچھ مانگا ہے
کس کے خوابوں نے مرے خوابوں سے کچھ مانگا ہے
دل مچلنے لگا آنچل میں دھنک جاگ اٹھی
دل کے سوئے ہوئے تاروں میں کھنک جاگ اٹھی



چہرے پہ خوشی چھا جاتی ہے آنکھوں میں سرور آ جاتا ہے
جب تم مجھے اپنا کہتے ہو اپنے پہ غرور آ جاتا ہے

تم حسن کی خود اک دنیا ہو ، شاید یہ تمہیں معلوم نہیں
محفل میں تمہارے آنے سے ہر چیز پہ نور آ جاتا ہے

ہم پاس سے تم کو کیا دیکھیں ، تم جب بھی مقابل ہوتے ہو
بے تاب نگاہوں کے آگے پردہ سا ضرور آ جاتا ہے

جب تم سے محبت کی ہم نے تب جا کے کہیں یہ راز کھلا
مرنے کا سلیقہ آتے ہی جینے کا شعور آ جاتا ہے



یہ پربتوں کے دائرے یہ شام کا دھواں
ایسے میں کیوں نہ چھیڑ دیں دلوں کی داستاں

ذرا سی زلف کھول دو
خزاں میں عطر گھول دو
نظر جو کہہ چکی ہے وہ
بات منہ سے بول دو
کہ جھوم اٹھے نگاہ میں بہاروں کا سماں

یہ چپ بھی اک سوال ہے
عجیب دل کا حال ہے
یہ اک خیال کھو گیا
بس اب یہی خیال ہے
یہ رنگ روپ یہ پون !
چمکتے چاند کا بدن
برا نہ مانو تم اگر !
تو چوم لوں کرن کرن
کہ آج حوصلوں میں ہیں بلا کی گرمیاں !



ہر وقت ترے حسن کا ہوتا ہے سماں اور
ہر وقت مجھے چاہیے اندازِ بیاں اور

پھولوں سا کبھی نرم ہے ، شعلوں سا کبھی گرم
مستانی ادائیں کبھی شوخی ہے کبھی شرم
ہر صبح گماں اور ہے ہر رات گماں اور

ملنے نہیں پاتیں ترے جلووں سے نگاہیں!
تھکنے نہیں پاتیں گلے لپٹا کے یہ بانہیں!
چھو لینے سے ہوتا ہے ترا جسم جواں اور

پلٹا ہے ترے حسن کا طوفانِ بہاراں
تو اپنی مثال آپ ہے اے جہانِ بہاراں
دنیا کے حسینوں میں نہیں تجھ سا جواں اور



غصے میں جو نکھرا ہے، اس حسن کا کیا کہنا
کچھ دیر ابھی ہم سے تم یوں ہی خفا رہنا

اس حسن کے شعلے کی تصویر بنا لیں ہم
ان گرم نگاہوں کو سینے سے لگا لیں ہم

پل بھر اسی عالم میں اے جانِ ادا رہنا
کچھ دیر ابھی ہم سے ، تم یوں ہی خفا رہنا

یہ دہکا ہوا چہرہ، یہ بکھری ہوئی زلفیں
یہ بڑھتی ہوئی دھڑکن ، یہ چڑھتی ہوئی سانسیں
سامانِ قضا ہو تم، سامانِ قضا رہنا
کچھ دیر ابھی ہم سے تم یوں ہی خفا رہنا

پہلے بھی حسیں تھیں تم ، لیکن یہ حقیقت ہے
وہ حسن مصیبت تھا، یہ حسن قیامت ہے
اوروں سے تو بڑھ کر ہو خود سے بھی سوا رہنا
کچھ دیر ابھی ہم سے تم یوں ہی خفا رہنا



ملے جتنی شراب، میں تو پیتا ہوں
رکھے کون یہ حساب میں تو پیتا ہوں

ایک انسان ہوں میں فرشتہ نہیں
جو فرشتے بنیں، ان سے رشتہ نہیں
کہو اچھا یا خراب، میں تو پیتا ہوں
ملے جتنی شراب، میں تو پیتا ہوں

ہوش مجھ کو رہے تو ستم گھیر لیں
کئی دکھ گھیر لیں ، کئی غم گھیر لیں

سہے کون یہ عذاب، میں تو پیتا ہوں
ملے جتنی شراب، میں تو پیتا ہوں
کوئی اپنا اگر ہو تو ٹوکے مجھے
میں غلط کر رہا ہوں تو روکے مجھے
کسے دینا ہے حساب میں تو پیتا ہوں
ملے جتنی شراب، میں تو پیتا ہوں



عمر خیام:

مقدر کا لکھا مٹتا نہیں آنسو بہانے سے
یہ وہ ہونی ہے جو ہو کر رہے گی ہر بہانے سے
اگر جینے کی خواہش ہے تو مستوں کی طرح جی لے
کہ محفل ہوش کی سونی پڑی ہے اک زمانے سے

رقاصہ:

یہ مچلتی اُمنگیں کہیں سو نہ جائیں
یہ صبحیں یہ شامیں یونہی کھو نہ جائیں
کوئی صبح لے لے کوئی شام لے لے
جوانی کے سر کوئی الزام لے لے

عمر خیام:

یہ موسم ، یہ ہوا، یہ رت سہانی پھر نہ آئے گی
ارے او جینے والے. زندگانی پھر نہ آئے گی
کوئی حسرت نہ رکھ دل میں یہ دنیا چار دن کی ہے
جوانی موج دریا ہے ، جوانی پھر نہ آئے گی

رقاصہ:

نگاہیں ملا، اور اک جام لے لے
جوانی کے سر کوئی الزام لے لے
گناہوں کے سائے میں پلتی ہے جنت
حسینوں کے ہمراہ چلتی ہے جنت
حسینوں کے پہلو میں آرام لے لے
جوانی کے سر کوئی الزام لے لے



یہ حسن مرا یہ عشق ترا رنگین تو ہے بدنام سہی
مجھ پر تو کئی الزام لگے، تجھ پر بھی کوئی الزام سہی

اس رات کی نکھری رنگت کو کچھ اور نکھر جانے دے ذرا
نظروں کو بہک جانے دے ذرا زلفوں کو بکھر جانے دے ذرا

کچھ دیر کی ہی تسکین سہی، کچھ دیر کا ہی آرام سہی

جذبات کی کلیاں چننی ہیں اور پیار کا تحفہ دینا ہے
لوگوں کی نگاہیں کچھ بھی کہیں لوگوں سے ہمیں کیا لینا ہے
یہ خاص تعلق آپس کا دنیا کی نظر میں عام سہی

رسوائی کے ڈر سے گھبرا کر ہم ترک وفا کب کرتے ہیں
جس دل کو بسا لیں پہلو میں اس دل کو جدا کب کرتے ہیں
جو حشر ہوا ہے لاکھوں کا اپنا بھی وہی انجام سہی

کب غم کی گھٹائیں چھا جائیں، معصوم خوشی کو علم نہیں
ہم آج تو جی لیں جی بھر کے، کل کیا ہو کسی کو علم نہیں
اک اور رسیلی صبح سہی اک اور نشیلی شام سہی



مجھے مل گیا بہانہ تیری دید کا
کیسی خوشی لے کے آیا چاند عید کا
زلف مچل کے کھل کھل جائے
چاند میں مستی گھل گھل جائے
ایسی خوشی آج ملی، آنکھوں میں نام نہیں نیند کا

جاگتی آنکھیں بنتی ہیں سپنے
تجھ کو بٹھا کے پہلو میں اپنے
دل کی لگی ایسی بڑھی، آنکھوں میں نام نہیں نیند کا
آتے ہی تیرے چٹکی ہیں کلیاں
دل بن بن کے دھڑکی ہیں گلیاں
ایسی سجی رات میری، آنکھوں میں نام نہیں نیند کا
کیسی خوشی لے کے آیا چاند عید کا



آج کی رات مرادوں کی برات آئی ہے
آج کی رات نہیں شکوے شکایت کے لیے
آج ہر لمحہ، ہر ایک پل ہے محبت کے لیے
ریشمی سیج ہے، مہکی ہوئی تنہائی ہے
آج کی رات مرادوں کی برات آئی ہے

ہر گنہ آج مقدس ہے فرشتوں کی طرح
کانپتے ہاتھوں کو مل جانے دو رشتوں کی طرح
آج ملنے میں نہ الجھن ہے نہ رسوائی ہے
آج کی رات مرادوں کی برات آئی ہے

اپنی زلفیں مرے شانے پہ بکھر جانے دو
اس حسیں رات کو کچھ اور نکھر جانے دو
صبح نے آج نہ آنے کی قسم کھائی ہے
آج کی رات مرادوں کی برات آئی ہے



شعر کا حسن ہو، نغموں کی جوانی ہو تم
اک دھڑکتی ہوئی شاداب کہانی ہو تم
آنکھ ایسی کہ کنول تم سے نشانی مانگے
زلف ایسی کہ گھٹا شرم سے پانی مانگے
جس طرف سے بھی نظر ڈالو سہانی ہو تم
جسم ایسا کہ اجنتا کا عمل یاد آئے
سنگ مرمر میں ڈھلا تاج محل یاد آئے
پگھلے پگھلے ہوئے رنگوں کی جوانی ہو تم
شعر کا حسن ہو، نغموں کی جوانی ہو تم



ہم جب چلیں تو یہ جہاں جھومے
آرزو ہماری آسماں چومے

ہم نئے جہاں کے پاسباں
ہم نئی بہار کے رازداں
ہم ہنسیں تو ہنس پڑے ہر کلی
ہم چلیں تو چل پڑے زندگی

سارے نظاروں میں، پھولوں میں تاروں میں ہم نے ہی جادو بھرا
ہم سے فضاؤں میں رنگ و بو
ہم ہیں اس زمیں کی آبرو
ندیوں کی راگنی ہم سے ہے
ہر طرف یہ تازگی ہم سے ہے
سارے نظاروں میں، پھولوں میں تاروں میں ہم نے ہی جادو بھرا
دور ہو گئیں سبھی مشکلیں!
کھنچ کے پاس آ گئیں منزلیں
دیکھ کر شباب کے حوصلے
خودبخود سمٹ گئے فاصلے
سارے نظاروں میں، پھولوں میں تاروں میں ہم نے ہی جادو بھرا



تم بھی چلو، ہم بھی چلیں، چلتی رہے زندگی
نہ زمیں منزل نہ آسماں، زندگی ہے زندگی

پیچھے دیکھے نہ کب مڑ کے راہوں میں !
مجھے میرا دل تمہیں لے کے بانہوں میں
دھڑکنوں کی زبان نت کہے داستان
پیار کی جھلمل چھاؤں میں پلتی رہے زندگی

بہتے چلیں ہم مستی کے دھاروں میں
گونجتے ہی رہیں سدا دل کے تاروں میں
اب رکے نہ کہیں پیار کا کارواں
نت نئی رت کے ڈھنگ ڈھلتی رہے زندگی



(ا)

نہ تو کارواں کی تلاش ہے، نہ تو ہم سفر کی تلاش ہے
مرے شوقِ خانہ خراب کو تری رہ گزر کی تلاش ہے

(ب)

مرے نامراد جنوں کا ہے جو علاج کوئی تو موت ہے
جو دوا کے نام پہ زہر دے اسی چارہ گر کی تلاش ہے

(ا)

ترا عشق ہے مری آرزو، ترا عشق ہے میری آبرو
ترا عشق کیسے میں چھوڑ دوں، مری عمر بھر کی تلاش ہے
دل عشق، جسم عشق ہے اور جان عشق ہے
ایمان کی جو پوچھو تو ایمان عشق ہے
تیرا عشق کیسے میں چھوڑ دوں، مری عمر بھر کی تلاش ہے

(پ)

وحشت دل رسن و دار سے روکی نہ گئی
کسی خنجر، کسی تلوار سے روکی نہ گئی
عشق، مجنوں کی وہ آواز ہے جس کے آگے
کوئی لیلیٰ کسی دیوار سے روکی نہ گئی
یہ عشق عشق ہے
وہ ہنس کے اگر مانگیں تو ہم جان بھی دے دیں
یہ جان تو کیا چیز ہے، ایمان بھی دے دیں
عشق آزاد ہے، ہندو نہ مسلمان ہے عشق
جس سے آگاہ نہیں شیخ و برہمن دونوں
اس حقیقت کا گرجتا ہوا اعلان ہے عشق
عشق نہ پچھے دین دھرم نوں عشق نہ پچھے ذاتاں
عشق دے ہتھوں گرم لہو وچ ڈبیاں لکھ براتاں

یہ عشق عشق ہے

جب جب کرشن کی بنسی باجی ، نکلی رادھا سج کے
جان اجان کا دھیان بھلا کے لوک لاج کو تج کے
بن بن ڈولی جنک دلاری پہن کے پریم کی مالا
روشن جل کی پیاسی میرا، پی گئی بس کا پیالا

یہ عشق عشق ہے

اللہ اور رسول کا فرمان عشق ہے
یعنی حدیث عشق ہے قرآن عشق ہے
گوتم کا اور مسیح کا ارمان عشق ہے
یہ کائنات عشق ہے اور جان عشق ہے
عشق سرمد، عشق ہی منصور ہے
عشق موسیٰ، عشق کوہ طور ہے
خاک کو بت اور بت کو دیوتا کرتا ہے عشق
انتہا یہ ہے کہ بندے کو خدا کرتا ہے عشق
انتہا یہ ہے کہ بندے کو خدا کرتا ہے عشق

یہ عشق عشق ہے



یار ہی میرا کپڑا لتا یار ہی میرا گہنا

یار ملے تو عزت سمجھوں کنجری بن کر رہنا
نی میں یار منانا نی چاہے لوگ بولیاں بولیں
میں تو باز نہ آنا نی چاہے زہر سوتنیں گھولیں
مکھڑا اس کا چاند کا ٹکڑا قد سرو کا بوٹا
اس کی بانہہ کا ہر ہر پورا لگتا کانچ ہے ٹوٹا
یار ملے تو جگ کیا کرنا یار بنا جگ سونا
جگ کے بدلے یار ملے تو یار کا مول دوں دونا
میں تو نئیں شرمانا نی چاہے لوگ بولیاں بولیں
میں تو سج سجانا نی چاہے زہر سوتنیں گھولیں
تھرک رہی مرے پیر کی جھانجر جھنک رہا مرا چوڑا
اڑ اڑ جائے آنچل میرا کھل کھل جائے جوڑا
بیٹھ اکیلی کرتی تھی میں دیواروں سے باتیں
آج ملا وہ یار تو بس گئیں پھر سے سونی راتیں
میں تو جھومر پانا نی چاہے لوگ بولیاں بولیں
نچ کے یار منانا نی چاہے زہر سوتنیں گھولیں
بچھڑے یار نے پھیرا ڈالا پریت سہاگن ہوئی
آج ملی جو دولت اس کا مول نہ جانے کوئی



ملتی ہے زندگی میں محبت کبھی کبھی
ہوتی ہے دلبروں کی عنایت کبھی کبھی

شرما کے منہ نہ پھیر نظر کے سوال پر
لاتی ہے ایسے موڑ پہ قسمت کبھی کبھی

کھلتے نہیں ہیں روز دریچے بہار کے
آتی ہے جانِ من یہ قیامت کبھی کبھی

تنہا نہ کٹ سکیں گے جوانی کے راستے
پیش آئے گی کسی کی ضرورت کبھی کبھی

پھر کھو نہ جائیں ہم کہیں دنیا کی بھیڑ میں
ملتی ہے پاس آنے کی مہلت کبھی کبھی



سرمئی رات ہے ستارے ہیں
آج دونوں جہاں ہمارے ہیں
صبح کا انتظار کون کرے
پھر یہ رت، یہ سماں ملے نہ ملے
آرزو کا چمن کھلے نہ کھلے
وقت کا اعتبار کون کرے
لے بھی لو ہم کو اپنی بانہوں میں
روح بے چین ہے نگاہوں میں
التجا بار بار کون کرے؟



نغمہ و شعر کی سوغات کسے پیش کروں
یہ چھلکتے ہوئے جذبات کسے پیش کروں؟
شوخ آنکھوں کے اجالوں کو لٹاؤں کس پر
مست زلفوں کی سیہ رات کسے پیش کروں؟
گرم سانسوں میں چھپے راز بتاؤں کس کو
نرم ہونٹوں میں دبی بات کسے پیش کروں؟
کوئی ہمراز تو پاؤں ، کوئی ہمدم تو ملے
دل کی دھڑکن کے اشارات کسے پیش کروں؟



اپنا دل پیش کروں ، اپنی وفا پیش کروں
کچھ سمجھ میں نہیں آتا تجھے کیا پیش کروں

تیرے ملنے کی خوشی میں کوئی نغمہ چھیڑوں
یا ترے درد جدائی کا گلہ پیش کروں

میرے خوابوں میں بھی تو ، میرے خیالوں میں بھی تو
کون سی چیز تجھے تجھ سے جدا پیش کروں

جو تیرے دل کو لبھائے وہ ادا مجھ میں نہیں
کیوں نہ تجھ کو کوئی تیری ہی ادا پیش کروں



سلامِ حسرت قبول کرلو
مری محبت قبول کرلو

اداس نظریں تڑپ تڑپ کر تمہارے جلووں کو ڈھونڈتی ہیں
جو خواب کی طرح کھو گئے ان حسین لمحوں کو ڈھونڈتی ہیں
اگر نہ ہو ناگوار تم کو ، تو یہ شکایت قبول کر لو!
میری محبت قبول کرلو

تمہی نگاہوں کی آرزو ہو ، تمہی خیالوں کا مدعا ہو
تمہی مرے واسطے صنم ہو، تمہی مرے واسطے خدا ہو
مری پرستش کی لاج رکھ لو ، مری عبادت قبول کر لو
مری محبت قبول کرلو

تمہاری جھکتی نظر سے جب تک نہ کوئی پیغام مل سکے گا
نہ روح تسکین پا سکے گی نہ دل کو آرام مل سکے گا
غمِ جدائی ہے جان لیوا، یہ اک حقیقت قبول کر لو
مری محبت قبول کرلو



بھولے سے محبت کر بیٹھا، ناداں تھا، بچارا ، دل ہی تو ہے
ہر دل سے خطا ہو جاتی ہے ؛ بگڑو نہ خدا را ، دل ہی تو ہے

اس طرح نگاہیں مت پھیرو ، ایسا نہ ہو دھڑکن رک جائے
سینے میں کوئی پتھر تو نہیں احساس کا مارا ، دل ہی تو ہے

جذبات بھی ہندو ہوتے ہیں چاہت بھی مسلمان ہوتی ہے
دنیا کا اشارہ تھا لیکن سمجھا نہ اشارہ ، دل ہی تو ہے

بیداد گروں کی ٹھوکر سے ، سب خواب سہانے چور ہوئے
اب دل کا سہارا غم ہی تو ہے ، اب غم کا سہارا دل ہی تو ہے



بھول سکتا ہے بھلا کون یہ پیاری آنکھیں
رنگ میں ڈوبی ہوئی نیند سے بھاری آنکھیں

میری ہر سوچ نے ، ہر سانس نے چاہا ہے تمہیں
جب سے دیکھا ہے تمہیں ، تب سے سراہا ہے تمہیں
بس گئی ہیں مری آنکھوں میں تمہاری آنکھیں

تم جو نظروں کو اٹھاؤ تو ستارے جھک جائیں
تم جو پلکوں کو جھکاؤ تو زمانے رک جائیں
کیوں نہ بن جائیں ان آنکھوں کی پجاری آنکھیں
جاگتی راتوں کو سپنوں کا خزانہ مل جائے
تم جو مل جاؤ تو جینے کا بہانہ مل جائے
اپنی قسمت پہ کریں ناز ہماری آنکھیں



یہ بہاروں کا سماں، چاند تاروں کا سماں
کھو نہ جائے ، آ بھی جا
آسماں سے رنگ بن کر بہہ رہی ہے چاندنی
بے زبانی کی زباں سے کہہ رہی ہے چاندنی
جاگتی رت ناگہاں ، سو نہ جائے آ بھی جا
رات کے ہمراہ ڈھلتی جا رہی ہے زندگی
شمع کی صورت پگھلتی جا رہی ہے زندگی
روشنی بجھ کر دھواں ہو نہ جائے آ بھی جا
آ ذرا ہنس کر نگاہوں میں نگاہیں ڈال دے
دیر کی ترسی ہوئی بانہوں میں بانہیں ڈال دے
حسرتوں کا کارواں کھو نہ جائے آ بھی جا



آج سجن مو ہے انگ لگا لو جنم سپھل ہو جائے
ہر دے کی پیڑ، ادیہہ کی اگنی سب شیتل ہو جائے
کیے لاکھ جتن ، مورے من کی پتن ، مورے تن کی جلن نہیں جائے
کیسی لاگی یہ لگن ، کیسی جاگی یہ اگن، جیا دھیر دھرن نہیں پائے
پریم سدھا اتنی برسا دو جگ جل تھل ہو جائے
آج سجن مو ہے انگ لگا لو جنم سپھل ہو جائے
کئی جگوں سے ہیں جاگے ، مورے نین ابھاگے ، کہیں جیا نہیں لاگے بن تورے
سکھ دیکھے ناہیں آگے ، دکھ پیچھے پیچھے بھاگے ، جگ سونا سونا لاگ بن تورے
پریم سدھا اتنی برسا دو جگ جل تھل ہو جائے
آج سجن مو ہے انگ لگا لو جنم سپھل ہو جائے
موہے اپنا بنا لو، موری بانہہ پکڑ، میں ہوں جنم جنم کی داسی
موری پیاس بجھا دو، منوہر گردھر، میں ہوں انتر گھٹ تک پیاسی
پریم سدھا اتنی برسا دو جگ جل تھل ہو جائے
آج سجن موہے انگ لگا لو، جنم سپھل ہو جائے



دوگانا:

(ا)

ابھی نہ جاؤ چھوڑ کر کہ دل ابھی بھرا نہیں
ابھی ابھی تو آئی ہو بہار بن کے چھائی
ہوا ذرا مہک تو لے نظر ذرا بہک تو لے
یہ شام ڈھل تو لے ذرا یہ دل سنبھل تو لے ذرا
میں تھوڑی دیر جی تو لوں نشے کے گھونٹ پی تو لوں
ابھی تو کچھ کہا نہیں ابھی تو کچھ سنا نہیں

(ب)

ستارے جھلملا اٹھے چراغ جگمگا اٹھے
بس اب نہ مجھ کو ٹوکنا نہ بڑھ کے راہ روکنا
اگر میں رک گئی ابھی تو جا نہ پاؤں گی کبھی
یہی کہو گے تم سدا کہ دل ابھی بھرا نہیں
جو ختم ہو کسی جگہ، یہ ایسا سلسلہ نہیں

(ا)

ادھوری آس چھوڑ کے ادھوری پیاس چھوڑ کے
جو روز یوں ہی جاؤ گی تو کس طرح نبھاؤ گی؟

کہ زندگی کی راہ میں جواں دلوں کی چاہ میں
کئی مقام آئیں گے جو ہم کو آزمائیں گے
برا نہ مانو بات کا، یہ پیار ہے گلہ نہیں

(ب)

جہاں میں ایسا کون ہے کہ جس کو غم ملا نہیں
دکھ اور سکھ کے راستے بنے ہیں سب کے واسطے
جو غم سے ہار جاؤ گے تو کس طرح نبھاؤ گے
خوشی ملے ہمیں کہ غم جو ہو گا بانٹ لیں گے ہم
مجھے تم آزماؤ تو ذرا نظر ملاؤ تو
یہ جسم دو سہی مگر، دلوں میں فاصلہ نہیں
تمہارے پیار کی قسم تمہارا غم ہے میرا غم
نہ یوں بجھے بجھے رہو۔ جو دل کی بات ہے کہو
جو مجھ سے بھی چھپاؤ گے تو پھر کسے بتاؤ گے
میں کوئی غیر تو نہیں دلاؤں کس طرح یقیں
کہ تم سے میں جدا نہیں ہوں، مجھ سے تم جدا نہیں



آج کیوں ہم سے پردہ ہے؟

تیرا ہر رنگ ہم نے دیکھا ہے
تیرا ہر ڈھنگ ہم نے دیکھا ہے
ہاتھ کھیلے ہیں تیری زلفوں سے
آنکھ واقف ہے تیرے جلووں سے
تجھ کو ہر طرح آزمایا ہے
پا کے کھویا ہے کھو کے پایا ہے
انکھڑیوں کا بیان سمجھتے ہیں
دھڑکنوں کی زباں سمجھتے ہیں
چوڑیوں کی کھنک سے واقف ہیں
چھاگلوں کی چھنک سے واقف ہیں
ناز و انداز جانتے ہیں ہم
تیرا ہر راز جانتے ہیں ہم
آج کیوں ہم سے پردہ ہے؟
منہ چھپانے سے فائدہ کیا ہے
دل دکھانے سے فائدہ کیا ہے
الجھی الجھی لٹیں سنوار کے آ
حسن کو اور بھی نکھار کے آ
نرم گالوں میں بجلیاں لے کر
شوخ آنکھوں میں تتلیاں لے کر
آ بھی جا اب ادا سے لہراتی

ایک دلہن کی طرح شرماتی
تو نہیں ہے تو رات سونی ہے
عشق کی کائنات میں
مرنے والوں کی زندگی تو ہے
اس اندھیرے کی روشنی تو ہے
آج کیوں ہم سے پردہ ہے؟
آ ترا انتظار کب سے ہے
ہر نظر بے قرار کب سے ہے
شمع رہ رہ کے جھلملاتی ہے
سانس تاروں کی ڈوبی جاتی ہے
تو اگر مہرباں ہو جائے
ہر تمنا جواں ہو جائے
آ بھی جا اب کہ رات جاتی ہے
ایک عاشق کی بات جاتی ہے
خیر ہو تری زندگانی کی
بھیک دے دے ہمیں جوانی کی
تجھ پہ سو جان سے فدا ہیں ہم
ایک مدت کے آشنا ہیں ہم
آج کیوں ہم سے پردہ ہے؟



مطلب نکل گیا ہے تو پہچانتے نہیں
یوں جا رہے ہیں جیسے ہمیں جانتے نہیں
اپنی غرض تھی جب تو لپٹنا قبول تھا
بانہوں کے دائرے میں سمٹنا قبول تھا
اب ہم منا رہے ہیں مگر مانتے نہیں
ہم نے تمہیں پسند کیا ، کیا برا کیا
رتبہ ہی کچھ بلند کیا ، کیا برا کیا
ہر اک گلی کی خاک تو ہم چھانتے نہیں
منہ پھیر کے نہ جاؤ ہمارے قریب سے
ملتا ہے کوئی چاہنے والا نصیب سے
اس طرح عاشقوں پہ کماں تانتے نہیں



مجھے گلے سے لگا لو بہت اداس ہوں میں
غم جہاں سے چھڑا لو بہت اداس ہوں میں
یہ انتظار کا دکھ اب سہا نہیں جاتا
تڑپ رہی ہے محبت رہا نہیں جاتا
تم اپنے پاس بلا لو بہت اداس ہوں میں
بھٹک چکی ہوں بہت زندگی کی راہوں میں

مجھے اب آ کے چھپا لو تم اپنی بانہوں میں
مرا سوال نہ ٹالو بہت اداس ہوں میں
ہر ایک سانس میں ملنے کی پیاس پلتی ہے
سلگ رہا ہے بدن اور روح جلتی ہے
بچا سکو تو بچا لو بہت اداس ہوں میں



نیلے گگن کے تلے، دھرتی کا پیار پلے
ایسے ہی جگ میں آتی ہیں صبحیں ، ایسے ہی شام
ڈھلے
نیلے گگن کے تلے
شبنم کے موتی، پھولوں پہ بکھیریں ، دونوں کی آس پھلے
بل کھاتی بیلیں ، مستی میں کھیلیں ، پیڑوں سے مل کے گلے
ندیا کا پانی ، دریا سے مل کے ، ساگر کی اور چلے
نیلے گگن کے تلے
دھرتی کا پیار پلے



کسی پتھر کی مورت سے محبت کا ارادہ ہے
پرستش کی تمنا ہے ، عبادت کا ارادہ ہے

جو دل کی دھڑکنیں سمجھے نہ آنکھوں کی زباں سمجھے
نظر کی گفتگو سمجھے، نہ جذبوں کا بیاں سمجھے
اسی کے سامنے اسی کی شکایت کا ارادہ ہے

سنا ہے ہر جواں پتھر کے دل میں آگ ہوتی ہے
مگر جب تک نہ چھیڑو شرم کے پردے میں سوتی ہے
یہ سوچا ہے کہ دل کی بات اس کے روبرو کر دیں
ہر اک بے جا تکلف سے بغاوت کا ارادہ ہے

محبت بے رخی سے اور بھڑکے گی، وہ کیا جانے
طبیعت اس ادا پر اور بھڑکے گی ، وہ کیا جانے
وہ کیا جانے کہ اپنی کس قیامت کا ارادہ ہے



دوگانا:

(ا)

جو وعدہ کیا وہ نبھانا پڑے گا
روکے زمانہ چاہے روکے خدائی تم کو آنا پڑے گا
ترستی نگاہوں نے آواز دی ہے
محبت کی راہوں نے آواز دی ہے

جان حیا، جان ادا، چھوڑو ترسانا، تم کو آنا پڑے گا

(ب)

یہ مانا ہمیں جاں سے جانا پڑے گا
پر یہ سمجھ لو، تم نے جب بھی پکارا ہم کو آنا پڑے گا
ہم اپنی وفا پر نہ الزام لیں گے
تمہیں دل دیا ہے، تمہیں جاں بھی دیں گے
جب عشق کا سودا کیا ، پھر کیا گھبرانا ہم کو آنا پڑے گا

(ا)

سبھی اہل دنیا یہ کہتے ہیں ہم سے
کہ آتا نہیں کوئی ملک عدم سے
آج ذرا، شان وفا، دیکھے زمانہ، تم کو آنا پڑے گا

(ب)

ہم آتے رہے ہیں ہم آتے رہیں گے
محبت کی رسمیں نبھاتے رہیں گے
جان وفا، تم دو صدا ، پھر کیا ٹھکانا ، ہم کو آنا پڑے گا



تیرے در پہ آیا ہوں کچھ کر کے جاؤں گا
جھولی بھر کے جاؤں گا یا مر کے جاؤں گا

تو سب کچھ جانے ہے ، ہر غم پہچانے ہے
جو دل کی الجھن ہے سب تجھ پہ روشن ہے
گھایل پروانہ ہوں، وحشی دیوانہ ہوں

دل غم سے حیراں ہے ، میری دنیا ویراں ہے
نظروں کی پیاس بجھا ، میرا بچھڑا یار ملا!
اب یہ غم چھوٹے گا ، ورنہ دم ٹوٹے گا
اب جینا مشکل ہے ، فریادیں لایا ہوں



تم اگر ساتھ دینے کا وعدہ کرو
میں یونہی مست نغمے لٹاتا رہوں
تم مجھے دیکھ کر مسکراتی رہو
میں تمہیں دیکھ کر گیت گاتا رہوں

کتنے جلوے فضاؤں میں بکھرے مگر
میں نے اب تک کسی کو پکارا نہیں
تم کو دیکھا تو نظریں یہ کہنے لگیں
ہم کو چہرے سے ہٹنا گوارا نہیں
تم اگر میری نظروں کے آگے رہو
میں ہر اک شے سے نظریں چراتا رہوں
میں نے خوابوں میں برسوں تراشا جسے
تم وہی سنگِ مرمر کی تصویر ہو
تم نہ سمجھو تمہارا مقدر ہوں میں
میں سمجھتا ہوں تم میری تقدیر ہو
تم اگر مجھ کو اپنا سمجھنے لگو
میں بہاروں کی محفل سجاتا رہوں!



جرمِ الفت پہ ہمیں لوگ سزا دیتے ہیں
کیسے نادان ہیں شعلوں کو ہوا دیتے ہیں

ہم سے دیوانے کہیں ترک وفا کرتے ہیں
جان جائے کہ رہے بات نبھا دیتے ہیں

آپ دولت کے ترازو میں دلوں کو تولیں
ہم محبت سے محبت کا صلہ دیتے ہیں

تخت کیا چیز ہے اور لعل و جواہر کیا ہیں
عشق والے تو خدائی بھی لٹا دیتے ہیں

ہم نے دل دے بھی دیا، عہدِ وفا لے بھی لیا
آپ اب شوق سے دے لیں جو سزا دیتے ہیں



غم کیوں ہو؟

جینے والوں کو جیتے جی مرنے کا غم کیوں ہو؟
شوخ لبوں پر آہیں کیوں ہوں آنکھوں میں نم کیوں ہو؟
آج اگر گلشن میں کلی کھلتی ہے تو کل مرجھاتی ہے
پھر بھی کھل کر ہنستی ہے اور ہنس کے چمن مہکاتی ہے
غم کیوں ہو؟

کل کا دن کس نے دیکھا ہے آج کا دن ہم کھوئیں کیوں
جن گھڑیوں میں ہنس سکتے ہیں ان گھڑیوں میں روئیں کیوں
غم کیوں ہو؟

گائے جا مستی کے ترانے، ٹھنڈی آہیں بھرنا کیا؟
موت آئی تو مر بھی لیں گے، موت سے پہلے مرنا کیا؟



میں ہر اک پل کا شاعر ہوں
ہر اک پل میری کہانی ہے
ہر اک پل میری ہستی ہے
ہر ایک پل میری جوانی ہے

رشتوں کا روپ بدلتا ہے
بنیادیں ختم نہیں ہوتیں
خوابوں کی اور اُمنگوں کی
میعادیں ختم نہیں ہوتیں

ہر پھول میں تیرا روپ بسا
ہر پھول میں تیری جوانی ہے
اک چہرہ تیری نشانی ہے
اک چہرہ میری نشانی ہے
تم کو مجھ کو جیون امرت
ان ہاتھوں سے ہی پینا ہے
ان کی دھڑکن میں بسنا ہے

ان کی سانسوں میں جینا ہے

تو اپنی ادائیں بخش انہیں

میں اپنی وفائیں دیتا ہوں

جو اپنے لیے سوچی تھی کبھی

وہ ساری دعائیں دیتا ہوں



یوں تو حسن ہر جگہ ہے، لیکن اس قدر نہیں

اے وطن کی سرزمیں!

یہ کھلی کھلی فضا یہ دھلا دھلا گگن

ندیوں کے پیچ و خم پربتوں کا بانکپن

تیری وادیاں جواں، تیرے راستے حسیں

اے وطن کی سرزمیں!

تیری خاک میں بسی ماں کے دودھ کی مہک

تیرے روپ میں رچی سورگ لوک کی جھلک

ہم میں ہی کمی رہی، تجھ میں کچھ کمی نہیں

اے وطن کی سرزمیں!

نعمتوں کے درمیاں بھوک پیاس کیوں رہے

تیرے پاس کیا نہیں تو اداس کیوں رہے

عام ہو گی وہ خوشی، جو ہے اب کہیں کہیں

اے وطن کی سرزمین!

تیری خاک کی قسم ہم تجھے سجائیں گے

ہر چھپا ہوا ہنر روشنی میں لائیں گے

آنے والے دور کی برکتوں پہ رکھ یقیں

اے وطن کی سرزمین!



ساتھی ہاتھ بڑھانا

ایک اکیلا تھک جائے گا مل کر بوجھ اٹھانا

ساتھی ہاتھ بڑھانا

ہم محنت والوں نے جب بھی مل کر قدم بڑھایا

ساگر نے رستہ چھوڑا پربت نے سیس جھکایا

فولادی ہیں سینے اپنے فولادی ہیں بانہیں

ہم چاہیں تو پیدا کر دیں چٹانوں میں راہیں

ساتھی ہاتھ بڑھانا

محنت اپنے لیکھ کی ریکھا، محنت سے کیا ڈرنا

کل غیروں کی خاطر کی آج اپنی خاطر کرنا

اپنا دکھ بھی ایک ہے ساتھی اپنا سکھ بھی ایک

اپنی منزل ، سچ کی منزل ، اپنا رستہ نیک
ساتھی ہاتھ بڑھانا

ایک سے ایک ملے تو قطرہ بن جاتا ہے دریا
ایک سے ایک ملے تو ذرہ بن جاتا ہے صحرا
ایک سے ایک ملے تو رائی بن سکتی ہے پربت
ایک سے ایک ملے تو انساں بس میں کرے قسمت
ساتھی ہاتھ بڑھانا

مائی سے ہم لال نکالیں موتی لائیں جل سے
جو کچھ اس دنیا میں بنا ہے بنا ہمارے بل سے
کب تک محنت کے پیروں میں دولت کی زنجیریں
ہاتھ بڑھا کر چھین لو اپنے خوابوں کی تعبیریں
ساتھی ہاتھ بڑھانا



یہ دیش ہے ویر جوانوں کا
البیلوں کا مستانوں کا
اس دیش کا یارو کیا کہنا
یہ دیش ہے دنیا کا گہنا

یہاں چوڑی چھاتی ویروں کی
یہاں گوری شکلیں ہیروں کی
یہاں گاتے ہیں رانجھے مستی میں
مچتی ہیں دھومیں بستی میں

پیڑوں پہ بہاریں جھولوں کی
راہوں میں قطاریں پھولوں کی
یہاں ہنستا ہے ساون بالوں میں
کھلتی ہیں کلیاں گالوں میں

کہیں دنگل شوخ جوانوں کے
کہیں کرتب تیر کمانوں کے
یہاں نت نت میلے سجتے ہیں
نت ڈھول اور تاشے بجتے ہیں

دلبر کے لیے دلدار ہیں ہم
دشمن کے لیے تلوار ہیں ہم
میداں میں اگر ہم ڈٹ جائیں
مشکل ہے کہ پیچھے ہٹ جائیں



دھرتی ماں کا مان، ہمارا پیارا لال نشان
تو یگ کی مسکان، ہمارا پیارا لال نشان

پونجی داد سے دب نہ سکے گا، یہ مزدور کسان کا جھنڈا
محنت کا حق لے کے رہے گا، محنت کش انسان کا جھنڈا
بودھا اور بلوان ہمارا، پیارا لال نشان

اس جھنڈے سے سانس اکھڑتی چور منافع خوروں کی
جنہوں نے انسانوں کی حالت کر دی ڈنگر ڈھوروں کی
ان کے خلاف اعلان ہمارا، پیارا لال نشان

فیکٹریوں کے دھول دھوئیں میں ہم نے خود کو پالا
خون پلا کر لوہے کو اس دیش کا بھار سنبھالا
محنت کے اس پوجا گھر پر پڑ نہ سکے گا تالا
دیش کے سادھن، دیش کا دھن ہیں جان لے پونجی والا
جیتے گا میدان، ہمارا پیارا لال نشان
دھرتی ماں کا مان، ہمارا پیارا لال نشان



وہ صبح کبھی تو آئے گی

ان کالی صدیوں کے سر سے، جب رات کا آنچل ڈھلکے گا
جب دکھ کے بادل پگھلیں گے، جب سکھ کا ساگر چھلکے گا
جب امبر جھوم کے ناچے گا، جب دھرتی نغمے گائے گا
وہ صبح کبھی تو آئے گی

جب صبح کی خاطر جگ جگ سے ہم سب مر مر کے جیتے ہیں
جس صبح کے امرت کی دھن میں ہم زہر کے پیالے پیتے ہیں
ان بھوکی پیاسی روحوں پر اک دن تو کرم فرمائے گی
وہ صبح کبھی تو آئے گی

مانا کہ ابھی تیرے میرے ارمانوں کی قیمت کچھ بھی نہیں
مٹی کا بھی ہے کچھ مول مگر انسانوں کی قیمت کچھ بھی نہیں
انسانوں کی عزت جب جھوٹے سکوں میں نہ تولی جائے گی
وہ صبح کبھی تو آئے گی

دولت کے لیے جب عورت کی عصمت کو نہ بیچا جائے گا
چاہت کو نہ کچلا جائے گا، غیرت کو نہ بیچا جائے گا
اپنے کالے کرتوتوں پر جب یہ دنیا شرمائے گی
وہ صبح کبھی تو آئے گی

بیتیں گے کبھی تو دن آخر یہ بھوک کے اور بیکاری کے
ٹوٹیں گے کبھی تو بت آخر دولت کی اجارہ داری کے
جب ایک انوکھی دنیا کی بنیاد اٹھائی جائے گی

وہ صبح کبھی تو آئے گی

مجبور بڑھاپا جب سونی راہوں کی دھول نہ پھانکے گا
معصوم لڑکپن جب گندی گلیوں میں بھیک نہ مانگے گا
حق مانگنے والوں کو جس دن سولی نہ دکھائی جائے گی

وہ صبح کبھی تو آئے گی

فاقوں کی چتاؤں پر جس دن انساں نہ جلائے جائیں گے
سینوں کے دہکتے دوزخ میں ارماں نہ جلائے جائیں گے
یہ نرک سے بھی گندی دنیا، جب سورگ بنائی جائے گی

وہ صبح کبھی تو آئے گی

۲

وہ صبح ہمیں سے آئے گی

جب دھرتی کروٹ بدلے گی، جب قید سے قیدی چھوٹیں گے
جب پاپ گھروندے پھوٹیں گے، جب ظلم کے بندھن ٹوٹیں گے
اس صبح کو ہم ہی لائیں گے، وہ صبح ہمیں سے آئے گی

وہ صبح ہمیں سے آئے گی

منحوس سماجی ڈھانچوں میں جب ظلم نہ پالے جائیں گے
جب ہاتھ نہ کاٹے جائیں گے، جب سر نہ اچھالے جائیں گے
جیلوں کے بنا جب دنیا کی سرکار چلائی جائے گی!

وہ صبح ہمیں سے آئے گی

سنسار کے سارے محنت کش کھیتوں سے ملوں سے نکلیں گے
بے گھر، بے در، بے بس انسان تاریک بلوں سے نکلیں گے
دنیا امن اور خوشحالی کے پھولوں سے سجائی جائے گی

وہ صبح ہمیں سے آئے گی



رات کے راہی تھک مت جانا، صبح کی منزل دور نہیں
دھرتی کے پھیلے آنگن میں پل دو پل ہے رات کا ڈیرا
ظلم کا سینہ چیر کے دیکھو، جھانک رہا ہے نیا سویرا
ڈھلتا دن مجبور سہی، چڑھتا سورج مجبور نہیں

صدیوں تک چپ رہنے والے اب اپنا حق لے کے رہیں گے
جو کرنا ہے کھل کے کریں گے جو کہنا ہے صاف کہیں گے
جیتے جی گھٹ گھٹ کر مرنا اس یگ کا دستور نہیں

ٹوٹیں گی بوجھل زنجیریں، جاگیں گی سوتی تقدیریں
لوٹ پہ کب تک پہرا دیں گی زنگ لگی خونیں زنجیریں
رہ نہیں سکتا اس دنیا میں جو سب کو منظور نہیں



رات بھر کا ہے مہماں اندھیرا
کس کے روکے رکا ہے سویرا
رات جتنی بھی سنگین ہو گی
صبح اتنی ہی رنگین ہو گی
غم نہ کر گر ہے بادل گھنیرا
کس کے روکے رکا ہے سویرا
لب پہ شکوہ نہ لا، اشک پی لے
جس طرح بھی ہو کچھ دیر جی لے
اب اکھڑنے کو ہے غم کا ڈیرا
کس کے روکے رکا ہے سویرا
یوں ہی دنیا میں آ کر نہ جانا
صرف آنسو بہا کر نہ جانا
مسکراہٹ پہ بھی حق ہے تیرا
کس کے روکے رکا ہے سویرا



اب کوئی گلشن نہ اجڑے اب وطن آزاد ہے
روح گنگا کی ہمالہ کا بدن آزاد ہے

کھیتیاں سونا اگائیں ، وادیاں موتی لٹائیں
آج گوتم کی زمیں ، تلسی کا بن آزاد

مندروں میں سنکھ باجے مسجدوں میں ہو اذاں
شیخ کا دھرم اور دین برہمن آزاد ہے

لوٹ کیسی بھی ہو اب اس دیش میں رہنے نہ پائے
آج سب کے واسطے دھرتی کا دھن آزاد ہے



زور لگا کے.......... ہیا
پیر جما کے.......... ہیا
جان لڑا کے.......... ہیا
آنگن میں بیٹھی ہے مچھیرن تیری آس لگائے
ارمانوں اور آشاؤں کے لاکھوں دیپ جلائے
بھولا پن رستہ دیکھے، ممتا خیر منائے
زور لگا کر کھینچ مچھیرے ڈھیل نہ آئے پائے
.... ہیا ہیا
زور لگا کے .... ہیا

پیر جما کے .... ہیا

جان لڑا کے .... ہیا

جنم جنم سے اپنے سر پر طوفانوں کے سائے

لہریں اپنی ہمجولی ہیں اور بادل ہمسائے

جل اور جال ہیں جیون اپنا، کیا سردی کیا گرمی

اپنی ہمت کبھی نہ ٹوٹے ، رُت آئے' رُت جائے

ہیا ہیا ....

زور لگا کے .... ہیا

پیر جما کے .... ہیا

جان لڑا کے .... ہیا

کیا جانے کب ساگر اُمڈے کب برکھا آ جائے

بھوک سروں پر منڈلائے منہ کھولے، پر پھیلائے

آج ملا سو اپنی پونجی ، کل کی ہاتھ پرائے

تنی ہوئی بانہوں سے کہہ دو ، لوچ نہ آنے پائے

ہیا ہیا ....

زور لگا کے .... ہیا

پیر جما کے .... ہیا

جان لڑا کے .... ہیا



آپ نہ جانے مجھ کو سمجھتے ہیں کیا ؟

میں تو کچھ بھی نہیں

اس قدر پیار اتنی بڑی بھیڑ کا

میں رکھوں گا کہاں ؟

اس قدر پیار رکھنے کے قابل نہیں

میرا دل میری جاں

مجھ کو اتنی محبت نہ دو دوستو

سوچ لو دوستو !

اس قدر پیار کیسے نبھاؤں گا میں

میں تو کچھ بھی نہیں

عزتیں ، شہرتیں ، چاہتیں ، اُلفتیں

کوئی بھی چیز دنیا میں رہتی نہیں

آج میں ہوں جہاں کل کوئی اور تھا

یہ بھی اک دور ہے وہ بھی اک دور تھا

آج اتنی محبت نہ دو دوستو

کہ میرے کل کی خاطر نہ کچھ بھی بچے

آج کا پیار تھوڑا بچا کر رکھو
میرے کل کے لیے

کل جو گمنام ہے، کل جو سنسان ہے
کل جو انجان ہے، کل جو ویران ہے
میں تو کچھ بھی نہیں
میں تو کچھ بھی نہیں



رنگ اور نور کی بارات کے پیش کروں
یہ مرادوں کی حسیں رات کسے پیش کروں
میں نے جذبات نبھائے ہیں اصولوں کی جگہ
اپنے ارمان پرو لایا ہوں پھولوں کی جگہ
تیرے سہرے کی یہ سوغات کسے پیش کروں
یہ میرے شعر، مرے آخری نذرانے ہیں
میں ان اپنوں میں ہوں جو آج سے بیگانے ہیں
بے تعلق سی ملاقات کسے پیش کروں
سرخ جوڑے کی تب و تاب مبارک ہو تجھے
تیری آنکھوں کا نیا خواب مبارک ہو تجھے

میں یہ خواہش یہ خیالات کسے پیش کروں
کون کہتا ہے کہ چاہت پہ سبھی کا حق ہے
تو جسے چاہے ترا پیار اسی کا حق ہے
مجھ سے کہہ دے میں ترا ہات کسے پیش کروں



چھو لینے دو نازک ہونٹوں کو، کچھ اور نہیں ہے جام ہے یہ
قدرت نے جو ہم کو بخشا ہے، وہ سب سے حسیں انعام ہے یہ
شرما کے نہ یونہی کھو دینا رنگین جوانی کی گھڑیاں
بے تاب دھڑکتے سینوں کا ارمان بھرا پیغام ہے یہ
اچھوں کو برا ثابت کرنا دنیا کی پرانی عادت ہے
اس مے کو مبارک چیز سمجھ مانا کہ بہت بدنام ہے یہ



یہ رات یہ چاندنی پھر کہاں
سن جا دل کی داستاں
پیڑوں کی شاخوں پہ سوئی سوئی چاندنی
تیرے خیالوں میں کھوئی کھوئی چاندنی

اور تھوڑی دیر میں تھک کے لوٹ جائے گی
رات یہ بہار کی پھر کبھی نہ آئے گی

دو ایک پل اور ہے یہ سماں
سن جا دل کی داستاں

لہروں کے ہونٹوں پہ دھیما دھیما راگ ہے
بھیگی ہواؤں میں ٹھنڈی آگ ہے
اس حسیں آگ میں تو بھی جل کے دیکھ لے
زندگی کے گیت کی دھن بدل کے دیکھ لے

کھلنے نہ دے اب دھڑکنوں کی زباں

جاتی بہاریں ہیں اٹھتی جوانیاں
تاروں کی چھاؤں میں کہہ لے کہانیاں
ایک بار چل دیے گر تجھے پکار کے
لوٹ کے نہ آئیں گے قافلے بہار کے

آجا ابھی زندگی ہے جواں
سن جا دل کی داستاں



تم اپنا رنج و غم ، اپنی پریشانی مجھے دے دو
تمہیں غم کی قسم، اس دل کی ویرانی مجھے دے دو

یہ مانا میں کسی قابل نہیں ہوں ان نگاہوں میں
برا کیا ہے اگر یہ دکھ، یہ حیرانی مجھے دے دو

میں دیکھوں تو سہی، دنیا تمہیں کیسے ستاتی ہے
کوئی دن کے لیے اپنی نگہبانی مجھے دے دو

وہ دل جو میں نے مانگا تھا مگر غیروں نے پایا ہے
بڑی شے ہے اگر اس کی پشیمانی مجھے دے دو



پونچھ کر اشک اپنی آنکھوں سے مسکراؤ تو کوئی بات بنے
سر جھکائے سے کچھ نہیں ہوتا سر اٹھاؤ تو کوئی بات بنے

زندگی بھیک میں نہیں ملتی زندگی بڑھ کے چھینی جاتی ہے
اپنا حق سنگ دل زمانے سے چھین پاؤ تو کوئی بات بنے

رنگ اور نسل ذات اور مذہب جو بھی ہے آدمی سے کمتر ہے
اس حقیقت کو تم بھی میری طرح مان جاؤ تو کوئی بات بنے

نفرتوں کے جہاں میں ہم کو پیار کی بستیاں بسانی ہیں
دور رہنا کوئی کمال نہیں ، پاس آؤ تو کوئی بات بنے



میں جاگوں ساری رین سجن تم سو جاؤ
گیتوں میں چھپا لوں بین ، سجن تم سو جاؤ

شام ڈھلے سے بھور بھئے تک ، جاگ کے جب کٹتی ہے گھڑیاں
مدھر ملن کی اوس میں بس کر ، کھلتی ہیں جب جیون کی کلیاں
آج نہیں وہ رین سجن تم سو جاؤ

پھیکی پڑ گئی چاندی کی جیوتی ، دھندلے پڑ گئے دیپ گگن کے
سو گئیں سندر سیج کی کلیاں ، سو گئے کھلتے بھاگ دلہن کے
کھل کر رو لیں نین سجن تم سو جاؤ

جاگ کے تن کی اگنی سو گئی ، بڑھ کے تھم گئی من کی ہلچل
اپنا گھونگھٹ آپ الٹ کر ، کھول دی میں نے پاؤں کی پایل
اب ہے چین ہی چین ، سجن تم سو جاؤ



ہر طرف حسن ہے جوانی ہے
آج کی رات کیا سہانی ہے
ریشمی جسم سرسراتے ہیں
مرمریں خواب گنگناتے ہیں

دھڑکنوں میں سرور پھیلا ہے
رنگ نزدیک و دور پھیلا ہے

دعوتِ عشق دے رہی ہے فضا
آج ہو جا کسی حسیں پہ فدا

محبت بڑے کام کی چیز ہے
محبت کے دم سے ہے دنیا کی رونق

محبت نہ ہوتی تو کچھ بھی نہ ہوتا
نظر اور دل کی پناہوں کی چھوٹی
یہ جنت نہ ہوتی تو کچھ بھی نہ ہوتا

کتابوں میں چھپتے ہیں چاہت کے قصے
حقیقت کی دنیا میں چاہت نہیں ہے

زمانے کے بازار میں یہ وہ شے ہے
کہ جس کی کسی کو ضرورت نہیں ہے
یہ بے کار بے دام کی چیز ہے
محبت بڑے کام کی چیز ہے

محبت سے اتنا خفا ہونے والے
چل آ آج تجھ کو محبت سکھا دیں

تیرا دل جو برسوں سے ویراں پڑا ہے
کسی نازنیناں کو اس میں بسا دیں
میرا مشورہ کام کی چیز ہے



نہیں کیا تو کر کے دیکھ
تو بھی کسی پر مر کے دیکھ
حسن کے بکھرے پھولوں سے
دل کی جھولی بھر کے دیکھ

کون تجھے کیا کہتا ہے
کیوں اس کا غم سہتا ہے
کتے بھونکتے رہتے ہیں
قافلہ چلتا رہتا ہے
کبھی اپنے من کی کر کے دیکھ

ریتیں ریتیں توڑ بھی دے
دل کو اکیلا چھوڑ بھی دے

دنیا دل کی دشمن ہے
دنیا کا منہ موڑ بھی دے

کچھ تو انوکھا کر کے دیکھ!

اک رستہ ہے دولت کا
دوسرا عیش و عشرت کا
تیسرا جھوٹی عزت کا
چوتھا سچی اُلفت کا
اس رستے سے گزر کے دیکھ!



غیروں پہ کرم اپنوں پہ ستم
اے جانِ وفا یہ ظلم نہ کر
رہنے دے ابھی تھوڑا سا بھرم
اے جانِ وفا یہ ظلم نہ کر

ہم چاہنے والے ہیں تیرے
یوں ہم کو جلانا ٹھیک نہیں
محفل میں تماشا بن جائیں
اس طرح جلانا ٹھیک نہیں
مر جائیں گے ہم مٹ جائیں گے ہم

اے جانِ وفا یہ ظلم نہ کر
ہم بھی تھے ترے منظور نظر
دل چاہے تو اب انکار نہ کر
سو تیر چلا سینے پہ مگر!

بیگانوں سے مل کے وار نہ کر
تجھ کو تری بے دردی کی قسم
اے جانِ وفا یہ ظلم نہ کر!



تم اگر مجھ کو نہ چاہو تو کوئی بات نہیں
تم کسی اور کو چاہو گی تو مشکل ہو گی!

اب اگر میل نہیں ہے تو جدائی بھی نہیں
بات توڑی بھی نہیں تم نے نبھائی بھی نہیں
یہ سہارا ہی بہت ہے مرنے جینے کے لیے
تم اگر میری نہیں ہو تو پرائی بھی نہیں
میرے دل کو نہ سراہو تو کوئی بات نہیں
غیر کے دل کو سراہو گی تو مشکل ہو گی!

تم حسیں ہو تمہیں سب پیار ہی کرتے ہوں گے
میں جو مرتا ہوں تو کیا اور بھی مرتے ہوں گے

سب کی آنکھوں میں اسی شوق کا طوفاں ہو گا
سب کے سینے میں یہی درد ابھرتے ہوں گے
میرے غم میں نہ کراہو تو کوئی بات نہیں
اور کے غم میں کراہو گی تو مشکل ہو گی!

پھول کی طرح ہنسو سب کی نگاہوں میں رہو
اپنی معصوم جوانی کی پناہوں میں رہو
مجھ کو وہ دن نہ دکھانا تمہیں اپنی ہی قسم
میں ترستا رہوں تم غیر کی بانہوں میں رہو
تم جو مجھ سے نہ نباہو تو کوئی بات نہیں
کسی دشمن سے نباہو گی تو مشکل ہو گی



اس جانِ دو عالم کا جلوہ
پردے میں بھی ہے بے پردہ بھی ہے
مشتاق نگاہوں کا کعبہ
پردے میں بھی ہے بے پردہ بھی ہے

بے چین رہے عاشق کی نظر
تھوڑی سی مگر تسکین بھی ہو

اس پردہ نشین کا یہ منشا!
پردے میں بھی ہے بے پردہ بھی ہے

کیا حسنِ زمیں کیا رنگِ فلک
سب اس کے کرشمے کی ہے جھلک

تاروں میں بسا ہے نور اس کا
پھولوں میں بسا ہے رنگ اس کا
یہ روپ میں شامل روپ اس کا
یہ ڈھنگ میں شامل ڈھنگ اس کا
اول بھی وہی آخر بھی وہی
اوجھل بھی وہی ظاہر بھی وہی
منصور وہی سرمد بھی وہی
لاحد بھی وہی اور حد بھی وہی
شعلہ بھی وہی شبنم بھی وہی
سچ یہ ہے کہ ہیں خود ہم بھی وہی
مخلوق سے خالق کا رشتہ
پردے میں بھی ہے بے پردہ بھی ہے

وہ مالکِ کل ، محبوب ، مرا
سنتا ہے ہر اک دھڑکن کی صدا

جب اس کا اشارہ ہوتا ہے
تقدیر سنورنے لگتی ہے
مدت سے ترستے خوابوں کی
تعبیر ابھرنے لگتی ہے
سجدے میں جھکا کر سر اپنا
مانگے جو کبھی انسان دعا
ہو جاتی ہے ہر مشکل آساں
مل جاتی ہے درد دل کی دعا
ہے اس کی یہ خاص الخاص دعا
پردے میں بھی ہے بے پردہ بھی ہے



جو ہم میں ہے وہ متوالی ادا سب میں نہیں ہوتی
محبت سب میں ہوتی ہے وفا سب میں نہیں ہوتی

ایسے ویسے ٹھکانوں پہ جانا برا ہے
بچ کے رہنا مری جاں یہ زمانہ برا ہے

زلف لہرائے تو زنجیر بھی بن جاتی ہے
آنکھ شرمائے تو ایک تیر بھی بن جاتی ہے

دل لبھانے کو جو دلدار بنا کرتے ہیں
دل چرا کر وہی تلوار بنا کرتے ہیں
یہ وہ محفل ہے جہاں پیار بھی لٹ جاتا ہے
دل تو کیا چیز ہے گھر بار بھی لٹ جاتا ہے

اسی لیے تو کہتی ہوں ....
ایسے ویسے ٹھکانوں پہ جانا برا ہے!

تک کے ہنستے ہیں تو مستانہ بنا دیتے ہیں
ہنس کے تکتے ہیں تو دیوانہ بنا دیتے ہیں

کوئی نغموں مین کوئی ساز میں کھو جاتا ہے
اس سے جو بچتا ہے وہ ناز میں کھو جاتا ہے
یوں اگر ان سے لپٹ جاتی ہے بانہیں ان کی
اسی لیے تو کہتی ہوں...... ....
ایسے ویسے ٹھکانوں پہ جانا برا ہے!

ہم ستم ڈھاتے ہیں بیداد کیا کرتے ہیں
دل لیا کرتے ہیں اور درد دیا کرتے ہیں
دور رہنا تو محفل مری آباد کرو
ورنہ جاؤ جی کسی اور کو برباد کرو

آج جاؤ گے تو کل لوٹ کے پھر آؤ گے
ہم سا معشوق نہ دنیا میں کہیں پاؤ گے
اسی لیے تو کہتی ہوں...... ....
ایسے ویسے ٹھکانوں پہ جانا برا ہے!



ہر طرح کے جذبات کا اعلان ہیں آنکھیں
شبنم کبھی شعلہ کبھی طوفان ہیں آنکھیں

آنکھوں سے بڑی کوئی ترازو نہیں ہوتی
تلتا ہے بشر جس میں وہ میزان ہیں آنکھیں

آنکھیں ہی ملاتی ہیں زمانے میں دلوں کو
انجان ہیں ہم تم، اگر انجان ہیں آنکھیں

لب کچھ بھی کہیں اس سے حقیقت نہیں کھلتی
انسان کے سچ جھوٹ کی پہچان ہیں آنکھیں

آنکھیں نہ جھکیں تیری کسی غیر کے آگے
دنیا میں بڑی چیز مری جان! ہیں آنکھیں



جیو تو ایسے جیو جیسے سب تمہارا ہے
مرو تو ایسے کہ جیسے تمہارا کچھ بھی نہیں!

یہ ایک راز کہ دنیا نہ جس کو جان سکی
یہی وہ راز ہے جو زندگی کا حاصل ہے
تمہی کہو! تمہیں یہ بات کیسے سمجھاؤں
کہ زندگی کی گھٹن زندگی کی قاتل ہے
ہر اک نگاہ کو قدرت کا یہ اشارہ ہے
جہاں میں آ کے جہاں سے کھنچے کھنچے نہ رہو
وہ زندگی ہی نہیں جس میں آس بجھ جائے
کوئی بھی پیاس دبائے سے دب نہیں سکتی
اسی سے چین ملے گا کہ پیاس بجھ جائے
یہ کہہ کے مرتا ہوں زندگی کا دھارا ہے!
یہ آسماں یہ زمیں ، یہ فضا یہ نظارے
ترس رہے ہیں تمہاری مری نظر کے لیے
نظر چرا کے ہر اک شے کو یوں نہ ٹھکراؤ
کوئی شریکِ سفر ڈھونڈ لو سفر کے لیے
بہت قریب سے میں نے تمہیں پکارا ہے!



پگھلی آگ سے ساغر بھر لے
کل مرنا ہے ، آج ہی مر لے

اب نہ کبھی یہ رات ڈھلے گی ، اب نہ کبھی جاگے گا سویرا
سوچ ہے کس کی ، فکر ہے کس کی ، اس دنیا میں کون ہے تیرا
کوئی نہیں جو تیری خبر لے
پگھلی آگ سے ساغر بھر لے

قدرت اندھی، دنیا بہری
کالے پڑ گئے ، خواب سنہری
توڑ بھی دے اب خواب کا رشتہ، چھوڑ بھی دے جذبات سے لڑنا
آج نہیں کل سمجھے گا، مشکل ہے حالات سے لڑنا
جو حالات کرائیں کر لے
پگھلی آگ سے ساغر بھر لے

بند ہے نیکی کا دروازہ
آپ اٹھا لے اپنا جنازہ
کوئی نہیں جو بوجھ اٹھائے اپنی زندہ لاشوں کا
ختم ہی کر دے آج فسانہ، ان بے درد تماشوں کا
جانِ تمنا ، جاں سے گزر لے
پگھلی آگ سے ساغر بھر



موت کبھی بھی مل سکتی ہے لیکن جیون کل نہ ملے گا
مرنے والے سوچ سمجھ لے پھر تجھ کو یہ پل نہ ملے گا

کون سا ایسا دل ہے جہاں میں جس کو غم کا روگ نہیں
کون سا ایسا گھر ہے جس میں سکھ ہی سکھ ہے سوگ نہیں
جو حل دنیا بھر کو ملا ہے، کیوں تجھ کو وہ حل نہ ملے گا
مرنے والے سوچ سمجھ لے پھر تجھ کو یہ پل نہ ملے گا

اس جیون میں کتنے ہی دکھ ہوں لیکن سکھ کی آس تو ہے
دل میں کوئی ارمان بسا ہے، آنکھ میں کوئی پیاس تو ہے
جیون نے یہ پھل تو دیا ہے، موت سے یہ بھی پھل نہ ملے گا
مرنے والے سوچ سمجھ لے، پھر تجھ کو یہ پل نہ ملے گا



بانٹ کے کھاؤ، اس میں، بانٹ کے بوجھ اٹھاؤ
جس رستے میں سب کا سکھ ہو وہ رستہ اپناؤ
اس تعلیم سے بڑھ کر جگ میں کوئی نہیں تعلیم
کہہ گئے فادر ابراہیم!
کتے سے کیا بدلہ لینا گر کتے نے کاٹا

تم نے گر کتے کو کاٹا، کیا تھوکا کیا چاٹا
تم انسان ہو یارو، اپنی کچھ تو کرو تعظیم
کہہ گئے فادر ابراہیم!
جھوٹ کے سر پر تاج بھی ہو تو جھوٹ کا بھانڈا پھوڑو
سچ چاہے سولی چڑھوا دے، سچ کا ساتھ نہ چھوڑو
کل وہ سچ امرت ہو گا جو آج ہے کڑوا نیم!
کہہ گئے فادر ابراہیم!



تو را من درپن کہلائے............

بھلے برے سارے کرموں کو دیکھے اور دکھائے
من اجیارا جب جب پھیلے، جگ اجیارا ہوئے
جگ سے چاہے بھاگ لے کوئی من سے بھاگ نہ پائے

سکھ کی کلیاں دکھ کے کانٹے من سب کا آدھار
من سے کوئی بات چھپے نا، من کے نین ہزار
جگ سے چاہے بھاگ لے کوئی من سے بھاگ نہ پائے

تن کی دولت ڈھلتی چھایا، من کا دھن انمول
تن کے کارن من کے دھن کو مت ماٹی میں رول
من کی قدر بھلانے والا، میر جنم گنوائے



اے دل زباں نہ کھول صرف دیکھ لے
کسی سے کچھ نہ بول، صرف دیکھ لے

یہ حسیں جگمگاہٹیں آنچلوں کی سرسراہٹیں
یہ نشے میں جھومتی زمیں سب کے پاؤں چومتی زمیں
کس قدر ہے گول صرف دیکھ لے
اے دل زباں نہ کھول صرف دیکھ لے

کتنا سچ ہے کتنا جھوٹ ہے کتنا حق ہے کتنی لوٹ ہے
رکھ سبھی کی لاج کچھ نہ کہہ کیا ہے یہ سماج کچھ نہ کہہ
ڈھول کا یہ پول صرف دیکھ لے
اے دل زباں نہ کھول صرف دیکھ لے

مان لے جہاں کی بات کو دن سمجھ لے کالی رات کو
چلنے دے یونہی یہ سلسلہ یہ نہ بول کس کو کیا ملا
ترازوؤں کا جھول، صرف دیکھ لے
اے دل زباں نہ کھول صرف دیکھ لے



من رے، تو کاہے نہ دھیر دھرے

وہ نرموہی موہ نہ جانیں، جن کا موہ کرے

من رے، تو کاہے نہ دھیر دھرے
اس جیون کی چڑھتی ڈھلتی دھوپ کو کس نے باندھا
رنگ پہ کس نے پہرے ڈالے، روپ کو کس نے باندھا
کاہے یہ جتن کرے
من رے، تو کاہے نہ دھیر دھرے
اتنا ہی اپکار سمجھ، کوئی جتنا ساتھ نبھا دے
جنم مرن کا میل ہے سپنا، یہ سپنا بسرا دے
کوئی نہ سنگ مرے
من رے، تو کاہے نہ دھیر دھرے



تدبیر سے بگڑی ہوئی تقدیر بنا لے
اپنے پہ بھروسا ہے تو یہ داؤ لگا لے

ڈرتا ہے زمانے کی نگاہوں سے بھلا کیوں
انصاف ترے ساتھ ہے الزام اٹھا لے

کیا خاک وہ جینا ہے جو اپنے ہی لیے ہو
خود مٹ کے کسی اور کو مٹنے سے بچا لے

ٹوٹے ہوئے پتوار ہیں کشتی کے تو غم کیا؟
ہاری ہوئی بانہوں کو ہی پتوار بنا لے



کل جہاں بستی تھیں خوشیاں آج ہے ماتم وہاں
وقت لایا تھا بہاریں ، وقت لایا ہے خزاں

وقت سے دن اور رات ، وقت سے کل اور آج
وقت کی ہر شے غلام، وقت کا ہر شے پہ راج

وقت کے آگے اڑی کتنی تہذیبوں کی دھول
وقت کے آگے مٹے کتنے مذہب اور رواج

وقت کی گردش سے ہے چاند تاروں کا نظام
وقت کی ٹھوکر میں ہیں کیا حکومت کیا سماج

وقت کی پابند ہیں آتی جاتی رونقیں!
وقت ہے پھولوں کی سیج ، وقت ہے کانٹوں کا تاج

آدمی کو چاہیے ، وقت سے ڈر کر رہے!
کون جانے کس گھڑی وقت کا بدلے مزاج



اپنے اندر ذرا جھانک میرے وطن
اپنے عیبوں کو مت ڈھانک میرے وطن

تیرا اتہاس ہے خوں میں لتھڑا ہوا
تو ابھی تک ہے دنیا میں بچھڑا ہوا
تو نے اپنوں کو اپنا نہ مانا کبھی
تو نے انساں کو انساں نہ جانا کبھی
تیرے دھرموں نے ذاتوں کی تقسیم کی
تیری رسموں نے نفرت کی تعلیم دی
وحشتوں کا چلن تجھ میں جاری رہا
قتل و خوں کا جنوں تجھ پہ طاری رہا
اپنے اندر ذرا جھانک میرے وطن
تو دراوڑ ہے یا آریہ نسل ہے
جو بھی ہے اب اسی خاک کی فصل ہے
رنگ اور نسل کے دائرے سے نکل
گر چکا ہے بہت دیر اب تو سنبھل
تیرے دل سے جو نفرت نہ مٹ پائے گی
تیرے گھر میں غلامی پلٹ آئے گی

تیری بربادیوں کا تجھے واسطہ
ڈھونڈ اپنے لیے اب نیا راستہ
اپنے اندر ذرا جھانک میرے وطن
اپنے عیبوں کو مت ڈھانک میرے وطن!



تم چلی جاؤ گی ، پرچھائیاں رہ جائیں گی
کچھ نہ کچھ حسن کی رعنائیاں رہ جائیں گی

تم کہ اس جھیل کے ساحل پہ ملی ہو مجھ سے
جب بھی دیکھوں گا یہیں مجھ کو نظر آؤ گی
یاد مٹتی ہے نہ منظر کوئی مٹ سکتا ہے
دور جا کر بھی تم اپنے کو یہیں پاؤ گی

گھس کے رہ جائے گی جھونکوں میں بدن کی خوشبو
زلف کا عکس گھٹاؤں میں رہے گا صدیوں
پھول چپکے سے چرا لیں گے لبوں کی سرخی
یہ جواں حسن فضاؤں میں رہے گا صدیوں

اس دھڑکتی ہوئی شاداب و حسین وادی میں
یہ نہ سمجھو کہ ذرا دیر کا قصہ ہو تم!

اب ہمیشہ کے لیے میرے مقدر کی طرح
ان نظاروں کے مقدر کا بھی حصہ ہو تم!

تم چلی جاؤ گی پرچھائیاں رہ جائیں گی
کچھ نہ کچھ حسن کی رعنائیاں رہ جائیں گی



سانجھ کی لالی سلگ سلگ کر بن گئی کالی دھول
آئے نہ بالم بیدردی ، میں چنتی رہ گئی پھول

رین بھئی ، بوجھل اکھین میں چبھنے لاگے تارے
دیس میں پردیس ہوگئی ، جب سے پیا سدھارے

پچھلے پہر جب اوس پڑی اور ٹھنڈی پون چلی
ہر کروٹ انگارے بجھ گئے سونی سیج جلی

دیپ بجھے، سناٹا ٹوٹا، باجا بھور کا سنکھ
بیرن پون اڑا کر لے گئی ، پروانوں کے پنکھ



میں جب بھی اکیلی ہوتی ہوں تم چپکے سے آ جاتے ہو
اور جھانک کے میری آنکھوں میں بیتے دن یاد دلاتے ہو

مستانہ ہوا کے جھونکوں سے ہر بار وہ پردے کا ہلنا
پردے کو پکڑنے کی دھن میں دو اجنبی ہاتھوں کا ملنا
آنکھوں میں دھواں سا چھا جانا سانسوں میں ستارے سے کھلنا
رستے میں تمہارا مڑ مڑ کر تکنا وہ مجھے جاتے جاتے
اور میرا ٹھٹھک کر رک جانا، چلمن کے قریب آتے آتے
نظروں کا ترس کر رہ جانا، اک اور جھلک پاتے پاتے
بالوں کو سکھانے کی خاطر، کوٹھے پہ وہ میرا آ جانا
اور تم کو مقابل پاتے ہی کچھ شرمانا، کچھ بل کھانا
ہمسایوں کے ڈر سے کترانا، گھر والوں کے ڈر سے گھبرانا
رو رو کے تمہیں خط لکھتی ہوں، اور خود پڑھ کر رو لیتی ہوں
حالات کے تپتے طوفاں میں جذبات کی کشتی کھیتی ہوں
کیسے ہو کہاں ہو کچھ تو کہو، میں تم کو صدائیں دیتی ہوں
میں جب بھی اکیلی ہوتی ہوں، تم چپکے سے آ جاتے ہو
اور جھانک کے میری آنکھوں میں بیتے دن یاد دلاتے ہو



آنکھ کھلتے ہی تم چھپ گئے ہو کہاں
تم ابھی تھے یہاں
میرے پہلو میں تاروں نے دیکھا تمہیں

بھیگے بھیگے نظاروں نے دیکھا تمہیں
تم کو دیکھا کیے یہ زمیں آسماں
تم ابھی تھے یہاں
ابھی سانسوں کی خوشبو ہواؤں میں ہے
ابھی قدموں کی آہٹ فضاؤں میں ہے
ابھی شاخوں میں ہیں انگلیوں کے نشاں
تم ابھی تھے یہاں
تم جدا ہو کے بھی میری راہوں میں ہو
گرم اشکوں میں ہو سرد آہوں میں ہو
چاندنی میں جھلکتی ہیں پرچھائیاں
تم ابھی تھے یہاں



بربادِ محبت کی دعا ساتھ لیے جا
ٹوٹا ہوا اقرارِ وفا ساتھ لیے جا

اک دل تھا جو پہلے ہی تجھے سونپ دیا تھا
یہ جان بھی اے جانِ ادا ساتھ لیے جا

تپتی ہوئی راہوں سے تجھے آنچ نہ پہنچے
دیوانوں کے اشکوں کی گھٹا ساتھ لیے جا

شامل ہے مرا خونِ جگر تیری حنا میں
یہ کم ہو تو اب خونِ وفا ساتھ لیے جا

ہم جرمِ محبت کی سزا پائیں گے تنہا
جو تجھ سے ہوئی ہو وہ خطا ساتھ لیے جا



ہم انتظار کریں گے ترا قیامت تک
خدا کرے کہ قیامت ہو اور تو آئے

یہ انتظار بھی ایک امتحان ہوتا ہے
اسی سے عشق کا شعلہ جوان ہوتا ہے

بچھائے شوق کے سجدے وفا کی راہوں میں
کھڑے ہیں دید کی حسرت لیے نگاہوں میں
قبول دل کی عبادت ہو اور تو آئے

وہ خوش نصیب ہے جس کو تو انتخاب کرے
خدا ہماری محبت کو کامیاب کرے
جواں ستارہ قسمت ہو اور تو آئے
خدا کرے کہ قیامت ہو اور تو آئے



اتنی حسین اتنی جواں رات کیا کریں
جاگے ہیں عجیب سے جذبات کیا کریں

پیڑوں کے بازوؤں میں مہکتی ہے چاندنی
بے چین ہو رہے ہیں خیالات کیا کریں

سانسوں میں گھل رہی ہے کسی سانس کی مہک
دامن کو چھو رہا ہے کوئی ہات کیا کریں

شاید تمہارے آنے سے یہ بھید کھل سکے
حیران ہیں کہ آج نئی بات کیا کریں؟



جو بات تجھ میں ہے تری تصویر میں نہیں!

رنگوں میں تیرا عکس ڈھلا ، تو نہ ڈھل سکی
سانسوں کی آگ جسم کی خوشبو نہ ڈھل سکی
تجھ میں جو لوچ ہے میری تحریر میں نہیں

بے جان حسن میں کہاں گفتار کی ادا
انکار کی ادا ہے نہ اقرار کی ادا

کوئی لچک بھی زلفِ گرہ گیر میں نہیں

دنیا میں کوئی چیز نہیں ہے تیری طرح
پھر ایک بار سامنے آ جا کسی طرح
کیا اور اک جھلک مری تقدیر میں نہیں ؟



ہر چیز زمانے کی جہاں پر تھی وہیں ہے
اک تو ہی نہیں ہے
نظریں بھی وہی اور نظارے بھی وہی ہیں
خاموش فضاؤں کے اشارے بھی وہی ہیں
کہنے کو تو سب کچھ ہے مگر کچھ بھی نہیں ہے
ہر اشک میں کھوئی ہوئی خوشیوں کی جھلک ہے
ہر سانس میں بیتی ہوئی گھڑیوں کی کسک ہے
تو چاہے کہیں بھی ہو، ترا درد یہیں ہے
حسرت نہیں ، ارمان نہیں ، آس نہیں ہے
یادوں کے سوا کچھ بھی مرے پاس نہیں ہے
یادیں بھی رہیں یا نہ رہیں کس کو یقیں ہے



زندگی بھر نہیں بھولے گی وہ برسات کی رات
ایک انجان حسینہ سے ملاقات کی رات
ہائے وہ ریشمیں زلفوں سے برستا پانی
پھول سے گالوں پہ رکنے کو ترستا پانی
دل میں طوفان اٹھائے ہوئے جذبات کی رات
زندگی بھر نہیں بھولے گی وہ برسات کی رات

ڈر کے بجلی سے اچانک وہ لپٹنا اس کا
اور پھر شرم سے بل کھا کے سمٹنا اس کا
کبھی دیکھی نہ سنی ایسی طلسمات کی رات
زندگی بھر نہیں بھولے گی وہ برسات کی رات

سرخ آنچل کو دبا کر جو نچوڑا اس نے
دل پہ جلتا ہوا ایک تیر سا چھوڑا اس نے
آگ پانی میں لگاتے ہوئے حالات کی رات
زندگی بھر نہیں بھولے گی وہ برسات کی رات

میرے نغموں میں جو بستی ہے ، وہ تصویر تھی وہ
نوجوانی کے حسیں خواب کی تعبیر تھی وہ
آسمانوں سے اتر آئی تھی جو رات کی رات
زندگی بھر نہیں بھولے گی وہ برسات کی رات



سب میں اس کا نور سمایا

کون ہے اپنا، کون پرایا

سب کو پرنام تجھ کو اللہ رکھے

دے داتا کے نام تجھ کو اللہ رکھے

میں پردیسن راہ نہ جانوں

بڑھتے غم کی تھاہ نہ جانوں

لوگ پرائے دیس بیگانہ

کہیں ملا نہ تیرا ٹھکانہ

صبح سے ہو گئی شام تجھ کو اللہ رکھے

دے داتا کے نام تجھ کو اللہ رکھے

تجھ کو رکھے رام تجھ کو اللہ رکھے



ع۔ چاہے اب ماں روٹھے یا پاپا، یارا میں نے تو ہاں کر لی

م۔ اب چاہے سر پھوٹے یا ماتھا میں نے تری بانہہ پکڑ لی

ع۔ اب چاہے سر پھوٹے یا ماتھا میں نے تیری بانہہ پکڑ لی

م۔ میں نے تجھ پر نیت دھر لی

ع۔ میں نے ہنس کر ہامی بھر لی

ع۔م۔ یاری چھوٹے نا، ٹوٹے نا، ہاں کر لی سو کر لی

م۔ تو ہے مدت سے دل میں سمائی

ع۔ کب کہا میں نے میں ہوں پرائی

م۔ جب تجھے میں نے دیکھا دہائی

ع۔ میں اسی وقت قدموں میں آئی

م۔ برف کے فرش پر

ع۔ پیار کے عرش پر

م۔ ہو چاندنی کے تلے

ع۔ جب ملے تھے گلے

م۔ جسم لہراتے تھے، ہونٹ تھراتے تھے

تب لی تھی قسم اب نہ بچھڑیں گے ہم

ع۔ اب چاہے کانٹے ملیں یا کلیاں، یارا میں نے تو ہاں کر لی

م۔ اب چاہے لگ جائیں ہتھکڑیاں میں نے تیری بانہہ پکڑ لی

میں نے تجھ پر نیت دھر لی

ع۔ میں نے ہنس کر حامی بھر لی

م۔ ہو یاری چھوٹے نہ ٹوٹے نا، ہاں کر لی سو کر لی۔

ع۔ لاکھ پہرے زمانہ بٹھائے

م۔ لاکھ دیواریں دنیا اٹھائے

ع۔ اب قدم ایک ہٹے نہ پائے

م۔ پیار پر کوئی تہمت نہ آئے

ع۔ چاہے دھرتی پھٹے

م۔ چاہے امبر پھٹے

ع۔ ڈور ٹوٹے نہ اب

م۔ ہو ساتھ چھوٹے نہ اب

ع۔ جان جائے تو کیا، موت آئے تو کیا

پیار زندہ رہے، یار زندہ رہے

اب چاہے گھر چھوٹے یا سکھیاں، یارا میں نے تو ہاں کر لی

م۔ ارے بھئی

اب چاہے رب رُوٹھے یا دنیا میں نے تیری بانہہ پکڑ لی

م۔ میں نے تجھ پر نیت دھر لی

ع۔ میں نے ہنس کے حامی بھر لی

اب چاہے ماں روٹھے یا پاپا میں نے تو ہاں کر لی



ہم سے بھی کر لو کبھی کبھی تو میٹھی میٹھی دو باتیں

میں پیار کا شوخ پھول ہوں

عقل مرمٹے ایسی بھول ہوں

کھلی کھلی، کھلی ہیں راتیں

ہم سے بھی کر لو کبھی کبھی تو میٹھی میٹھی دو باتیں

چپ ہو کس لیے بات تو کرو

ہنس نہ پاؤ تو آہیں بھرو

ہم سے بھی کر لو کبھی کبھی تو میٹھی میٹھی دو باتیں

دل کو پیار سے بھر کے دیکھ لو

یہ حسیں بھول کر کے دیکھ لو

کھلی کھلی، کھلی راتیں



بلے بلے بھئی ریشمی دوپٹے والیئے

تیرا روپ لشکارے مارے

ریشمی دوپٹے والیئے

توبہ توبہ یہ گورا رنگ آفت ہے

بلے بلے ہم ہی میں عیب کیا ہے

تجھے کسی کا تو ہے گھر بسانا ہم ہی میں عیب کیا ہے

توبہ توبہ کہ میں نہ تیرے گھر جاؤں

چاہے پڑ جائے تھانے جانا بلیے گوریے سوہنیے بلیے

بلے بلے بوڑھی ہو کر ترسے گی

کوئی آئے گا نہ ہاتھ پکڑنے

بوڑھی ہو کر ترسے گی کہ جا جا، جا کہ ترے جیسے لاکھوں ہیں

کئی آئیں گے ناک رگڑنے

تیرے جیسے لاکھوں ہیں

بلے بلے ریشمی دوپٹے والیے

تیرا روپ لشکارے مارے

جوانی پھر نہ آئے، کرے گی ہائے ہائے

میرا غم تو کیوں کھائے، تجھے کیوں نیند نہ آئے

جو تجھ پہ آنکھ ٹکائے وہ تیرا مان بڑھائے

تو چاہے مر بھی جائے یہ جٹی ہاتھ نہ آئے

نہ جب تک ہاں کہلائے یہ جٹ واپس نہ جائے

جو مجھ کو ہاتھ لگائے وہ اپنا سر تڑوائے

بلے بلے بھئی ریشمی دوپٹے والیے

تیرا روپ لشکارے مارے

ریشمی دوپٹے والیے



ادھر آ، آ، آ بھی جا

چلی کہاں آج جانے نہیں دوں گا ہو مہ پارہ

ہاتھ چھوڑنے نہیں دوں گا

دلبر دل آرا فیصلہ ہے یہ میرا

ادھر آ، آ، آ بھی جا

ہر رات اک تازہ حسیں اپنے ساتھ ہے

لیکن یہ رات تیرے مقدر کی رات ہے

آ جا او حسینہ نازنیناں پاس آ

ڈر نہ یہ ہے تیری خوش نصیبی مان جا

کھڑی کھڑی سوچے کیا

آ یہاں چھو کے تجھ کو دیکھ لوں

ادھر آ آ آ بھی جا

فرصت نہیں جو حسن کی تکرار سن سکیں

عادت نہیں ہے ہم کو کہ انکار سن سکیں

جانم بول تیرا مول کیا ہے دوں گا میں

سن لے آج تجھ کو پا کے ہی دم لوں گا

کھڑی کھڑی سوچے کیا

آ جا یہاں چھو کے تجھ کو دیکھ لوں

ادھر آ، آ، آ بھی جا



راز کی بات ہے محفل میں کہیں یا نہ کہیں

بس گیا ہے کوئی اس دل میں کہیں یا نہ کہیں

نگاہیں ملانے کو جی چاہتا ہے

دل و جاں لٹانے کو جی چاہتا ہے

وہ تہمت جسے عشق کہتی ہے دنیا

وہ تہمت اٹھانے کو جی چاہتا ہے

کسی کے منانے میں لذت وہ پائی

کہ پھر روٹھ جانے کو جی چاہتا ہے

دل و جاں لٹانے کو جی چاہتا ہے

وہ جلوہ جو اوجھل بھی ہے سامنے بھی

وہ جلوہ چرانے کو جی چاہتا ہے

جس گھڑی میری نگاہوں کو تری دید ہوئی

وہ گھڑی تیرے مرے عشق کی تمہید ہوئی

جب کبھی میں نے ترا چاند سا چہرہ دیکھا

عید ہو یا کہ نہ ہو میرے لیے عید ہوئی

وہ جلوہ جو اوجھل بھی ہے سامنے بھی

وہ جلوہ چرانے کو جی چاہتا ہے

ملاقات کا کوئی پیغام دیجیے

کہ چھپ چھپ کے آنے کو جی چاہتا ہے

پھر آ کر نہ جانے کو جی چاہتا ہے

نگاہیں ملانے کو جی چاہتا ہے



زندگی بھر نہیں بھولے گی وہ برسات کی رات

ایک انجان مسافر سے ملاقات کی رات

ہائے جس رات مرے دل نے دھڑکنا سیکھا

میری تقدیر سے نکلی وہی صدمات کی رات

زندگی بھر نہیں بھولے گی وہ برسات کی رات

دل نے جب پیار کے رنگین فسانے چھیڑے

آنکھوں آنکھوں میں وفاؤں کے ترانے چھیڑے

سوگ میں ڈوب گئی ، آج وہ نغمات کی رات

زندگی بھر نہیں بھولے گی وہ برسات کی رات

روٹھنے والی مری بات سے مایوس نہ ہو

بہکے بہکے سے خیالات سے مایوس نہ ہو

ختم ہو گی نہ کبھی تیرے مرے ساتھ کی رات

زندگی بھر نہیں بھولے گی وہ برسات کی رات



مرے نغموں میں ان مستانہ آنکھوں کی کہانی ہے

محبت ہی محبت ہے جوانی ہی جوانی ہے

کسی کے نازنین جلوے مری دنیا پہ چھائے ہیں
وہ میری آرزو بن کر مرے دل میں سمائے ہیں
مجھے اب ان کے دل میں آرزو اپنی جگانی ہے
محبت ہی محبت ہے ، جوانی ہی جوانی ہے

محبت میری دنیا ہے محبت شاعری میری
محبت میرا نغمہ ہے محبت زندگی میری
محبت کے سہارے اک نئی دنیا بسانی ہے
محبت ہی محبت ہے ، جوانی ہی جوانی ہے

چلا ہوں لے کے اس محفل میں اپنے دل کا نذرانہ
مری ہستی ہے ان کے پیار کا رنگین افسانہ
نگاہیں چار کر کے آج قسمت آزمانی ہے
محبت ہی محبت ہے ، جوانی ہی جوانی ہے
مرے نغموں میں ان مستانہ آنکھوں کی کہانی ہے



ٹھنڈی ہوائیں لہرا کے آئیں
رُت ہے جواں تم کو یہاں کیسے بلائیں
چاند اور تارے ہنستے نظارے
مل کے سبھی دل میں سکھی جادو جگائیں

ٹھنڈی ہوائیں لہرا کے آئیں
کہا بھی نہ جائے رہا بھی نہ جائے
تم سے اگر ملے بھی نظر، ہم چھپ جائیں
ٹھنڈی ہوائیں لہرا کے آئیں
رت ہے جواں تم کو یہاں کیسے بلائیں



اگر مجھے نہ ملیں تم تو میں یہ سمجھوں گا
کہ دل کی راہ سے ہو کر خوشی نہیں گزری
اگر مجھے نہ ملے تم تو میں یہ سمجھوں گا
کہ صرف عمر کٹی زندگی نہیں گزری
غزل کا حسن ہو تم ، نظم کا شباب ہو تم
صدائے ساز ہو تم ، نغمۂ رباب ہو تم
جو دل میں صبح جگائے وہ آفتاب ہو تم
اگر مجھے نہ ملیں تم تو میں یہ سمجھوں گا
مرے جہاں سے کوئی روشنی نہیں گزری
فضا میں رنگ ، نظاروں میں جان ہے تم سے
میرے لیے یہ زمیں آسماں ہے تم سے
خیال و خواب کی دنیا جوان ہے تم سے

اگر مجھے نہ ملیں تم تو میں یہ سمجھوں گا
کہ دل کی راہ سے ہو کر خوشی نہیں گزری
بڑے یقین سے میں نے یہ ہاتھ مانگا ہے
دلوں کی پیاس نے آب حیات مانگا ہے
اگر مجھے نہ ملے تم تو میں یہ سمجھوں گا
کہ انتظار کی مدت ابھی نہیں گزری



کبھی خود پر کبھی حالات پہ رونا آیا
بات نکلی تو ہر اک بات پہ رونا آیا

ہم تو سمجھے تھے کہ ہم بھول گئے ہیں ان کو
کیا ہوا آج یہ کس بات پہ رونا آیا

کس لیے جیتے ہیں ہم کس کے لیے جیتے ہیں
بارہا ایسے سوالات پہ رونا آیا

کون روتا ہے کسی اور کی خاطر اے دوست؟
سب کو اپنی ہی کسی بات پہ رونا آیا



اشکوں میں جو پایا ہے وہ گیتوں میں دیا ہے
اس پر بھی سنا ہے کہ زمانے کو گلہ ہے

جو تار سے نکلی ہے وہ دھن سب نے سنی ہے
جو ساز پہ گزری ہے وہ کس دل کا پتا ہے

ہم پھول ہیں اوروں کے لیے لائے ہیں خوشبو
اپنے لیے لے دے کے بس اک داغ ملا ہے



میں نے چاند اور ستاروں کی تمنا کی تھی
مجھ کو راتوں کی سیاہی کے سوا کچھ نہ ملا

میں وہ نغمہ ہوں جسے پیار کی محفل نہ ملی
وہ مسافر ہوں جسے کوئی بھی منزل نہ ملی
زخم پائے ہیں، بہاروں کی تمنا کی تھی
میں نے چاند اور ستاروں کی تمنا کی تھی

کسی گیسو، کسی آنچل کا سہارا بھی نہیں
راستے میں کوئی دھندلا سا ستارہ بھی نہیں

میری نظروں نے نظاروں کی تمنا کی تھی
میں نے چاند اور ستاروں کی تمنا کی تھی

دل میں ناکام امیدوں کے بسیرے پائے
روشنی لینے کو نکلا تو اندھیرے پائے
رنگ اور نور کے دھاروں کی تمنا کی تھی
میں نے چاند اور ستاروں کی تمنا کی تھی

میری راہوں سے جدا ہو گئیں راہیں ان کی
آج بدلی نظر آتی ہیں نگاہیں ان کی
جن سے اس دل نے سہاروں کی تمنا کی تھی
میں نے چاند اور ستاروں کی تمنا کی تھی

پیار مانگا تو سسکتے ہوئے ارمان ملے
چین چاہا تو اڈتے ہوئے طوفان ملے
ڈوبتے دل نے کناروں کی تمنا کی تھی
میں نے چاند اور ستاروں کی تمنا کی تھی



بجھا دیے ہیں خود اپنے ہاتھوں محبتوں کے دیے جلا کے
مری وفا نے اجاڑ دی ہیں امید کی بستیاں بسا کے

تجھے بھلا دیں گے اپنے دل سے یہ فیصلہ تو کیا ہے لیکن
نہ دل کو معلوم ہے نہ ہم کو، جئیں گے کیسے تجھے بھلا کے

کبھی ملیں گے جو راستے میں تو منہ پھیر کر پلٹ پڑیں گے
کہیں سنیں گے جو نام تیرا تو چپ رہیں گے نظر جھکا کے

نہ سوچنے پر بھی سوچتی ہوں کہ زندگانی میں کیا رہے گا؟
تری تمنا کو دفن کر کے ترے خیالوں سے دور جا کے



تری دنیا میں جینے سے تو بہتر ہے کہ مر جائیں
وہی آنسو، وہی آہیں، وہی غم ہے جدھر جائیں

کوئی تو ایسا گھر ہوتا جہاں سے پیار مل جاتا
وہی بیگانے چہرے ہیں، جہاں جائیں جدھر جائیں

ارے او آسماں والے بتا اس میں برا کیا ہے
خوشی کے چار جھونکے گر ادھر سے بھی گزر جائیں!



تنگ آ چکے ہیں کشمکشِ زندگی سے ہم
ٹھکرا نہ دیں جہاں کو کہیں بے دلی سے ہم

لو! آج ہم نے توڑ دیا رشتۂ امید
لو! اب کبھی گلہ نہ کریں گے کسی سے ہم

گر زندگی میں مل گئے پھر اتفاق سے
پوچھیں گے اپنا حال تری بے بسی سے ہم

او آسمان والے کبھی تو نگاہ کر
کب تک یہ ظلم سہتے رہیں خامشی سے ہم ؟



تو اپنا جہاں دنیا والو!
ہم اس دنیا کو چھوڑ چلے
جو رشتے ناتے جوڑے تھے
وہ رشتے ناتے توڑ چلے

کچھ سکھ کے سپنے دیکھ چلے
کچھ دکھ کے صدمے جھیل چلے
تقدیر کی اندھی گردش نے
جو کھیل کھلائے کھیل چلے
ہر چیز تمہیں لوٹا دی ہے

ہم لے کے نہیں کچھ ساتھ چلے
پھر دوش نہ دینا اے لوگو
ہمیں دیکھ لو خالی ہاتھ چلے

یہ راہ اکیلی کٹتی چلے
یہاں ساتھ نہ کوئی یار چلے
اس پار نہ جانے کیا پائیں
اس پار تو سب کچھ ہار چلے



دو بوندیں ساون کی ....
اک ساگر کی سیپ میں ٹپکے اور موتی بن جائے
دوجی گندے جل میں گر کر اپنا آپ گنوائے
کس کو مجرم سمجھے کوئی ، کس کو دوش لگائے
دو کلیاں گلشن کی ....
اک سہرے کے بیچ گندھے اور من ہی من اترائے
اک ارتھی کی بھینٹ چڑھے اور دھولی میں مل جائے
کس کو مجرم سمجھے کوئی ، کس کو دوش لگائے
دو کلیاں گلشن کی ......

دوسکھیاں بچپن کی......

اک سنگھاسن پر بیٹھے ، اور روپ متی کہلائے
دو جی اپنے روپ کے کارن ، گلیوں میں بک جائے
کسی کو مجرم سمجھے کوئی ، کس کو دوش لگائے
دوسکھیاں بچپن کی............



ہر کوئی دل کی چاہت سے مجبور ہے
جو بھی ہے وہ ضرورت سے مجبور ہے
کوئی مانے نہ مانے مگر جان من
کچھ تمہیں چاہیے کچھ ہمیں چاہیے

چھپ کر تکتے ہو کیوں ، سامنے آؤ جی
ہم تمہارے ہیں ، ہم سے نہ شرماؤ جی
یہ نہ سمجھو کہ ہم کو خبر کچھ نہیں
سب اِدھر ہی اُدھر ہے، ادھر کچھ نہیں
تم بھی بے چین ہو ہم بھی بے تاب ہیں
جب سے آنکھیں ملیں، دونوں بے خواب ہیں
عشق اور مشک چھپتے نہیں ہیں کبھی

اس حقیقت سے واقف ہیں ہم تم سبھی
اپنے دل کی لگی کو چھپاتے ہو کیوں
یہ محبت کی گھڑیاں گنواتے ہو کیوں
پیاس بجھتی نہیں ہے نظارے بنا
عمر کٹتی نہیں ہے سہارے بنا

کوئی مانے نہ مانے مگر جان من
کچھ تمہیں چاہیے کچھ ہمیں چاہیے!



جانے وہ کیسے لوگ تھے جن کے پیار کو پیار ملا
ہم نے تو جب کلیاں مانگیں ، کانٹوں کا ہار ملا

خوشیوں کی منزل ڈھونڈی تو غم کی گرد ملی
چاہت کے نغمے چاہے تو آہ سرد ملی
دل کے بوجھ کو دونا کر گیا جو غم خوار ملا
بچھڑ گیا ہر ساتھی دے کر پل دو پل کا ساتھ
کس کو فرصت ہے جو تھامے دیوانوں کا ہاتھ
ہم کو اپنا سایہ تک اکثر بیزار ملا

اس کو ہی جینا کہتے ہیں تو یوں ہی جی لیں گے
اف نہ کریں، لب سی لیں گے، آنسو پی لیں گے



آسماں پہ ہے خدا اور زمیں پہ ہم
آج کل وہ اس طرف دیکھتا ہے کم

آج کل کسی کو وہ ٹوکتا نہیں
چاہے کچھ بھی کیجیے روکتا نہیں
ہو رہی ہے لوٹ مار، پھٹ رہے ہیں بم
آسماں پہ ہے خدا اور زمیں پہ ہم

کس کو بھیجے وہ یہاں خاک چھاننے
اس تمام بھیڑ کا حال جاننے
آدمی ہیں بے شمار دیوتا ہیں کم
آسماں پہ ہے خدا اور زمیں پہ ہم

اتنی دور سے اگر دیکھتا بھی ہو
تیرے میرے واسطے کیا کرے گا وہ
زندگی ہے اپنے اپنے بازوؤں کا دم
آسماں پہ ہے خدا اور زمیں پہ ہم



ان اجلے محلوں کے تلے
ہم گندی گلیوں میں پلے

سو سو بوجھ من پہ لیے
میل اور ماٹی تن پہ لیے
دکھ سہتے، غم کھاتے رہے
پھر بھی ہنستے گاتے رہے
ہم دیپک طوفاں میں چلے
ہم گندی گلیوں میں پلے

دنیا نے ٹھکرایا ہمیں
رستوں نے اپنایا ہمیں
سڑکیں ماں، سڑکیں ہی پتا
سڑکیں گھر، سڑکیں ہی چتا
کیوں آئے کیا کر کے چلے
ہم گندی گلیوں میں پلے

دل میں کھٹکا کچھ بھی نہیں
ہم کو پرواہ کچھ بھی نہیں

چاہو تو ناکارہ کہو

چاہو تو آوارہ کہو

ہم ہی برے، تم سب ہو بھلے

ہم گندی گلیوں میں پلے



محفل سے اٹھ جانے والو! تم لوگوں پر کیا الزام

تم آباد گھروں کے باسی؛ میں آوارہ اور بدنام

میرے ساتھی خالی جام

دو دن تم نے پیار جتایا دو دن تم سے میل رہا

اچھا خاصا وقت کٹا اور اچھا خاصا کھیل رہا

اب اس کھیل کا ذکر ہی کیا کہ وقت کٹا اور کھیل تمام

میرے ساتھی خالی جام

تم نے ڈھونڈی سکھ کی دولت میں نے پالا غم کا روگ

کیسے بنتا کیسے نبھتا یہ رشتہ اور یہ سنجوگ

میں نے دل کو دل سے تولا تم نے مانگے پیار کے دام

میرے ساتھی خالی جام

تم دنیا کو بہتر سمجھے، میں پاگل تھا خوار ہوا

تم کو اپنانے نکلا تھا، خود سے بھی بیزار ہوا

دیکھ لیا گھر پھونک تماشا، جان لیا میں نے انجام

میرے ساتھی خالی حام



تم نے کتنے سپنے دیکھے، میں نے کتنے گیت بنے

اس دنیا کے شور میں لیکن دل کی دھڑکن کون سنے

سرگرم کی آواز پہ سر کو دھننے والے لاکھوں پائے

نغموں کی کھلتی کلیوں کو چننے والے لاکھوں پائے

راکھ ہوا دل جن میں جل کر وہ انگارے کون چنے

تم نے کتنے سپنے دیکھے، میں نے کتنے گیت بنے

ارمانوں کے سونے گھر میں ہر آہٹ بیگانی نکلی

دل نے جب نزدیک سے دیکھا ہر صورت انجانی نکلی

بوجھل گھڑیاں گنتے گنتے صدمے ہو گئے لاکھ گنے

تم نے کتنے سپنے دیکھے، میں نے کتنے گیت بنے



دیکھا ہے زندگی کو کچھ اتنا قریب سے

چہرے تمام لگنے لگے ہیں عجیب سے

کہنے کو دل کی بات جنہیں ڈھونڈتے تھے ہم
محفل میں آ گئے ہیں وہ اپنے نصیب سے

نیلام ہو رہا تھا کسی نازنیں کا پیار
قیمت نہیں چکائی گئی اک غریب سے

تیری وفا کی لاش پہ لا میں ہی ڈال دوں
ریشم کا یہ کفن جو ملا ہے رقیب سے



سنبھل اے دل ، تڑپنے اور تڑپانے سے کیا ہو گا
جہاں بسنا نہیں ممکن وہاں جانے سے کیا ہو گا

چلے آؤ کہ اب منہ پھیر کر جانے سے کیا ہو گا
جو تم پر مرمٹا ، اس دل کو تڑپانے سے کیا ہو گا

ہمیں سنسار میں اپنا بنانا کون چاہے گا؟
یہ مسلے پھول سیجوں پر سجانا کون چاہے گا؟
تمناؤں کو جھوٹے خواب دکھلانے سے کیا ہو گا

تمہیں دیکھا تمہیں چاہا تمہیں پوجا ہے اس دل نے
جو سچ پوچھو تو پہلی بار کچھ مانگا ہے اس دل نے

جنہیں ملتی ہیں خوشیاں وہ مقدر اور ہوتے ہیں
جو دل میں گھر بناتے ہیں وہ دلبر اور ہوتے ہیں
امیدوں کو کھلونے دے کے بہلانے سے کیا ہو گا

بہت دن سے تھی دل میں اب زباں تک بات پہنچی ہے
وہیں تک اس کو رہنے دو جہاں تک بات پہنچی ہے
جو دل کی آخری حد ہے وہاں تک بات پہنچی ہے
جسے کھونا یقینی ہو اسے پانے سے کیا ہو گا



نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے
ترا وجود ہے اب صرف داستاں کے لیے

پلٹ کے سوئے چمن دیکھنے سے کیا ہو گا
وہ شاخ ہی نہ رہی جو تھی ، آشیاں کے لیے

غرض پرست جہاں میں وفا تلاش نہ کر
یہ شے بنی تھی کسی دوسرے جہاں کے لیے



وفا کے نام پہ کتنے گناہ ہوتے ہیں
اب ان سے پوچھے کوئی جو تباہ ہوتے ہیں

دامن میں داغ لگا بیٹھے
ہم پیار میں دھوکا کھا بیٹھے

چھوٹی سی بھول جوانی کی
جو تم کو یاد نہ آئے گی
اس بھول کے طعنے دے دے کر
دنیا ہم کو تڑپائے گی
اٹھتے ہی نظر جھک جائے گی
آج ایسی ٹھوکر کھا بیٹھے

چاہت کے لیے جو رسموں کو
خود ساتھ ہی جینے والے تھے
جو ساتھ ہی مرنے والے تھے
طوفاں کے حوالے کر کے ہمیں
خود دور کنارے جا بیٹھے

لو آج مری مجبور وفا
بدنام کہانی بننے لگی
جو پریم نشانی پائی تھی
وہ پاپ نشانی بننے لگی
دکھ دے کے مجھے جیون بھر کا
وہ سکھ کی سیج سجا بیٹھے



جیون کے سفر میں راہی
ملتے ہیں بچھڑ جانے کو
اور دے جاتے ہیں یادیں
تنہائی میں تڑپانے کو

یہ روپ کی دولت والے
کب سنتے ہیں دل کے نالے
تقدیر نے بے چین کر ڈالا
ان کے کسی دیوانے کو

جو ان کی نظر سے کھیلے
دکھ پائے مصیبت جھیلے

پھرتے ہیں یہ سب البیلے
دل لے کے مکر جانے کو

دل لے کے دغا دیتے ہیں
اک روگ لگا دیتے ہیں
ہنس ہنس کے جاں دیتے ہیں
یہ حسن کے پروانے کو



مایوس تو ہوں وعدے سے ترے
کچھ آس نہیں ، کچھ آس بھی ہے
میں اپنے خیالوں کے صدقے
تو پاس نہیں اور پاس بھی ہے
ہم نے تو خوشی مانگی تھی مگر!
جو تو نے دیا اچھا ہی دیا!
جس غم کا تعلق ہو تجھ سے
وہ راس نہیں اور راس بھی ہے

پلکوں پہ لرزتے اشکوں میں
تصویر جھلکتی ہے تیری!

دیدار کی پیاسی آنکھوں میں
اب پیاس نہیں اور پیاس بھی ہے



اب وہ کرم کریں کہ ستم میں نشے میں ہوں
مجھ کو نہ کوئی ہوش نہ غم ، میں نشے میں ہوں

سینے سے بوجھ ان کے غموں کا اتار کے
آیا ہوں آج اپنی جوانی کو ہار کے
کہتے ہیں ڈگمگاتے قدم ، میں نشے میں ہوں

وہ بے وفا ، اب بھی یہ دل مانتا نہیں
کم بخت ناسمجھ ہے ، انہیں جانتا نہیں
میں آج توڑ دوں گا بھرم، میں نشے میں ہوں

فرصت نہیں ہے رونے رلانے کے واسطے
آئے نہ ان کی یاد ستانے کے واسطے
اس وقت دل میں درد ہے کم ، میں نشے میں ہوں



میری مانگ کے رنگ میں تو نے راکھ چتا کی بھر دی
یہ کیسا انصاف ہے تیرا او بھگوان بیدردی؟

گھونگھٹ اٹھنے سے پہلے ودھوا کر دی پریت سہاگن
چھین لیا ماتھے کا ٹیکا، کھول لیے ہاتھوں کے کنگن
پلک جھپکتے ہنستی بستی ، دنیا سونی کر دی!

روپ سجا پر جوت نہ جاگی ، سیج بچھی پر پھول نہ مہکے
بن گیا میرے منہ کا کالک دونینوں کا کاجل بہہ کے
بھاگ بنانے والے تو نے بھاگ پہ تہمت دھر دی!



لوگ عورت کو فقط جسم سمجھ لیتے ہیں
روح بھی ہوتی ہے اس میں کہاں سوچتے ہیں

روح کیا ہوتی اس سے انہیں مطلب ہی نہیں
وہ تو بس تن کے تقاضوں کا کہا مانتے ہیں
روح مر جائے تو یہ جسم ہے چلتی ہوئی لاش!
اس حقیقت کو سمجھتے ہیں نہ پہچانتے ہیں

کتنی صدیوں سے یہ وحشت کا چلن جاری ہے
کتنی صدیوں سے ہے قائم یہ گناہوں کا رواج
لوگ عورت کی ہر اک چیخ کو نغمہ سمجھے

وہ قبیلوں کا زمانہ ہو کہ شہروں کا رواج

جبر سے نسل بڑھے، ظلم سے تن میل کریں
یہ عمل ہم میں ہے بے علم پرندوں میں نہیں
ہم جو انسانوں کی تہذیب لیے پھرتے ہیں
ہم سا وحشی کوئی جنگل کے درندوں میں نہیں

اک بجھی روح لیے جسم کے ڈھانچے میں لیے
سوچتی ہوں میں کہاں جا کے مقدر پھوڑوں
میں نہ زندہ ہوں کہ مرنے کا سہارا ڈھونڈوں

کون بتلائے گا مجھ کو کسے جا کر پوچھوں!
زندگی قہر کے سانچوں میں ڈھلے گی کب تک
کب تلک آنکھ نہ کھولے گا زمانے کا ضمیر!
ظلم اور جبر کی یہ ریت چلے گی کب تک



بول نہ بول اے جانے والے، سن تو لے دیوانوں کی
اب نہیں دیکھی جاتی ہم سے یہ حالت ارمانوں کی

حسن کے کھلتے پھول ہمیشہ بیدردوں کے ہاتھ بکے
اور چاہت کے متوالوں کو دھول ملی ویرانوں کی

دل کے نازک جذبوں پر بھی راج ہے سونے چاندی کا
یہ دنیا کیا قیمت دے گی سادہ دل انسانوں کی



یہ محلوں یہ تختوں یہ تاجوں کی دنیا
یہ انساں کے دشمن سماجوں کی دنیا
یہ دولت کے بھوکے رواجوں کی دنیا
یہ دنیا اگر مل بھی جائے تو کیا ہے؟

ہر اک جسم گھایل ہر اک روح پیاسی
نگاہوں میں الجھن دلوں میں اداسی
یہ دنیا ہے یا عالم بدحواسی
یہ دنیا اگر مل بھی جائے تو کیا ہے؟

یہاں اک کھلونا ہے انساں کی ہستی
یہ بستی ہے مردہ پرستوں کی بستی
یہاں پر تو جیون سے ہے موت سستی

یہ دنیا اگر مل بھی جائے تو کیا ہے؟

جوانی بھٹکتی ہے بدکار بن کر
جواں جسم سجتے ہیں بازار بن کر
یہاں پیار ہوتا ہے بیوپار بن کر
یہ دنیا اگر مل بھی جائے تو کیا ہے

یہ دنیا، جہاں آدمی کچھ نہیں ہے
وفا کچھ نہیں، دوستی کچھ نہیں ہے
جہاں پیار کی قدر ہی کچھ نہیں ہے
یہ دنیا اگر مل بھی جائے تو کیا ہے

جلا دو اسے پھونک ڈالو یہ دنیا
مرے سامنے سے ہٹا لو یہ دنیا
تمہاری ہے تم ہی سنبھالو یہ دنیا
یہ دنیا اگر مل بھی جائے تو کیا ہے؟



دیواروں کا جنگل جس کا آبادی ہے نام
باہر سے چپ چپ لگتا ہے اندر ہے کہرام

دیواروں کے اس جنگل میں بھٹک رہے انسان
اپنے اپنے الجھے دامن جھٹک رہے انسان

اپنی بیتی چھوڑ کے آئے کون کسی کے کام
باہر سے چپ چپ لگتا ہے اندر ہے کہرام
سینے خالی ، آنکھیں سونی، چہرے پر حیرانی
جتنے گھنے ہنگامے اس میں اتنی گھنی ویرانی

راتیں قاتل، صبحیں مجرم، ملزم ہے ہر شام
باہر سے چپ چپ لگتا ہے اندر ہے کہرام
حال نہ پوچھیں ، درد نہ بانٹیں اس جنگل کے لوگ
اپنا اپنا سکھ ہے سب کا اپنا اپنا سوگ

کوئی نہیں جو ہاتھ بڑھا کر گرتوں کو لے تھام
باہر سے چپ چپ لگتا ہے اندر ہے کہرام
بے بس کو دوشی ٹھہرائے اس جنگل کا نیائے
سچ کی لاش پہ کوئی نہ روئے جھوٹ کو سیس نوائے

پتھر کی ان دیواروں میں پتھر ہو گئے رام
باہر سے چپ چپ لگتا ہے اندر ہے کہرام



موت کتنی بھی سنگدل ہو مگر زندگی سے تو مہرباں ہو گی

نت نئے رنج دل کو دیتی ہے، زندگی یہ خوشی کی دشمن ہے
موت سب سے نباہ کرتی ہے ، زندگی زندگی کی دشمن ہے
کچھ نہ کچھ تو سکوں پائے گا موت کے بس میں جس کی جاں ہو گی

رنگ اور نسل ، نام اور دولت ، زندگی کتنے فرق مانتی ہے
موت حد بندیوں سے اونچی ہے ، ساری دنیا کو ایک جانتی ہے
جن اصولوں پہ مر رہے ہیں ہم ، ان اصولوں کی قدر داں ہو گی

موت سے اور کچھ ملے نہ ملے زندگی سے تو جان چھوٹے گی
مسکراہٹ نصیب ہو کہ نہ ہو ، آنسوؤں کی لڑی تو ٹوٹے گی
ہم نہ ہوں گے تو غم کسے ہو گا، ختم ہر غم کی داستاں ہو گی



سنسار کی ہر شے کا اتنا ہی فسانہ ہے
اک دھند سے آنا ہے اک دھند میں جانا ہے

یہ راہ کہاں سے ہے یہ راہ کہاں تک ہے
یہ راز کوئی راہی سمجھا ہے نہ جانا ہے

اک پل کی پلک پر ہے ٹھہری ہوئی یہ دنیا
اک پلک جھپکنے تک ہر کھیل سہانا ہے

کیا جانے کوئی کس پر کس موڑ پہ کیا بیتے
اس راہ میں اے راہی ہر موڑ بہانا ہے

ہم لوگ کھلونا ہیں اک ایسے کھلاڑی کا
جس کو ابھی صدیوں تک یہ کھیل رچانا ہے



میں زندگی کا ساتھ نبھاتا چلا گیا
ہر فکر کو دھوئیں میں اڑاتا چلا گیا

بربادیوں کا سوگ منانا فضول تھا
بربادیوں کا جشن مناتا چلا گیا

جو مل گیا اسی کو مقدر سمجھ لیا
جو کھو گیا میں اس کو بھلاتا چلا گیا

غم اور خوشی میں فرق نہ محسوس ہو جہاں
میں دل کو اس مقام پہ لاتا چلا گیا



زندگی ظلم سہی، غم ہی سہی
دل کی فریاد سہی ، روح کا ماتم ہی سہی

ہم نے ہر حال میں جینے کی قسم کھائی ہوئی ہے
اب یہی حال مقدر ہو تو شکوہ کیوں ہو
ہم سلیقے سے نبھا دیں گے جو دن باقی ہیں
چاہ رسوا نہ ہوئی ، آہ بھی رسوا کیوں ہو

ہم کو تقدیر سے بے وجہ شکایت کیوں ہو
اسی تقدیر نے چاہت کی خوشی بھی دی تھی
آج اگر کانپتی پلکوں کو دیے ہیں آنسو
کل تھرکتے ہوئے ہونٹوں کو ہنسی بھی دی تھی

ہم ہیں مایوس مگر اتنے بھی مایوس نہیں
اک نہ اک دن تو یہ اشکوں کی لڑی ٹوٹے گی
اک نہ اک دن تو چھٹیں گے یہ غموں کے بادل
اک نہ اک دن تو اجالے کی کرن پھوٹے گی



بستی بستی ، پربت پربت گاتا جائے بنجارا
لے کر دل کا اک تارا

پل دو پل کا ساتھ ہمارا، پل دو پل کی یاری
آج رکے تو کل کرنی ہے چلنے کی تیاری

قدم قدم پر ہونی بیٹھی اپنا جال بچھائے
اس جیون کی راہ میں جانے کون کہاں رہ جائے

دھن دولت کے پیچھے کیوں ہے یہ دنیا دیوانی
یہاں کی دولت یہیں رہے گی ساتھ نہیں یہ جانی

سونے چاندی میں تلتا ہو جہاں دلوں کا پیار
آنسو بھی بیکار وہاں پر آہیں بھی بیکار

دنیا کے بازار میں آخر چاہت بھی بیوپار بنی
میرے دل سے ان کے دل تک چاندی کی دیوار بنی

ہم جیسوں کے بھاگ میں لکھا چاہت کا وردان نہیں
جس نے ہم کو جنم دیا وہ پتھر ہے بھگوان نہیں

بستی بستی ، پربت پربت گاتا جائے بنجارا



اپنی دنیا پہ صدیوں سے چھائی ہوئی ظلم اور لوٹ کی سنگدل رات ہے
یہ نہ سمجھو کہ یہ آج کی بات ہے
جب سے دھرتی بنی ، جب سے دنیا بسی ہم یوں ہی زندگی کو ترستے رہے
موت کی آندھیاں گھر کے چھاتی رہیں ، آگ اور خوں کے بادل برستے رہے
تم بھی مجبور ہو ، ہم بھی مجبور ہیں
کیا کریں یہ بزرگوں کو سوغات ہے
ہم اندھیری گپھاؤں سے نکلے مگر، روشنی اپنے سینوں سے پھوٹی نہیں
ہم نے جنگل تو شہروں میں بدلے مگر ہم سے جنگل کی تہذیب چھوٹی نہیں
اپنی بدنام انسانیت کی قسم
اپنی حیوانیت آج تک ساتھ ہے
ہم نے سقراط کو زہر کی بھینٹ دی ، اور عیسیٰ کو سولی کا تحفہ دیا
ہم نے گاندھی کے سینے کو چھلنی کیا، کینیڈی سا جواں خوں میں نہلا دیا
ہر مصیبت جو انسان پر آئی ہے
ہیروشیما کی جھلسی زمیں کی قسم، ناگا ساکی کی سلگی فضا کی قسم
جن پہ جنگل کا قانون بھی تھوک دے، ایٹمی دور کے وہ درندے ہیں ہم
اپنی بڑھتی ہوئی نسل خود پھونک دے
ہم تباہی کے رستے پہ اتنا بڑھے، اب تباہی کا رستہ ہی باقی نہیں

خونِ انساں جہاں ساغروں میں بٹے ، اس سے آگے وہ محفل وہ ساقی نہیں
اس اندھیرے کی اتنی ہی اوقات تھی
اس سے آگے اجالوں کی بارات ہے



یہ دنیا دورنگی ہے
ایک طرف سے ریشم اوڑھے، ایک طرف سے ننگی ہے
ایک طرف اندھی دولت کی پاگل عیش پرستی
ایک طرف جسموں کی قیمت روٹی سے بھی سستی
ایک طرف ہے سونا گاچی ، ایک طرف چورنگی ہے
یہ دنیا دو رنگی ہے

آدھے منہ پر نور برستا، آدھے منہ پر چیرے
آدھے تن پر کوڑھ کے دھبے، آدھے تن پر ہیرے
آدھے گھر میں خوشحالی ہے ادھر گھر میں تنگی ہے
یہ دنیا دو رنگی ہے

ماتھے اوپر مکٹ سجائے، سر پر ڈھوئے گندا
دائیں ہاتھ سے بھکشا مانگے، بائیں سے دے چندا
ایک طرف بھنڈار چلائے، ایک طرف بھک منگی ہے
یہ دنیا دو رنگی ہے

اک سنگم پر لانی ہو گی ، دکھ اور سکھ کی دھارا
نئے سرے سے کرنا ہو گا دولت کا بٹوارا
جب تک اونچ اور نیچ ہے باقی ، ہرصورت بے ڈھنگی ہے
یہ دنیا دو رنگی ہے



کیا ملئے ایسے لوگوں سے جن کی فطرت چھپی رہے
نقلی چہرہ سامنے آئے ، اصلی صورت چھپی رہے
خود سے بھی جو خود کو چھپائیں، کیا ان سے پہچان کریں
کیا ان کے دامن سے لپٹیں ، کیا ان کا ارمان کریں
جن کی آدھی نیت ابھرے، آدھی نیت چھپی رہے
نقلی چہرہ سامنے آئے ' اصلی صورت چھپی رہے
جن کے ظلم سے دکھی ہے جنتا، ہر بستی ہر گاؤں میں
دیا دھوم کی بات کریں وہ بیٹھ کے سجی سبھاؤں میں
دان کا چرچا گھر گھر پہنچے ، لوٹ کی دولت چھپی رہے
نقلی چہرہ سامنے آئے ، اصلی صورت چھپی رہے
دیکھیں ان نقلی چہروں کی کب تک جے جے کار چلے
اجلے کپڑوں کی تہہ میں کب تک کالا سنسار چلے
کب تک لوگوں کی نظروں سے چھپی حقیقت چھپی رہے
نقلی چہرہ سامنے آئے ، اصلی صورت چھپی رہے



مہرباں کیسے کیسے ، قدرداں کیسے کیسے
آج محفل میں آئے ہوئے ہیں

رند بھی ان میں ہیں پارسا بھی
کشتی قوم کے ناخدا بھی
معتبر کیسے کیسے ، راہ بر کیسے کیسے
آج مسند سجائے ہوئے ہیں

قوم کی خدمت کام ہے ان کا
اُس خدمت سے نام ہے ان کا
بھوکوں کے غم میں گھلتے ہیں
سونے چاندی میں تلتے ہیں
دور ان کی بلائیں ، ان پہ قربان جائیں
یہ جو نظریں جھکائے ہوئے ہیں
ساز اور ساز کے نغمے کیا ہیں
حسن اور حسن کے جلوے کیا ہیں
شرم ہے کیا اور غیرت کیا ہے؟
عزت کیا ہے عصمت کیا ہے؟

یہ ہوس کے پرندے ، نیک صورت درندے
دام سب پر لگائے ہوئے ہیں

یہ یتیموں کا حق کھانے والے
بے بسوں پہ ستم ڈھانے والے
بس چلے تو وطن بیچ ڈالیں
یہ مندروں کے صنم تک نہ چھوڑیں
یہ جو بدکاریوں سے چور بازاریوں سے
شان و شوکت بڑھائے ہوئے ہیں



دھرتی کی سلگتی چھاتی سے بے چین شرارے پوچھتے ہیں
تم لوگ جنہیں اپنا نہ سکے وہ خون کے دھارے پوچھتے ہیں
سڑکوں کی زبان چلاتی ہے ، ساگر کے کنارے پوچھتے ہیں
یہ کس کا لہو ہے کون مرا؟ اے رہبر ملک و قوم بتا!

یہ جلتے ہوئے گھر کس کے ہیں ، یہ کٹتے ہوئے تن کس کے ہیں؟
تقسیم کے اندھے طوفاں میں لٹتے ہوئے گلشن کس کے ہیں؟
بدبخت فضائیں کس کی ہیں برباد نشیمن کس کے ہیں ؟

کچھ ہم بھی سنیں، ہم کو بھی سنا!

کس کام کے ہیں یہ دین دھرم جو شرم کا دامن چاک کریں؟
کس طرح کے ہیں یہ دیش بھگت جو بستے گھروں کو خاک کریں؟
یہ روحیں کیسی روحیں ہیں جو دھرتی کو ناپاک کریں؟
آنکھیں تو اٹھا، نظریں تو ملا!

جس رام کے نام پہ خون بہے اس رام کی عزت کیا ہو گی؟
جس دین کے ہاتھوں لاج لٹے اس دین کی قیمت کیا ہو گی؟
انسان کی اس ذلت سے پرے، شیطان کی ذلت کیا ہو گی؟
یہ وید ہٹا، قرآن اٹھا!

یہ کس کا لہو ہے، کون مرا؟
اے رہبر ملک وقوم بتا!



میں نے پی شراب، تم نے کیا پیا؟ آدمی کا خون
میں ذلیل ہوں
تم کو کیا کہوں
تم پیو تو ٹھیک ہم پئیں تو پاپ

تم جیو تو پن ہم جئیں تو پاپ
تم شریف لوگ تم امیر لوگ
ہم تباہ حال ہم فقیر لوگ
زندگی بھی روگ موت بھی عذاب
میں نے پی شراب
تم کہو تو سچ ہم کہیں تو جھوٹ
تم کو سب معاف ظلم ہو کہ لوٹ
تم نے کتنے دل چاک کر دیے
کتنے بستے گھر خاک کر دیے
میں نے تو کیا خود کو ہی خراب
میں نے پی شراب
ریت اور رواج سب تمہارے ساتھ
دھرم اور سماج سب تمہارے ساتھ
اپنے ساتھ کیا؟ دھول اور دھواں
آج چاہے تم نوچ لو زباں
آنے والا دور لے گا سب حساب
میں نے پی شراب
تم نے کیا پیا آدمی کا خون
میں ذلیل ہوں، تم کو کیا کہوں؟



انصاف کا ترازو جو ہاتھ میں اٹھائے
جرموں کو ٹھیک تولے!
ایسا نہ ہو کہ کل کا اتہاس کار بولے
مجرم سے بھی زیادہ
منصف نے ظلم ڈھایا
کیس پیش اس کے آگے غم کی گواہیاں بھی
رکھیں نظر کے آگے دل کی تباہیاں بھی
اس کو یقین نہ آیا
انصاف کر نہ پایا
اور اپنے اس عمل سے
بدکار مجرموں کے ناپاک حوصلوں کو
کچھ اور بھی بڑھایا
انصاف کا ترازو جو ہاتھ میں اٹھائے
یہ بات یاد رکھے
سب منصفوں سے اوپر
اک اور بھی ہے منصف
وہ دو جہاں کا مالک

سب حال جانتا ہے
نیکی کے اور بدی کے
احوال جانتا ہے
دنیا کے فیصلوں سے
مایوس جانے والا
ایسا نہ ہو کہ اس کے دربار میں پکارے
ایسا نہ ہو کہ اس کے انصاف کا ترازو
ایک بار پھر سے تولے
مجرم کے ظلم کو بھی
منصف کی بھول کو بھی
اور اپنا فیصلہ دے
وہ فیصلہ کہ جس سے
یہ روح کانپ اٹھے!



خدائے برتر! تری زمیں پر، زمیں کی خاطر یہ جنگ کیوں ہے؟
ہر ایک فتح و ظفر کے دامن پہ خونِ انسان کا رنگ کیوں ہے؟

زمیں بھی تیری ہے ہم بھی تیرے، یہ ملکیت کا سوال کیا ہے؟

یہ قتل و خوں کا رواج کیوں ہے، یہ رسمِ جنگ وجدال کیا ہے؟
جنہیں طلب ہے جہان بھر کی ، انہیں کا دل اتنا تنگ کیوں ہے؟
خدائے برتر! تری زمیں پر ، زمیں کی خاطر یہ جنگ کیوں ہے؟

غریب ماؤں ، شریف بہنوں کو امن و عزت کی زندگی دے
جنہیں عطا کی ہے تو نے طاقت انہیں ہدایت کی روشنی دے
سروں میں کبروغرور کیوں ہے ، دلوں کے شیشے پہ زنگ کیوں ہے؟
خدائے برتر! تری زمیں پر ، زمیں کی خاطر یہ جنگ کیوں ہے؟



برسورام دھڑاکے سے
بڑھیا مر گئی فاقے سے
کل جگ میں بھی مرتی ہے ، ست جگ میں بھی مرتی تھی
یہ بڑھیا اس دنیا میں سدا ہی فاقے کرتی تھی
جینا اس کو راس نہ تھا
پیسا اس کے پاس نہ تھا
اس کے گھر کو دیکھ کے مچھی مڑ جاتی تھی ناکے سے
برسورام دھڑاکے سے
جھوٹے ٹکڑے کھا کے بڑھیا، تپتا پانی پیتی تھی!

مرتی ہے تو مر جانے دو ، پہلے بھی کب جیتی تھی ؟
جے ہو پیسے والوں کی
گیہوں کے دلالوں کی
ان کا حد سے بڑھا منافع کچھ ہی کم ہے ڈاکے سے
برسورام دھڑاکے سے



عورت نے جنم دیا مردوں کو ، مردوں نے اسے بازار دیا
جب جی چاہا مسلا کچلا، جب جی چاہا دھتکار دیا

تلتی ہے کہیں دیناروں میں، بکتی ہے کہیں بازاروں میں
ننگی نچوائی جاتی ہے عیاشوں کے درباروں میں
یہ وہ بےعزت چیز ہے جو بٹ جاتی ہے عزت داروں میں
عورت نے جنم دیا مردوں کو ، مردوں نے اسے بازار دیا

مردوں کے لیے ہر ظلم روا ، عورت کے لیے رونا بھی خطا
مردوں کے لیے ہر عیش کا حق ، عورت کے لیے جینا بھی سزا
مردوں کے لیے لاکھوں سیجیں ، عورت کے لیے بس ایک چتا
عورت نے جنم دیا مردوں کو ، مردوں نے اسے بازار دیا

جن سینوں نے ان کو دودھ دیا ان سینوں کا بیوپار کیا
جس کوکھ میں ان کا جسم ڈھلا اس کوکھ کا کاروبار کیا
جس تن سے اگے کونپل بن کر اس تن کو ذلیل و خوار کیا

سنسار کی ہر اک بے شرمی غربت کی گود میں پلتی ہے
چکلوں ہی میں آ کر رکتی ہے، فاقوں سے جو راہ نکلتی ہے
مردوں کی ہوس ہے جو اکثر عورت کے پاپ میں ڈھلتی ہے
عورت نے جنم دیا مردوں کو، مردوں نے اسے بازار دیا

عورت سنسار کی قسمت ہے پھر بھی تقدیر کی ہیٹی ہے
اوتار پیمبر جنتی ہے پھر بھی شیطان کی بیٹی ہے
یہ وہ بدقسمت ماں ہے جو بیٹوں کی سیج پہ لیٹی ہے
عورت نے جنم دیا مردوں کو، مردوں نے اسے بازار دیا



یہ کوچے یہ نیلام گھر دل کشی کے
یہ لٹتے ہوئے کارواں زندگی کے
کہاں ہیں، کہاں ہیں محافظ خودی کے
جنہیں ناز ہے ہند پر وہ کہاں ہیں
کہاں ہیں، کہاں ہیں، کہاں ہیں

یہ پرپیچ گلیاں، یہ بدنام بازار
یہ گمنام راہی، یہ سکوں کی جھنکار
یہ عصمت کے سودے یہ سودوں پہ تکرار
جنہیں ناز ہے ہند پر وہ کہاں ہیں
کہاں ہیں، کہاں ہیں کہاں ہیں

یہ صدیوں سے بے خواب سہمی سی گلیاں
یہ مسلی ہوئی ادھ کھلی زرد کلیاں
یہ بکتی ہوئی کھوکھلی رنگ رلیاں
جنہیں ناز ہے ہند پر وہ کہاں ہیں
کہاں ہیں، کہاں ہیں؟

یہ اجلے دریچوں میں پایل کی چھن چھن
تھکی ہاری سانسوں پہ طبلے کی دھن دھن
یہ بے روح کمروں میں کھانسی کی ٹھن ٹھن
جنہیں ناز ہے ہند پر وہ کہاں ہیں
کہاں ہیں، کہاں ہیں، کہاں ہیں؟

یہ پھولوں کے گجرے پہ پیکوں کے چھینٹے
یہ بیباک نظریں، یہ گستاخ فقرے
یہ ڈھلکے بدن اور یہ بیمار چہرے
جنہیں ناز ہے ہند پر وہ کہاں ہیں
کہاں ہیں، کہاں ہیں، کہاں ہیں؟

یہاں پیر بھی آ چکے ہیں ، جواں بھی
تنومند بیٹے بھی، ابا میاں بھی
یہ بیوی بھی ہے اور بہن بھی ہے ماں بھی

جنہیں ناز ہے ہند پر وہ کہاں ہیں
کہاں ہیں ، کہاں ہیں ، کہاں ہیں؟

مدد چاہتی ہے یہ حوا کی بیٹی
یشودھا کی ہم جنس ، رادھا کی بیٹی
پیمبر کی امت ، زلیخا کی بیٹی

جنہیں ناز ہے ہند پر وہ کہاں ہیں
کہاں ہیں ، کہاں ہیں ، کہاں ہیں؟

ذرا ملک کے رہبروں کو بلاؤ
یہ کوچے، یہ گلیاں ، یہ منظر دکھاؤ
جنہیں ناز ہے ہند پر ان کو لاؤ

جنہیں ناز ہے ہند پر وہ کہاں ہیں
کہاں ہیں ، کہاں ہیں ، کہاں ہیں؟



لاگا چنری میں داگ چھپاؤں ہے
.... گھر جاؤں کیسے

ہو گئی میلی موری چنریا
کورے بدن سی کوری چنریا
جا کے بابل سے نجریں ملاؤں کیسے
.... گھر جاؤں کیسے

بھول گئی سب بچن بدا کے
کھو گئی میں سسرال میں آ کے
جا کے بابل سے نجریں ملاؤں کیسے
.... گھر جاؤں کیسے

کوری چنریا آتما موری میل ہے مایا
جال
وہ دنیا مورے بابل کا گھر، یہ دنیا
سسرال
جا کے بابل سے نجریں ملاؤں کیسے
...............گھر جاؤں کیسے
لاگا چنری میں داگ چھپاؤں کیسے



کام ، کرودھ اور لوبھ کا مارا جگت نہ آیا راس
جب جب رام نے جنم لیا ، تب تب پایا بن باس

کلجگ تک چلتی آئی ہے ، ست جگ کی یہ ریت
سب کچھ ہار چکے جب اپنا ، تب ہے رام کی جیت
جگ بدلے پر بدل نہ پایا اب تک یہ اتہاس

چھوڑ کے اپنے محل وہ محلے جنگل جنگل پھرنا
اور دل کے سکھ چین کی خاطر دکھ سنکٹ میں گھرنا
ہے یہی رام کے لیکھ کی ریکھا ، آ گیا اب وشواس

رام ہر اک جگ میں آئے پرکون انہیں پہچانا
رام کی پوجا کی جگ نے پر رام کا ارتھ نہ جانا
تکتے تکتے بوڑھے ہو گئے دھرتی اور آکاش



کعبے میں رہو یا کاشی میں ، نسبت تو اسی کی ذات سے ہے
تم رام کہو کہ رحیم کہو، مطلب تو اسی کی بات سے ہے

یہ مسجد ہے ، وہ بت خانہ ، چاہے یہ مانو چاہے وہ مانو
مقصد تو ہے دل کو سمجھانا ، چاہے یہ مانو، چاہے وہ مانو

یہ شیخ و برہمن کے جھگڑے ، سب ناسمجھی کی باتیں ہیں
ہم نے تو ہے بس اتنا جانا چاہے یہ مانو ، چاہے وہ مانو

گر جذبِ محبت صادق ہو ، ہر در سے مرادیں ملتی ہیں
ہر گھر ہے اسی کا کاشانہ ، چاہے یہ مانو چاہے وہ مانو



ایشور، اللہ تیرے نام
سب کو سمتی دے بھگوان!

اس دھرتی پر بسنے والے
سب ہیں تیری گود کے پالے
کوئی نیچ نہ کوئی مہان
سب کو سمتی دے بھگوان

جنم کا کوئی مول نہیں ہے
جنم منش کا تول نہیں ہے
کرم سے ہے سب کی پہچان
سب کو سمتی دے بھگوان



سنسار سے بھاگے پھرتے ہو ، بھگوان کو تم کیا پاؤ گے
اس لوک کو بھی اپنا نہ سکے ، اس لوک میں بھی پچھتاؤ گے

یہ پاپ ہے کیا، یہ پن ہے کیا، ریتوں پر دھرم کی ٹھہریں ہیں
ہر یگ میں بدلتے دھرموں کو کیسے آدرش بناؤ گے

یہ بھوک بھی ایک تپسیا ہے، تم تیاگ کے مارے کیا جانو
ایمان رچیتا کا ہو گا، رچنا کو اگر ٹھکراؤ گے

ہم کہتے ہیں یہ جگ اپنا ہے، تم کہتے ہو جھوٹا سپنا ہے
ہم جنم بتا کر جائیں گے، تم جنم گنوا کر جاؤ گے



آنا ہے تو آ ، راہ میں کچھ پھر نہیں ہے
بھگوان کے گھر دیر ہے ، اندھیر نہیں ہے

جب تجھ سے نہ سلجھیں ترے الجھے ہوئے دھندے
بھگوان کے انصاف پہ سب چھوڑ دے بندے
خود ہی تری مشکل کو وہ آسان کرے گا
جو تو نہیں کر پایا ، وہ بھگوان کرے گا

کہنے کی ضرورت نہیں آنا ہی بہت ہے
اس در پہ ترا سیس جھکانا ہی بہت ہے

جو کچھ ہے ترے دل میں سبھی اس کو خبر ہے
بندے ترے ہر حال پہ مالک کی نظر ہے

بن مانگے ہی ملتی ہیں یہاں من کی مرادیں
دل صاف ہو جن کا وہ یہاں آ کے صدا دیں
ملتا ہے جہاں نیائے ، وہ دربار یہی ہے
سنسار کی سب سے بڑی سرکار یہی ہے



تری ہے زمیں تیرا آسماں!
تو بڑا مہرباں، تو بخشش کر
سبھی کا ہے تو سبھی تیرے
خدا مرے تو بخشش کر

تیری مرضی سے اے مالک!
ہم اس دنیا میں آئے ہیں
تری رحمت سے ہم سب نے
یہ جسم اور جان پائے ہیں
تو اپنی نظر ہم پر رکھنا

کس حال میں ہیں، یہ خبر رکھنا

تو چاہے تو ہمیں رکھے!
تو چاہے تو ہمیں مارے
ترے آگے جھکا کے سر
کھڑے ہیں آج ہم سارے
سب سے بڑی طاقت والے
تو چاہے تو ہر آفت ٹالے

تو بخشش کر!



بچے من کے سچے، سارے جگ کی آنکھ کے تارے
یہ وہ ننھے پھول ہیں جو بھگوان کو لگتے پیارے
خود روٹھیں خود من جائیں، پھر ہم جولی بن جائیں
جھگڑا جس کے ساتھ کریں، اگلے ہی پل پھر بات کریں
ان کو کسی سے بیر نہیں، ان کے لیے کوئی غیر نہیں
ان کا بھولا پن ملتا ہے سب کو بانہہ پسارے
انساں جب تک بچہ ہے، تب تک سمجھو سچا ہے

جوں جوں اس کی عمر بڑھے، من پر جھوٹ کا میل چڑھے
کرودھ بڑھے، نفرت گھیرے، لالچ کی عادت گھیرے
بچپن ان پاپوں سے ہٹ کر اپنی عمر گزارے
تن کومل، من سندر ہیں، بچے بڑوں سے بہتر ہیں
ان میں چھوت اور چھات نہیں، جھوٹی ذات اور بات نہیں
بھاشا کی تکرار نہیں، مذہب کی دیوار نہیں
ان کی نظروں میں اک ہیں، مندر، مسجد، گردوارے

☆

تو مرے پیار کا پھول ہے کہ مری بھول ہے
کچھ کہہ نہیں سکتی
کسی کا کیا تو بھرے
یہ سہہ نہیں سکتی!
میری بدنامی تیرے ساتھ چلے گی
سن سن طعنے میری کوکھ جلے گی
کانٹوں بھرے ہیں سب راستے تیرے واسطے
جیون کی ڈگر میں
کون بنے گا تیرا آسرا
بے درد نگر میں؟

پوچھے گا کوئی تو کسے باپ کہے گا

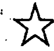
جگ تجھے پھینکا ہوا پاپ کہے گا

بن کے رہے گی شرمندگی ، تیری زندگی

جب تک تو جیے گا

آج پلاؤں گی تجھے دودھ میں

کل زہر پیے گا!



تو مرے ساتھ رہے گا منے !

تا کہ تو جان سکے

تجھ کو پروان چڑھانے کے لیے

کتنے سنگین مراحل سے تری ماں گزری

تو مرے ساتھ رہے گا منے !

تا کہ تو دیکھ سکے

کتنے پاؤں مری ممتا کے کلیجے پہ پڑے

کتنے خنجر مری آنکھوں مرے کانوں میں گڑے

تو مرے ساتھ رہے گا منے!

میں تجھے رحم کے سائے میں نہ پلنے دوں گی

زندگانی کی کڑی دھوپ میں جلنے دونگی

تا کہ تپ تپ کے تو فولاد بنے

ماں کی اولاد بنے

تو میرے ساتھ رہے گا منے!

جب تلک ہوگا ، ترا ساتھ نبھاؤں گی میں

پھر چلی جاؤں گی اس پار کے سناٹے میں

اور تاروں سے تجھے جھانکوں گی

زخم سینے میں لیے پھول نگاہوں میں لیے

تیرا کوئی بھی نہیں میرے سوا

میرا کوئی بھی نہیں تیرے سوا

تو مرے ساتھ رہے گا منے !

میرا ہر درد تجھے دل میں بسانا ہوگا

میں تری ماں ہوں ، مرا قرض چکانا ہوگا

میری بربادی کے ضامن اگر آباد رہے

میں تجھے دودھ نہ بخشوں گی تجھے یاد رہے

تجھے یاد رہے ، تجھے یاد رہے

تو مرے ساتھ رہے گا منے......!



اے میرے ننھے گلفام

میری نیندیں تیرے نام

تیرا بچپن پاک رہے
مجھ پر تو ہیں سو الزام

کس کا پڑا تجھ پر سایہ؟
کس نے یہ رستہ دکھایا؟
کون تجھے اس گھر میں لایا؟
یہ گھر ہے رسوا بدنام
ان گلیوں کی قسمت ہے
ٹوٹے گجرے جھوٹے جام
زخمی سازوں کی جھنکار
گھایل گیتوں کی گنجار
دکھتے من کی چیخ پکار
عیاشوں کے کھیل کا نام
ان کوچوں میں ہوتا ہے
ارمانوں کا قتل عام

اس بستی میں زہر گھلے
ہر بوٹی روٹی میں تلے
ان گلیوں میں آنکھ کھلے

جب دھرتی پر چھائے شام
سو نہ گیا تو دیکھے گا
ماں بہنوں کے لگتے دام



تیرے بچپن کو جوانی کی دعا دیتی ہوں
اور دعا دے کے پریشان سی ہو جاتی ہوں
میرے بچے! مرے گلزار کے ننھے پودے
تجھ کو حالات کی آندھی سے بچانے کے لیے
آج میں پیار کے آنچل میں چھپا لیتی ہوں
کل یہ کمزور سہارا بھی نہ حاصل ہو گا
کل تجھے کانٹوں بھری راہ پہ چلنا ہو گا
زندگانی کی کڑی دھوپ میں جلنا ہو گا
تیرے بچپن کو جوانی کی دعا دیتی ہوں
اور دعا دے کے پریشان سی ہو جاتی ہوں
تیرے ماتھے پہ شرافت کی کوئی مہر نہیں
چند بوسے ہیں محبت کے سو وہ بھی کیا ہیں
مجھ سی ماؤں کی محبت کا کوئی مول نہیں
میرے معصوم فرشتے تو ابھی کیا جانے
تجھ کو کس کس کے گناہوں کی سزا ملنی ہے

دین اور دھرم کے مارے ہوئے انسانوں کی
جو نظر ملتی ہے، وہ تجھ کو خفا ملتی ہے

تیرے بچپن کو جوانی کی دعا دیتی ہوں
اور دعا دے کے پریشان سی ہو جاتی ہوں

بیڑیاں لے کے لپکتا ہوا قانون کا ہات
تیرے ماں باپ سے جب تجھ کو ملی یہ سوغات
کون لائے گا ترے واسطے خوشیوں کی برات
میرے بچے، ترے انجام سے جی ڈرتا ہے
تیری دشمن ہی نہ ثابت ہو جوانی تیری
کانپ جاتی ہے جسے سوچ کے ممتا میری
اسی انجام کو پہنچے نہ کہانی تیری

تیرے بچپن کو جوانی کی دعا دیتی ہوں
اور دعا دے کے پریشان سی ہو جاتی ہوں



ترا مجھ سے ہے پہلے کا ناتا کوئی
یوں ہی نہیں دل لبھاتا کوئی
جانے تو یا جانے نہ
مانے تو یا مانے نہ
دھواں دھواں سا تھا وہ سماں
یہاں وہاں، جانے کہاں

تو اور میں وہیں سے تھے پہلے
دیکھا تجھے تو دل نے کہا
جانے تو یا جانے نہ
مانے تو یا مانے نہ
دیکھو کبھی کھونا نہیں
کبھی جدا ہونا نہیں
آگے کیا ہے پایا میں تو بھول ہی گیا
وعدے گئے باتیں گئیں
جاگی جاگی راتیں گئیں
چاہے جسے ملا نہیں
تو ہمیں بھی گلہ نہیں
اپنا ہے کیا؟
جییں مریں، چاہے کچھ کہو
تم کو تو جینا راس آ گیا
جانے تو یا جانے یہ
مانے تو یا مانے نہ



میرے بھیا، میرے چندا، مرے انمول رتن
تیرے بدلے میں زمانے کی کوئی چیز نہ لوں!

تیری سانسوں کی قسم کھا کے ہوا چلتی ہے
تیرے چہرے کی جھلک پا کے بہار آتی ہے
ایک پل بھی مری نظروں سے جو تو اوجھل ہو
ہر طرف میری نظر تجھ کو پکار آتی ہے!

تیرے سہرے کی مہکتی لڑیوں کے لیے
ان گنت پھول امیدوں کے چنے ہیں میں نے
وہ بھی دن آئے کہ ان خوابوں کی تعبیر بنے
تیری خاطر جو حسین خواب چنے ہیں میں نے



بابل کی دعائیں لیتی جا، جا تجھ کو سکھی سنسار ملے
میکے کی کبھی نہ یاد آئے سسرال میں اتنا پیار ملے

نازوں سے تجھے پالا میں نے ، کلیوں کی طرح پھولوں کی طرح
بچپن میں جھلایا ہے تجھ کو بانہوں نے مری جھولوں کی طرح
مرے باغ کی اے نازک ڈالی، تجھے ہر پل نئی بہار ملے

جس گھر میں بندھے ہیں بھاگ ترے اس گھر میں سدا ترا راج رہے
ہونٹوں پہ ہنسی کی دھوپ کھلے ، ماتھے پہ خوشی کا تاج رہے

کبھی جس کی جوت نہ ہو پھیکی ، تجھے ایسا روپ سنگھار ملے

بیتیں ترے جیون کی گھڑیاں، آرام کی ٹھنڈی چھاؤں میں
کانٹا بھی نہ چبھنے پائے کبھی ، میری لاڈلی تیرے پاؤں میں
اس دوار سے بھی دکھ دور رہے جس دوار سے تیرا دوار ملے



تو ہندو بنے گا نہ مسلمان بنے گا
انسان کی اولاد ہے، انسان بنے گا

اچھا ہے ابھی تک ترا کچھ نام نہیں ہے
تجھ کو کسی مذہب سے کوئی کام نہیں ہے
جس علم نے انسانوں کو تقسیم کیا ہے
اس علم کا تجھ پر کوئی الزام نہیں ہے
تو بدلے ہوئے وقت کی پہچان بنے گا
انسان کی اولاد ہے ، انسان بنے گا
مالک نے ہر انسان کو انسان بنایا
ہم نے اسے ہندو یا مسلمان بنایا
قدرت نے تو بخشی تھی ہمیں ایک ہی دھرتی

ہم نے کہیں بھارت ، کہیں ایران بنایا
جو توڑ دے ہر بند وہ طوفان بنے گا
انسان کی اولاد ہے انسان بنے گا

نفرت جو سکھائے وہ دھرم تیرا نہیں ہے
انساں کو جو روندے وہ قدم تیرا نہیں ہے
قرآن نہ ہو جس میں وہ مندر نہیں تیرا
گیتا نہ ہو جس میں وہ حرم تیرا نہیں ہے
تو امن کا اور صلح کا ارمان بنے گا
انسان کی اولاد ہے ، انسان بنے گا

متفرق اشعار

اپنی تباہیوں کا مجھے کوئی غم نہیں
تم نے کسی کے ساتھ محبت نبھا تو دی

وجہِ بے رنگیِ گلزار کہوں یا نہ کہوں
کون ہے کتنا گنہگار کہوں یا نہ کہوں

آہ! اس کشمکشِ صبح و مسا کا انجام
میں بھی ناکام مری سعیِ عمل بھی ناکام

کون جانے یہ ترا شاعرِ آشفتہ مزاج
کتنے مغرور خداؤں کا رقیب آج بھی ہے

یہ جشن جشنِ مسرت نہیں تماشا ہے
نئے لباس میں نکلا ہے رہزنی کا جلوس

یہ غم بہت ہیں مری زندگی مٹانے کو
اداس رہ کے مرے دل کو اور رنج نہ دو

حیات اک مستقل غم کے سوا کچھ بھی نہیں شاید
خوشی بھی یاد آتی ہے تو آنسو بن کے آتی ہے

تم میرے لیے اب کوئی الزام نہ ڈھونڈو
چاہا تھا تمھیں اک یہی الزام بہت ہے

ساون رُت آئی

ساحر لدھیانوی کے غیر مطبوعہ فلمی گیت

میں نے جو گیت ترے پیار کی خاطر لکھے
آج ان گیتوں کو بازار میں لے آیا ہوں



سنگِ مرمر سے تراشا ہوا یہ شوخ بدن
اتنا دل کش ہے کہ اپنانے کو جی چاہتا ہے

سرخ ہونٹوں میں تھرکتی ہے وہ رنگین شراب
جس کو پی پی کے بہک جانے کو جی چاہتا ہے

نرم سینے میں دھڑکتے ہیں وہ نازک طوفاں
جن کی لہروں میں اتر جانے کو جی چاہتا ہے

تم سے کیا رشتہ ہے کب سے ہے یہ معلوم نہیں
لیکن اس حسن پہ مر جانے کو جی چاہتا ہے

ہم سے بہتر ہے یہ پازیب جو اس پاؤں میں ہے
اسی پازیب میں ڈھل جانے کو جی چاہتا ہے

رکھ لے کل کے لیے یہ دوسری پازیب اے دل
کل اسی بزم میں پھر آنے کو جی چاہتا ہے

بے خبر سوئے ہیں وہ لوٹ کے نیندیں میری
جذبۂ دل پہ ترس کھانے کو جی چاہتا ہے

کب سے خاموش ہو اے جانِ جہاں کچھ تو کہو
کیا ابھی اور ستم ڈھانے کو جی چاہتا ہے

چھوڑ کر تم کو کہاں چین ملے گا ہم کو
یہیں جینے، یہیں مر جانے کو جی چاہتا ہے

(ع)

اپنے ہاتھوں سے سنوارا ہے تمہیں قدرت نے
دیکھ کر دیکھتے رہ جانے کو جی چاہتا ہے

نور ہی نور جھلکتا ہے حسیں چہرے پر
بس یہیں سجدے میں گر جانے کو جی چاہتا ہے

میرے دامن کو کوئی نہ اور چھو پائے گا
تم کو چھو کر یہ قسم کھانے کو جی چاہتا ہے

(م)

چاند چہرہ ہے ترا اور نظر ہے بجلی
ایک اک جلوے پہ مر جانے کو جی چاہتا ہے

(ع)

چاند کی ہستی ہی کیا سامنے جب سورج ہو
آپ کے قدموں میں مٹ جانے کو جی چاہتا ہے

(م)

اب اگر ہم سے خدائی بھی خفا ہو جائے
غیر ممکن ہے کہ دل ، دل سے جدا ہو جائے

(ع)

جسم مٹ جائیں کہ اب جان فنا ہو جائے
غیر ممکن ہے کہ دل ، دل سے جدا ہو جائے

جس گھڑی مجھ کو پکاریں گی تمہاری بانہیں
روک پائیں گی نہ صحرا کی سلگتی بانہیں

چاہے ہر سانس جھلسنے کی سزا ہو جائے
غیر ممکن ہے کہ دل ، دل سے جدا ہو جائے
اب اگر ہم سے خدائی بھی خفا ہو جائے

(م)

لاکھ زنجیروں میں جکڑیں گے زمانے والے
توڑ کر بند نکل آئیں گے آنے والے

شرط اتنی ہے کہ تو جلوہ نما ہو جائے
غیر ممکن ہے کہ دل ، دل سے جدا ہو جائے



یہ رات یہ چاندنی پھر کہاں   سن جا دل کی داستاں
چاندنی راتیں پیار کی باتیں   کھو گئیں جانے کہاں
یہ رات یہ چاندنی پھر کہاں   سن جا دل کی داستاں

آتی ہے صدا تری ٹوٹے ہوئے تاروں سے
آہٹ تیری سنتی ہوں خاموش نظاروں سے
بھیگی ہوا اودی گھٹا کہتی ہے تیری کہانی
تیرے لیے بے چین ہے شعلوں میں لپٹی جوانی

سینے میں بل کھا رہا ہے دھواں   سن جا دل کی داستاں

یہ رات یہ چاندنی پھر کہاں سن جا دل کی داستاں
چاندنی راتیں پیار کی باتیں کھو گئیں جانیں کہاں
بھنورے کے لبوں پر ہیں کھوئے کھوئے افسانے
گلزار امیدوں کے سب ہو گئے ویرانے
تیرا پتہ پاؤں کہاں سونے ہیں سارے ٹھکانے
جانے کہاں گم ہو گئے جا کے وہ اگلے زمانے
برباد ہے آرزو کا جہاں   سن جا دل کی داستان



دور کہیں اک تارا کرتا ہے یہ اشارہ
جیت ہے آج اسی کی جس نے سب کچھ ہارا
سینے میں طوفان ہے جلنے کا ارمان ہے
کیسی یہ جاگی اگن ، لاگی ہے دل میں لگن
ہنس لے گا لے دھوم مچا لے دنیا فانی ہے
کہہ لے دل کی بات سجن سے رات سہانی ہے
کیسی یہ جاگی اگن لاگی ہے دل میں لگن
او ماریا، ماریا ، او ماریا
دور نگر یا تیری رستہ ہے انجانا
راہ میں ملنے والے راہ میں چھوڑ نہ جانا
سینے میں طوفاں ہے جلنے کا ارماں ہے
کیسی یہ جاگی اگن ، لاگی ہے دل میں لگن
او ماریا، ماریا، او ماریا
توڑ کے ناتے سارے چلی ہوں ان کے دوارے
گھر آنگن کہیو اب نا مجھے پکارے
سینے میں طوفان ہے جلنے کا ارمان ہے
کیسی یہ جاگی اگن ، لاگی ہے دل میں لگن
ہنس لے گا لے دھوم مچا لے دنیا فانی ہے
کہہ لے دل کی بات سجن سے رات سہانی ہے



اے رام اے رام

روم روم میں بسنے والے رام

جگت کے سوامی اور انتریامی میں تجھ سے کیا مانگوں

آس کا بندھن توڑ چکی ہوں ، تجھ پر سب کچھ چھوڑ چکی ہوں

ناتھ میرے میں کیوں سوچوں' ناتھ میرے میں کیوں سوچوں

تو جانے تیرا کام

جگت کے سوامی انتریامی میں تجھ سے کیا مانگوں

اے روم روم میں بسنے والے رام

تیرے چرن کی دھول جو پائے وہ کنکر ہیرا ہو جائے

بھاگ میرے جو میں نے پایا ان چرنوں میں رام

جگت کے سوامی انتریامی میں تجھ سے کیا مانگوں

روم روم میں بسنے والے رام

بھید تیرا کوئی پہچانے جو تجھ سا ہو وہ تجھے جانے

تیرے کیے کو، ہم کیا دیویں بھلے برے کا نام

جگت کے سوامی انتریامی میں تجھ سے کیا مانگوں



جینے والے جھوم کے مستانہ ہو کے جی

آنے والی صبح سے بیگانہ ہو کے جی

اچھا برا کیا ہے جانے بھی دے

نت نیا جادو چھانے بھی دے

جا کے یہ جوانی آنی نہیں

دلوں کو مرادیں پانے بھی دے

شوخی بھرے حسن کا نذرانہ ہو کے جی

آنے والی صبح سے بیگانہ ہو کے جی

جینے والے جھوم کے مستانہ ہو کے جی

جینے کا مزا لے مرتا ہے کیوں

ٹھنڈی ٹھنڈی آہیں بھرتا ہے کیوں

لوگوں کی نگاہیں کچھ بھی کہیں

کیے جا خطائیں ڈرتا ہے کیوں

چومیں جسے ہونٹ وہ پیمانہ ہو کے جی

جینے والے جھوم کے مستانہ ہو کے جی



بانہوں میں تیری مستی کے گھیرے

سانسوں میں تیری خوشبو کے ڈیرے

مستی کے گھیروں میں خوشبوؤں کے ڈیروں میں ہم کھوئے جاتے ہیں

چھونے سے جس کے سینے میں میرے لو جاگ سکتی تو وہی ہے

کچھ خواب میرے کچھ خواب تیرے

یوں ملتے جاتے ہیں دل کھلتے جاتے ہیں لب گنگناتے ہیں

سانسوں میں تیری خوشبو کے ڈیرے
بکھرا کر زلفیں جھک جاؤ مجھ پر
ملنے دو سایہ تپتے بدن کو
میں نے ہمیشہ تیری امانت سمجھا ہے اپنے جان اور تن کو
تو ساتھ میرے میں ساتھ تیرے
روحوں کے روحوں سے جسموں کے جسموں سے
صدیوں کے ناتے ہیں
سانسوں میں تیری خوشبو کے ڈیرے
بانہوں میں تیری مستی کے گھیرے



مالش تیل مالش چمپی
سر جو تیرا چکرائے یا دل ڈوبا جائے
آجا پیارے پاس ہمارے کاہے گھبرائے
تیل میرا ہے مشکی گنج رہے نا خشکی
جس کے سر پر ہاتھ پھیر دوں چمکے قسمت اس کی
سن سن ارے بیٹا سن
اس چمپی میں بڑے بڑے گن
لاکھ دکھوں کی ایک دوا ہے کیوں نہ اجمائے
سر جو تیرا چکرائے یا دل ڈوبا جائے
پیار کا ہووے جھگڑا یا بزنس کا ہو رگڑا

سب لفڑوں کا بوجھ ہٹے جب پڑے ہاتھ اک تگڑا
سن سن ارے بابو سن اس چمپی میں بڑے بڑے گن
لاکھ دکھوں کی ایک دوا ہے کیوں نہ اجمائے
نوکر ہو یا مالک، لیڈر ہو یا پبلک
اپنے آگے سبھی جھکیں ہیں کیا راجہ کیا سینک
سن سن ارے راجہ سن اس چمپی میں بڑے بڑے گن



ہم غم زدہ ہیں لائیں کہاں سے خوشی کے گیت
دیں گے وہی جو پائیں گے اس زندگی سے ہم



اب جاں بلب ہوں شدتِ دردِ نہاں سے میں
ایسے میں تجھ کو ڈھونڈ کے لاؤں کہاں سے میں
زمیں ہمدرد ہے میری نہ ہمدرد آسماں میرا
ترا در چھٹ گیا تو پھر ٹھکانہ ہے کہاں میرا
قسم ہے تجھ کو، تجھ کو قسم ہے
جذبِ دل نہ جائے رائیگاں میرا
یہی ہے امتحاں تیرا، یہی ہے امتحاں میرا

اک سمت محبت ہے اک سمت زمانہ ہے
اب ڈھونڈ کر لاؤں کہاں سے میں

میرا خیال تیری تمنا لیے ہوئے
دل بجھ رہا ہے آس کا شعلہ لیے ہوئے
حیراں کھڑی ہوئی ہے دوراہے پہ زندگی
ناکام حسرتوں کا جنازہ لیے ہوئے
ایسے میں تجھ کو ڈھونڈ کے لاؤں کہاں سے میں

آواز دے رہا ہے دلِ خانماں خراب
سینے میں اضطراب ہے سانسوں میں پیچ و تاب
اے روحِ عشق، جانِ وفا کچھ تو دے جواب
اب جاں بلب ہوں شدتِ دردِ نہاں سے میں



غم اس قدر بڑھے کہ میں گھبرا کے پی گیا
اس دل کی بے بسی پہ ترس کھا کے پی گیا

ٹھکرا رہا تھا مجھ کو بڑی دیر سے جہاں
میں آج سب جہان کو ٹھکرا کے پی گیا



نکلے تھے کہاں جانے کے لیے پہنچے ہیں کہاں معلوم نہیں
اب اپنے بھٹکتے قدموں کو منزل کا نشاں معلوم نہیں
ہم نے بھی کبھی، ہم نے بھی کبھی اک خواب بہاراں دیکھا تھا
کب پھول جھڑے، کب گرد اٹھی کب آئی خزاں معلوم نہیں
اب اپنے بھٹکتے قدموں کو منزل کا نشاں معلوم نہیں
دل شعلۂ غم سے خاک ہوا کیا آگ لگی ارمانوں میں
کیا چیز جلی، کیوں سینے سے اٹھتا ہے دھواں معلوم نہیں
اب اپنے بھٹکتے قدموں کو منزل کا نشاں معلوم نہیں
برباد وفا کا افسانہ ہم کس سے کہیں اور کیسے کہیں
خاموش ہیں لب اور دنیا کو اشکوں کی زباں معلوم نہیں
نکلے تھے کہاں جانے کے لیے پہنچے ہیں کہاں معلوم نہیں



دنیا کرے سوال تو ہم کیا جواب دیں
تم کو نہ ہو خیال تو ہم کیا جواب دیں
پوچھے کوئی کہ دل کو کہاں چھوڑ آئے ہیں
کس کس سے اپنے رشتہ جاں توڑ آئے ہیں

مشکل ہو عرض حال تو ہم جواب دیں
تم کو نہ ہو خیال تو ہم کیا جواب دیں
پوچھے کوئی کہ دردِ وفا کون دے گیا
راتوں کو جاگنے کی سزا کون دے گیا
کہنے پہ ہو ملال تو ہم کیا جواب دیں
تم کو نہ ہو خیال تو ہم کیا جواب دیں
دنیا کرے سوال تو ہم کیا جواب دیں



جاتے ہوتو جاؤ پر جاؤ گے کہاں
بابو جی تم ایسا دل پاؤ گے کہاں
آئے ہیں دور سے ملنے حضور سے
ہم کو سزا نہ دو جی دل کے قصور سے
آدھی ہے رات ابھی باقی ہے بات ابھی
چھوڑو نہ ساتھ ابھی بابو جی جاتے ہو کہاں
جاتے ہوتو جاؤ پر جاؤ گے کہاں
دل تم پہ وار کے دنیا کو ہار کے
بیٹھے ہیں دیر سے جی راستے میں پیار کے
تھوڑی سی چاہ دے دو سینے میں راہ دے دو
دل کو پناہ دے دو بابو جی جاتے ہو کہاں

جاتے ہوتو جاؤ پر جاؤ گے کہاں
ملنے کی آس ہے جلوؤں کی پیاس ہے
سب ہے تمہارے لیے جو دل کے پاس ہے
مجھ پہ اعتبار کرو جینا بے حال کرو
کچھ تو خیال کرو بابو جی جاتے ہو کہاں
بابو جی تم ایسا دل پاؤ گے کہاں



بچنا ذرا یہ زمانہ ہے برا
کبھی میری گلی میں نہ آنا
میری گلی میں آنے والے ہو جاتے ہیں غم کے حوالے
ان راہوں سے جو بھی گذرے سوچ سمجھ کر دل کو اچھالے
بڑے بڑے دل جہاں بنے نشانہ
بچنا ذرا یہ زمانہ ہے برا
چپکے چپکے نیناں لڑانا، نین لڑا کر دل کو لبھانا
دل لبھا کر پاس بلانا، پاس بلا کے خود گھبرانا
ارے تیرا جواب نہیں واہ
خود گھبرا کر آنکھ چرانا، آنکھ چرا کر دل کو جلانا
دل کو جلا کر ہوش بھلانا، ہوش بھلا کر ارے مجنوں بنانا
ان دیوانوں کا کیا کہنا آپ بلائیں اپنی قضا کو
اور پھر ہم سے مانگیں ہر جانہ

بچنا ذرا یہ زمانہ ہے برا
کبھی میری گلی میں نہ آنا



یہ ہنستے ہوئے پھول
یہ مہکا ہوا گلشن
یہ رنگ میں اور نور میں ڈوبی ہوئی راہیں
یہ پھولوں کا رس پی کر مچلتے ہوئے بھنورے
میں دوں بھی تو کیا دوں تمہیں اے شوخ نظارو
لے دے کے مرے پاس کچھ آنسو ہیں کچھ آہیں



جاتی رات سہانی نہیں آنے والی
آرزوؤں پہ جوانی نہیں آنے والی
آ بھی جائے تو مری جان لہو میں تیرے
پھر یہ گرمی ، یہ روانی نہیں آنے والی
لٹ جا ہو لٹ جا یہی دن ہیں کسی پہ لٹ جا
تیرے سامنے ہیں پیارے کئی جھومتے سہارے
چھٹ پائے تو غموں سے چھٹ جا، لٹ جا ہو لٹ جا
ہو آگ تیری، ہو پیاس تیری، بھڑکے گی دبانے سے

ہو چھیڑ گیسو، تھام بازو، کسی دلکش بہانے سے
میرے حبیب آ جا، دل کے قریب آ جا
ہو خوش نصیب آ جا، آ جا نہیں شرما
لٹ جا لٹ جا یہی دن ہیں کسی پہ لٹ جا
ہو رات باقی ، پر ساقی ، بڑی نازک حسینہ ہے
ہو چھوڑ توبہ، توڑ توبہ، آج پینا ہی جینا ہے
لہرا کر جام لے لے، نام خیام لے لے
جرات سے کام لے لے مت گھبرا
لٹ جا ہو لٹ یہی دن ہیں کسی پہ لٹ جا
تیرے سامنے ہیں پیارے، کئی جھومتے سہارے
لٹ جا لٹ جا یہی دن ہیں کسی پہ لٹ جا



حسن حاضر ہے محبت کی سزا پانے کو
کوئی پتھر سے نہ مارے مرے دیوانے کو
میرے دیوانے کو اتنا نہ ستاؤ لوگو
یہ تو وحشی ہے تمہی ہوش میں آؤ لوگو
بہت رنجور ہے یہ ، غموں سے چور ہے یہ
خدا کا خوف کھاؤ بہت مجبور ہے یہ
کیوں چلے آئے ہو بے بس پہ ستم ڈھانے کو

میرے جلوؤں کی خطا ہے جو یہ دیوانہ ہوا
نہیں مجرم یہ اگر ہوش سے بیگانہ ہوا

مجھے سولی چڑھا دو کہ شعلوں میں جلا دو
کوئی شکوہ نہیں ہے جو بھی چاہے سزا دو
بخش دو اس کو میں تیار ہوں مٹ جانے کو

پتھروں کو بھی وفا پھول بنا سکتی ہے
یہ تماشہ بھی سرِعام دکھا سکتی ہے
لو اب پتھر اٹھاؤ زمانے کے خداؤ
تمھیں میں آزماؤں مجھے تم آزماؤ
اب دعا عرش پہ جاتی ہے اثر لانے کو
کوئی پتھر سے نہ مارے میرے دیوانے کو



دل جو بھی کہے گا مانیں گے
دنیا میں ہمارا دل ہی تو ہے
ہر حال میں جس نے ساتھ دیا
وہ ایک بچارہ دل ہی تو ہے

کوئی ساتھی نہ کوئی سہارا

کوئی منزل نہ کوئی کنارا
رک گئے جس دل نے روکا
چل دیئے جس جگہ دل پکارا

ہم پیار کے پیاسے لوگوں کو
منزل کا اشارہ دل ہی تو ہے
اپنی زندہ دلی کے سہارے
ہم نے دن زندگی کے گزارے

ورنہ اس بے مروت جہاں میں
اور قبضے میں کیا ہے
ہر چیز ہے دولت والوں کی
مفلس کا سہارا دل ہی تو ہے



صرف اپنے خیالوں کی پرچھائیں
یار کوئی جلوۂ ناز
بار بار اس طرف اٹھ رہی ہے نظر
کیا خبر کون سا راز پردے میں ہے
صرف اپنے خیالوں کی پرچھائیں ہے

ان اداؤں کو بھی کون سا نام دیں
ان کا احسان مانیں کہ الزام دیں
ہر کرم میں ستم ہر وفا میں جفا
ان کا ہر ایک انداز پردے میں ہے
صرف اپنے خیالوں کی پرچھائیں ہے



عرضِ شوق آنکھوں میں ہے عرضِ وفا آنکھوں میں ہے
تیرے آگے بات کہنے کا مزہ آنکھوں میں ہے
واقف ہوں خوب عشق کے طرزِ بیاں سے میں
کہہ دوں گا دل کی بات نظر کی زباں سے میں
میری وفا کا شوق سے تو امتحان تو لے
گذروں گا تیرے عشق مین ہر امتحان سے میں
اے حسن آشنا تیرے جلووں کی خیر ہو
بیگانہ ہو گیا ہوں غمِ دو جہاں سے میں
واقف ہوں خوب عشق کے طرزِ بیاں سے میں



قضا ظالم سہی یہ ظلم وہ بھی کر نہیں سکتی
جہاں میں قیس زندہ ہے تو لیلیٰ مر نہیں سکتی

یہ دعویٰ آج دنیا بھر سے منوانے کی خاطر آ
یہ دیوانے کی ضد ہے اپنے دیوانے کی خاطر آ
ترے در سے میں خالی لوٹ جاؤں کیا قیامت ہے
تو میری روح کا کعبہ میری جان عبادت ہے
جبینِ شوق کے سجدوں کو اپنانے کی خاطر آ
یہ دیوانے کی ضد ہے اپنے دیوانے کی خاطر آ
میری دیوانگی کی میری وحشت کی قسم تجھ کو
غرورِ عشق کی نازِ محبت کی قسم تجھ کو
زمانے کو وفا کی شان دکھلانے کی خاطر
یہ دیوانے کی ضد ہے اپنے دیوانے کی خاطر آ



لو اپنا جہاں دنیا والو ہم اس دنیا کو چھوڑ چلے
جو رشتے ناتے جوڑے تھے وہ رشتے ناتے توڑ چلے

کچھ سکھ کے سپنے دیکھ چلے کچھ دکھ کے سپنے جھیل چلے
تقدیر کی اندھی گردش نے جو کھیل کھلائے کھیل چلے

ہر چیز تمہاری لوٹا دی ہم لے کے نہیں کچھ ساتھ چلے
پھر دوش نہ دینا اے لوگو ہم دیکھ لو خالی ہاتھ چلے

یہ راہ اکیلی کٹتی ہے یہاںؔ ساتھ نہ کوئی یار چلے
اس پار نہ جانے کیا پائیں اس پار تو سب کچھ ہار چلے



دل جلے تو جلے غم پلے تو پلے
کسی کی نہ سن گائے جا
او جینے والے آگ سے آگ بجھالے
جگ کی نہ سن پیار کی دھن
جھوم کے گالے
او جینے والے نکل آئے تارے
چپ ہیں مگر تک کے سارے
کہتے ہیں سارے
دل جلے تو جلے غم پلے تو پلے
کسی کی نہ سن گائے جا
او جینے والے چھیڑ حسین ترانے
بچھڑے جواب ملنا ہے کب
کوئی نہ جانے
دل جلے تو جلے.........



آنے والے ہو آنے والے
بکھرا ہوا ہے رات کا جادو
بکھری ہوئی زلفوں کی خوشبو
دل کا اشارہ، دل کا اشارہ پہچان
میں قربان او تڑپانے والے
تڑپانے والے رک جا کوئی دم
پائل کی جھنکار میں کھو جا
سپنوں کے سنسار میں کھو جا
رہ جا یہیں پہ، رہ جا یہیں پہ مہمان
کہا مان او تڑپانے والے
تڑپانے والے رک جا کوئی دم
رستہ گھیرے ہیں باہر لاکھوں غم
ہو آنے والے، ہو آنے والے



سب کی خیر بابا سب کا بھلا
دے دے بھوکے پیٹ کو روٹی کا ٹکڑا
او جانے والے لیتا جا غریب کی دعا
سب کی خیر ہو.........

جان کی بھی خیر تیرے مال کی بھی خیر
ہمارے پاس ہے ہی کیا دعاؤں کے سوا
سب کی خیر ہو..................
راج چاہیے نہ ہمیں تاج چاہیے
فاقوں کے ستائے ہیں اناج چاہیے
دلا دے کوئی پھٹا پرانا کپڑا
سب کی خیر ہو..............
کھڑے ہیں بھکاری بنے تیرے سامنے
ویسے تو بنایا تھا ہمیں بھی رام نے
جو بھاگ ہی برے ہوں تو کسی سے کیا گلہ
سب کی خیر ہو بابا سب کا بھلا ہو



مرا تو کچھ بھی نہیں ہے میں رو کے جی لوں گا
مگر خدا کے لیے تم اسیرِ غم نہ رہو

ہوا ہی کیا جو زمانے نے تم کو چھین لیا
یہاں پہ کون ہوا ہے کسی کا سوچو تو

مجھے قسم ہے مری دکھ بھری کہانی کی
میں خوش ہوں میری محبت کے پھول ٹھکرا دو



دل سے ملا کے دل پیار کیجئے
کوئی سہانا اقرار کیجئے
او شرمانا کیسا گھبرانا کیسا
جینے سے پہلے مر جانا کیسا
آنچلوں کی چھاؤں میں
رس بھری فضاؤں میں
اس زندگی کو گلزار کیجئے
دل سے ملا کے دل ....
آتی بہاریں ، جاتی بہاریں
کب سے کھڑی ہیں باندھیں قطاریں
چھا رہی ہے بے خودی
کہہ رہی ہے زندگی
جی کی امنگیں بیدار کیجئے
دل سے ملا کے دل......
دل سے بھلا کے رسوائیوں کو
جنت بنا لے تنہائیوں کو
آرزو جوان ہے
وقت مہربان ہے
دل کو نہ جانے ہوشیار کیجئے
دل سے ملا کے دل......



پیار کر لیا تو کیا پیار ہے خطا نہیں
تیری میری عمر میں کس نے یہ کیا نہیں
تیرے ہونٹ میرے ہونٹ سل گئے تو کیا ہوا
دل کی طرح جسم بھی مل گئے تو کیا ہوا
اس سے پہلے کیا کبھی یہ ستم ہوا نہیں
پیار کر لیا تو کیا پیار ہے خطا نہیں
میں بھی ہوشمند ہوں تو بھی ہوشمند ہے
اس طرح جئیں گے ہم جس طرح پسند ہے
ان کی بات کیوں سنیں جن سے واسطہ نہیں
پیار کر لیا تو کیا پیار ہے خطا نہیں
دشمنوں کا خوف کیوں دوستوں کی لاج کیا
یہ وہ شوق ہے کہ جس سے کوئی بھی بچا نہیں
پیار کر لیا تو کیا پیار ہے خطا نہیں
تیری میری عمر میں کس نے یہ کیا نہیں



آج سے پہلے آج سے زیادہ خوشی آج تک نہیں ملی
اتنی سہانی ایسی میٹھی گھڑی آج تک نہیں ملی

اس کو سنجوگ کہیں یا قسمت کا لکھا ہم جو اچانک ملے ہیں
من چاہے ساتھی پا کے ہم سب کے چہرے دیکھو کیسے کھلے ہیں

تقدیروں کو جوڑ دے ایسی کڑی آج تک نہیں ملی
آج سے پہلے آج سے زیادہ خوشی آج تک نہیں ملی

سپنا ہو جائے وہ پورا جو ہم نے دیکھا یہ میرے دل کی دعا ہے
یہ پل جو بیت رہے ہیں ان کے نشے میں دل میرا گانے لگا ہے

ہم اسی خوشی کو ڈھونڈ رہے تھے یہی آج تک نہیں ملی
آج سے پہلے آج سے زیادہ خوشی آج تک نہیں ملی



حسن سے ہے دنیا حسیں
عشق سے ہے دل کا یقیں
یہ جو نہیں تو کچھ بھی نہیں
ہر دل میں ہے اک پردہ نشیں
حسن کی انگڑائیاں ہر نظارے میں
عشق کی پرچھائیاں ہر اشارے میں
اوجھل کہیں اور ظاہر کہیں
حسن سے ہے دنیا حسیں
عشق سے ہے دل کا یقیں
دھڑکنوں کی راگنی ان کے دم سے ہے
دلوں کی چاندنی ان کے دم سے ہے

چاہو تو لے لو جنت یہی
حسن سے ہے دنیا حسیں
عشق سے ہے دل کا یقیں



تیرے چہرے سے نظر نہیں ہٹتی نظارے ہم کیا دیکھیں
تجھے مل کے بھی پیاس نہیں گھٹتی نظارے ہم کیا دیکھیں
پگھلے بدن تیری تپتی نگاہوں سے
شعلوں کی آنچ آئے برفیلی راہوں سے
لگے قدموں سے آگ لپٹتی نظارے ہم کیا دیکھیں
تجھے مل کے بھی پیاس نہیں گھٹتی ....
رنگوں کی برکھا ہے خوشبو کا ساتھ ہے
کس کو پتہ ہے اب دن ہے کہ رات ہے
لگے دنیا ہی آج سمٹتی نظارے ہم کیا دیکھیں
تیرے چہرے سے نظر نہیں ہٹتی......
پلکوں پہ پھیلا تیری پلکوں کا سایہ ہے
چہرے نے تیرے میرا چہرا چھپایا ہے
تیرے جلووں کی دھند نہیں چھٹتی نظارے ہم کیا دیکھیں
تجھے مل کے بھی پیاس نہیں گھٹتی ....



تیرا پھولوں جیسا رنگ تیرے شیشے جیسے انگ
پڑی جیسی ہی نظر میں تو رہ گیا دنگ

آتے جاتے کرے تنگ تیرے اچھے نہیں ڈھنگ
میں تو کروں گی سگائی کسی دوسرے کے سنگ

میرے ہوتے کوئی اور کرے تیرے بارے غور
یہ نہ ہو گا کسی طور چاہے چلیں چھریاں

سیدھے سیدھے ہاں کرتی ہے یا چلنا ہے تھانے
تھانے جاتے جاتے مر گئے تجھ سے کئی دیوانے
یونہی نخرے نہ کر تیری چوٹی کو پکڑ
تجھے لاؤں گا میں گھر چاہے چلیں چھریاں

تیری باتیں ہیں عجب ہو لے ہونا ہے جو اب
تجھے میری ہی قسم کہیں ڈھانا نہ غضب

تجھے چھوڑیں گے نہ ہم چاہے روکے ہمیں رب
تو ہے اتنا ہی تنگ تو میں رنگی تیرے رنگ
لے میں چلی تیرے سنگ جا جھریاں



دل آنے کی بات ہے جب جو لگ جائے پیارا
دل پر کسی کا زور ہے دل کے آگے ہر کوئی ہارا

ہائے او میرے یارا

دل ملنے سے تیرا میرا میل ہے
دل ملنا مقدروں کا کھیل ہے
دل ملنے کا میلہ یہ جہان ہے
تیر عشق والا کوئی مانے یا نہ مانے بے کمان ہے
دل آنے کی بات ہے جب جو لگ جائے پیارا
محبت ہر دل کا ارمان
محبت ہر دھڑکن کی جان
کسی سے کر لے تو پہچان
کس کو دے دے دل اور جان
کسی کو رکھ دل میں مہمان
کیسے
کسی کے رہ دل میں مہمان
اچھا
جوانی آتی ہے اک بار
یہ موسم رہتا ہے دن چار
ہائے ہائے

نہ کھونا اس رت کو بیکار
نہیں نت کھلتا یہ گلزار
کسی سے کر لینا اقرار
کسی سے لے لینا اقرار
کسی کی خاطر ہو بدنام
یہی ہے دل والوں کا کام
زمانہ چاہے دے الزام
سمجھ ہر تہمت کو انعام
کسی سے لے دل کا پیغام
کسی کو دے دل کا پیغام
دل آنے کی بات ہے جب جو لگ جائے پیارا



شرمائے کاہے، گھبرائے کاہے
سن میرے راجہ، ہو راجہ آ جا آ جا آ جا
کچھ نہ سوچ متوالے، دل کی مان دل والے
دنیا کا غم کرتا ہے کیوں، ملنے کی راتیں ہیں ڈرتا ہے کیوں
کچھ نہ سوچ متوالے! دل کی مان دل والے
جا کے یہ دن آئے نہیں آ تجھ کو دے دوں میں جنت یہیں
شرمائے کاہے گھبرائے کاہے
سن میرے راجہ، ہو راجہ، آ جا آ جا آ جا



ہم میں ہے کیا کہ ہمیں کوئی حسینہ چاہے
صرف جذبات ہیں، جذبات میں کیا رکھا ہے

کس کی تقدیر میں ہیں اس کے مہکتے گیسو
کس کے گھر پھیلے گا اس مست نظر کا جادو

ان پریشاں سوالات میں کیا رکھا ہے
صرف جذبات ہیں ، جذبات میں کیا رکھا ہے
اتنا دیوانہ نہ بن اے دل بے تاب سنبھل
وہ اگر مل بھی گئے تجھ سے تو اتنا نہ مچل

بے تعلق سی ملاقات میں کیا رکھا ہے
صرف جذبات ہیں ، جذبات میں کیا رکھا ہے



میرے گھر آئی ایک ننھی پری
چاندنی کی حسین رتھ پہ سوار
اس کی باتوں میں شہد جیسی مٹھاس

اس کی سانسوں میں عطر کی مہکار
ہونٹ جیسے کہ بھیگے بھیگے گلاب
گال جیسے کہ دہکے دہکے انار
میرے گھر آئی ایک ننھی پری
اس کے آنے سے میرے آنگن میں
کھل اٹھے پھول گنگنائی بہار
دیکھ کر اس کو جی نہیں بھرتا
چاہے دیکھوں اسے ہزاروں بار
میرے گھر آئی ایک ننھی پری
میں نے پوچھا اسے کہ کون ہے تو
ہنس کے بولی کہ میں ہوں تیرا پیار
میں ترے دل میں تھی ہمیشہ سے
گھر میں آئی ہوں آج پہلی بار
میرے گھر آئی ایک ننھی پری
چاندنی کی حسین رتھ پہ سوار



(ع)

اس ریشمی پازیب کی جھنکار کے صدقے
جس نے یہ پہنائی ہے اس دلدار کے صدقے

(م)

اس زلف کے قرباں لب و رخسار کے صدقے
ہر جلوہ تھا ایک شعلہ حسن یار کے صدقے

(ع)

جوانی مانگتی تھی یہ حسین شہکار برسوں سے
تمنا بن رہی تھی دھڑکنوں کے ہار برسوں سے
چھپ چھپ کے آنے والے تیرے پیار کے صدقے
اس ریشمی پازیب کی جھنکار کے صدقے

(م)

جوانی سو رہی تھی حسن کی رنگین پناہوں میں
چرا لائے ہم ان کے نازنیں جلوے نگاہوں میں
قسمت سے جو ہوا ہے اس دیدار کے صدقے
اس زلف کے قرباں لب و رخسار کے صدقے

(ع)

اس ریشمی پازیب کی جھنکار کے صدقے
نظر لہرا رہی ہے جسم پہ مستی سی چھائی ہے

(م)

دوبارہ دیکھنے کے شوق نے ہلچل مچائی ہے

(ع)

دل کو جو لگ گیا ہے اس آزار کے صدقے
اس ریشمی پازیب کی جھنکار کے صدقے

(م)

اس زُلف کے قرباں لب و رخسار کے صدقے



ہولاھ بیت رستے میں پر ساتھ نہ اپنا چھوٹے
ٹوٹے نہ محبت کی قسمیں اب چاہے قیامت ٹوٹے
پیچھے پیچھے دنیا ہے آگے آگے ہم
بڑھتے ہی جاتے ہیں قدم
کہاں کا سفر ہے کس کو خبر ہے ہم کو نہیں ہے کوئی غم



ساڈا چڑیاں دا چنبہ وے بابل اساں اڑ جانا
ساڈی لمبی اڈاری وے بابل کہیڑے دیس جانا

سرخ جوڑے کی جگمگاہٹ شوخ بندیا کی یہ جھلملاہٹ
چوڑیوں کا یہ رنگیں ترانہ، دھڑکنوں کا یہ سپنا سہانا

جاگا جاگا یہ گجرے کا جادو، بھینی بھینی سی گجرے کی خوشبو
نرم ہونٹوں کا یہ کپکپانا، گرم چہرے کا یہ تمتمانہ

جسم کا مہکا مہکا پسینہ حسن کا دہکا دہکا نگینہ
جھانجھنوں کا یہ چھم چھم کے بجنا یہ سنورنا نکھرنا یہ سجنا

کس کی خاطر ہے کس کے لیے ہے کس کی خاطر ہے کس کے لیے ہے
تیرے محلاں دے وچ وچ وے بابل ڈولا نہیوں لنگدا

اک اٹ پنادے واں دھیئے گھر جا اپنے
ساڈا چڑیاں چنبہ وے بابل اساں اڑ جانا



میری عمر سے لمبی ہوگئی بیرن رات جدائی کی
دھول کی چادر اوڑھ کے سر پر
سو گئے چاند ستارے
برہا کی اگنی ایسی دہکی
جل گئے بھاگ ہمارے

ناگن بن بن کر ڈستی ہیں یہ گھڑیاں تنہائی کی
اندھیارے میں بھٹک رہے ہیں
نیناں کھوئے کھوئے
بھور بھئے تک او بیدردی
کیا جانیں، کیا ہوئے
رکھ پائے تو رکھ لے آ کر لاج مری رسوائی کی
میری عمر سے لمبی ہوگئی بیرن رات جدائی کی



جینے دو اور جیو
چڑھتی جوانی کے دن ہیں
پھر ایسا سماں ملے گا کہاں
یہ ہی زندگانی کے دن ہیں
مرنا تو سب کو ہے جی کے بھی دیکھ لے
چاہت کا ایک جام پی کے بھی دیکھ لے
یہ ہوا یہ فضا کہتی ہے دھوم مچا لے
کوئی پھول چن کوئی خواب بن
دل کا مقدر جگا لے
یہ حسیں زندگی ہے اک رسیلا ترانہ
نہ لا دل میں غم او میرے صنم
کہ ہے یہ خوشی کا زمانہ

مرنا تو سب کو ہے جی کے بھی دیکھ لے



میرے دلبر مجھ پر خفا نہ ہو
کہیں تیری بھی کچھ خطا نہ ہو
جو یہ دل دیوانہ چل گیا
جو کسی کے رو کے رکا نہ ہو
کسی سنگ در پہ جھکا نہ ہو
تیرے در پر کیسے پھسل گیا
جو یہ دل دیوانہ..........
یہ نظر میں مستی گھلی گھلی
یہ سنہری رنگت ڈھلی ڈھلی
یہ گھنیری زلفیں کھلی کھلی
جو نشہ ہے جو بھی سرور ہے
وہ تیرے شباب میں ڈھل گیا
جو یہ دل دیوانہ..........
کہوں کیوں کہ دنیا رقیب ہے
میرا اپنا دل ہی عجیب ہے
نہ یہ دشمن ہے نہ حبیب ہے
کبھی اپنوں سے بھی ہوا خفا
کبھی بیگانوں سے بہل گیا

جو یہ دل دیوانہ......
میرے دل کی جانب نگاہ کر
مجھے یوں نہ غم سے تباہ کر
کبھی بھولے سے ہی نباہ کر
ذرا سوچ کہ دنیا کہے گی کیا
جو دیوانہ گھر سے نکل گیا
جو یہ دل دیوانہ............
میرے دل کی جانب نگاہ کر
مجھے یوں نہ غم سے تباہ کر
کبھی بھولے سے ہی نباہ کر
ذرا سوچ کہ دنیا کہے گی کیا
جو دیوانہ گھر سے نکل گیا
جو یہ دل دیوانہ..........



چاندی کا بدن سونے کی نظر اس پہ یہ نزاکت کیا کہیے
کس کس پہ تمہارے جلوؤں نے توڑی ہے قیامت کیا کہیے
گستاخ زباں گستاخ نظر یہ رنگِ طبیعت کیا کہیے
ایسے بھی کہیں اس دنیا میں ہوتی ہے محبت کیا کہیے
آنچل کی دھنک کے سائے میں یہ پھول گلابی چہروں کے

گل بھی ہے گلشن بھی ہے اور تاروں کا جھرمٹ بھی
اجی کیا کہیے

تم سے نظریں جو ملیں دین و دنیا سے گئے
اس تمنا کے سوا ہر تمنا سے گئے
مست آنکھوں سے جو پی ، جام و مینا سے گئے
زلف لہرائی جہاں ہم بھی لہرا سے گئے
حوریں ملتی ہیں کسے اس کی پروا سے گئے

اس وقت ہماری نظروں میں کیا چیز ہے جنت کیا کہیے
چاندی کا بدن سونے کی نظر، اس پر یہ نزاکت کیا کہیے

یوں گرم نگاہیں مت ڈالو یہ جسم پگھل بھی سکتے ہیں
اڑے نہیں کہیں روپ کی شبنم گرم نگاہ ڈالو کم کم
آدابِ نظارا بھولے ہو تم لوگوں کی وحشت کیا کہیے

ہم وہ نادان نہیں خود کو بدنام کریں
کوئی مرتا ہے مرے ہم پہ احسان نہیں
ان سے کیوں بات کریں جن سے پہچان نہیں
ان کو ارماں ہو تو ہو ہم کو ارمان نہیں

جن لوگوں کو تم ٹھکرا کے چلو وہ لوگ بھی قسمت والے ہیں
تم جن کی تمنا کر بیٹھو ان لوگوں کی قسمت کیا کہیے
دن رات دہائی دیتے ہیں یہ حال ہے ان دیوانوں کا

جب دیکھیں نئی صورت مچل بیٹھیں یہی لیں گے
جن کی خاطر غم سہے اور رو رو جان گنوائی
ہائے ری قسمت ان کے منہ سے وہی دیوانے کہلائے

ان عاشقوں کے ہاتھ سے ہے زندگی بے کار
ان کا کریں خیال کہ اپنا کریں خیال
ہر لب ہے عرض شوق تو ہر آنکھ ہے سوال
یہ غم سے برقرار ہیں وہ درد سے نہال

مری نیند گئی مرا چین گیا وہ جو پہلے تھی تب و تاب گئی
یہی رنگ رہا یہی ڈھنگ رہا تو نہ جان یہ جان بیکار گئی

کسی کو خودکشی کا شوق ہو تو کیا کرے کوئی
دوائے ہجر دے بیمار کو اچھا کرے کوئی
کوئی بے وجہ سر پھوڑے تو کیوں پروا کرے کوئی
کسی مجبورِ غم کا حال کیوں ایسا کرے کوئی
مزا جب ہے کہ تم تڑپا کرو دیکھا کرے کوئی
مرے ہیں ہم کہ تم پر خون کا دعوا کرے کوئی

جیتے بھی نہیں مرتے بھی نہیں بے چاروں کی حالت کیا کہیے
چاندی کا بدن سونے کی نظر اس پر یہ نزاکت کیا کہیے



آج اس درجہ پلا دو کہ نہ کچھ یاد رہے
بے خودی اتنی بڑھا دو کہ نہ کچھ یاد رہے

دوستی کیا ہے وفا کیا ہے محبت کیا ہے؟
دل کا کیا مول ہے احساس کی قیمت کیا ہے؟

ہم نے سب جان لیا ہے کہ حقیقت کیا ہے؟
آج بس اتنی دعا دو کہ نہ کچھ یاد رہے
مفلسی دیکھی ، امیری کی ادا دیکھ چکے
غم کا ماحول ، مسرت کی فضا دیکھ چکے

کیسے پھرتی ہے زمانے کی ہوا دیکھ چکے
شمع یادوں کی بجھا دو کہ نہ کچھ یاد رہے
آج اس درجہ پلا دو............
عشق بے چین خیالوں کے سوا کچھ بھی نہیں
حسن بے روح اجالوں کے سوا کچھ بھی نہیں

زندگی چند سوالوں کے سوا کچھ بھی نہیں
ہر سوال ایسے مٹا دو کہ نہ کچھ یاد رہے
آج اس درجہ پلا دو............

مٹ نہ پائے گا جہاں سے کبھی نفرت کا رواج
ہو نہ پائے گا کبھی روح کے زخموں کا علاج
سلطنت ظلم ، خدا وہم ، مصیبت ہے سماج
ذہن کو ایسے سلا دو کہ نہ کچھ یاد رہے
آج اس درجہ پلا دو............



کہتے ہوئے ڈر سا لگتا ہے کہہ کر بات نہ کھو بیٹھوں
یہ جو ذرا سا ساتھ ملا ہے یہ بھی ساتھ نہ کھو بیٹھوں
آج مجھے کہنا ہے
کب سے تمہارے رستے میں میں پھول بچھائے بیٹھی ہوں
کہہ بھی چکو جو کہنا ہے میں آس لگائے بیٹھی ہوں
کہہ بھی دو جو کہنا ہے
دل نے دل کی بات سمجھ لی اب منہ سے کیا کہنا ہے
آج نہیں تو کل کہہ لیں گے اب تو ساتھ ہی رہنا ہے
کہہ بھی دو جو کہنا ہے
چھوڑو اب کیا کہنا ہے



پڑ گئے جھولے ساون رت آئی رے
سینے میں ہوک اٹھے اللہ دہائی رے

چنچل جھونکے منہ کو چومیں

بوندیں تن سے کھلیں

پینگ بڑھے تو جھکتے بادل پاؤں کا چومن لے لیں

ہائے ہم کو نہ بھائیں سکھی ایسی گھٹائی رے

گیتوں کا یہ الہڑ موسم جھولوں کا یہ میلہ

ایسی رت میں ہمیں جھلانے آئے کوئی البیلا

تھامے تو چھوڑے نہیں نازک کلائی رے

پڑ گئے جھولے ساون رت آئی رے

سینے میں ہوک اٹھے اللہ دہائی رے



او البیلے پنچھی تیرا دور ٹھکانہ ہے

چھوڑی جو ڈالی ایک بار وہاں کب لوٹ کے آنا ہے

نیل گگن ہے جھولا تیرا

ارے ارے جھولا نہیں آنگن

نیل گگن ہے آنگن تیرا

دھنک ہے تیرا جھولا

اجلے پنکھوں کی ڈولی میں پھرے تو پھولا پھولا

چنچل چال نظر متوالی، روپ سہانا ہے

او البیلے پنچھی تیرا دور ٹھکانہ ہے

اس ڈالی سے نیچے آ کر بات ہماری سن لے

ہو پنچھی ہو

ساتھ ہی اپنا گھر، چل کر دانہ دنکا چن لے

ہو پنچھی ہو

آج تجھے مہمان بنا کر گانا ہنسنا ہے

نہیں نہیں ہنسنا گانا ہے

او البیلے پنچھی تیرا دور ٹھکانہ ہے

او البیلے پنچھی تیرا دور ٹھکانہ ہے

جانا ہے تو آ ہم تجھ کو پھولوں سنگ سجا دیں

ماتھے تلک لگا دیں، پیروں میں جھانجھر پہنا دیں

ہو پنچھی ہو

پھر خوشی سے جانا تجھ کو جہاں جانا ہے

او البیلے پنچھی تیرا دور ٹھکانہ ہے

چھوڑی جو ڈالی ایک بار وہاں کب لوٹ کے آنا ہے



متوا لاگی رے یہ کیسی ان بجھ آگ

متوا رے

متوا، متوا متوا نہیں آئے

لاگی رے یہ کیسی ان بجھ آگ

بیاکل جیارا، بیاکل نیناں

اک اک چت سو سو بیناں

رہ گئے آپ لٹ گئی راہ
متوا، متوا، متوا نہ آئے



آج ملو آن شام سانورے
آن ملو، آن ملو، آن ملو
برج میں رادھے کھوئی کھوئی پھرے
ہو کا نا ہو
آن ملو ہو آن ملو شام سانورے
بندرابن کی گلیئن میں تم بن جیارا نہ لاگے
ہو جیارا نہ لاگے
گن گن تمری بات نہارے
بیاکل بیاکل نیناں ابھاگے
ہو بیاکل نین ابھاگے
اب ہوئی ایسی دیشا ہے من کی کیا ہوئی رے پھر آگے
برج میں اکیلی رادھے کھوئی کھوئی پھرے
آج ہن جو نہ بھیجی موہن تینے کوئی خبریا
ہو تینے کوئی خبریا
ہوگئی ہے اک برج کی بالا رو رو بانوریا
ہو رو رو کر بانوریا
دھیر بندھا جا، دھیر بندھا جا

مکھ دکھلا جا لوٹ آ گھر سنور یارے
برج میں رادھے کھوئی کھوئی پھرے
آج ملو آن ملو شام سانورے آن ملو



سونی سی لاگن میکے کی گلیاں
بھائے نا اب بھائے نا
بھائے نا اب جی کو بچپن کی سکھیاں
بھائے نا نینوں میں جھولے سہرے کی لڑیاں
من کو نہ بھائے سجناں کی گلیاں
ہر سانس پی کا سندیس لاگے رے
اب گھر کا آنگن بدیس لاگے رے
ساجن !
ہائے رے ساجن کی ہوگئی، گوری ساجن کی ہوگئی
بڑھتی ہے پل پل اگنی لگن کی
بڑھتی ہے پل پل
نس نس کومل بدن کی
ڈستی ہے نس نس
ہم جانتے ہیں سب کے من کی
اب ہو چکی یہ اپنے سجن کی
نیہر کا جیون

نیہر کا جیون سنیاس لاگے رے
اب گھر کا آنگن بدیس لاگے رے
ساجن کی ہو گئی، گوری ساجن کی ہوئی
سونی سی لاگن میکے کی گلیاں



کہیں کہیں چھاؤں ہے، کہیں کہیں دھوپ ہے
یہ بھی ایک روپ ہے وہ بھی ایک روپ ہے
یہاں کھوئیں گے کئی یہاں پائیں گے
راہی کئی ابھی جائیں گے کئی ابھی آئیں گے
راہی او راہی!
ہو کوئی آیا لچک اٹھی کایا کہ دل میرا بس میں نہیں
شرماؤں لاکھ بل کھاؤں کہ جیسے پر بنا میں اڑتی جاؤں
کہ دل میرا بس میں نہیں
جس کے لیے زندگی پھول چنتی تھی
جس کے لیے میں سدا خواب بنتی تھی
راتوں کو میں دھڑکنیں جس کی سنتی تھی
آیا وہ مرادیں لیے جادو بھری یادیں لیے
ناچوں مچل کر گاؤں کہ دل میرا بس میں نہیں
موتی بھروں آج میں اپنے بالوں میں
تاروں کی لو جاگ اٹھی نرم گالوں میں

آیا ہے دن آج کا کتنے سالوں میں
سوچوں تو لہک اٹھوں
پھولوں سے مہک اٹھوں
ناچوں مچل کر گاؤں کہ دل میرا بس میں نہیں
ہو کوئی آیا لچک اٹھی کایا کہ دل میرا بس میں نہیں



اک تو یہ بیری ساون، دوجے میرا چنچل من
اس پر یہ منہ زور جوانی پگھلا جائے تن
او ہائے میں کی کراں او ہائے میں کی کراں
سانسیں بہکیں زلفیں مہکیں آ جا آ جا دل والے
ہو دل والے
نس نس جھٹکے، دل میں کھٹکے بڑھ کے مجھ کو
لپٹا لے ہو لپٹا لے
موسم پیار کا میٹھا درد جگائے دل میں آگ لگائے
ہائے میں کی کراں او ہائے میں کی کراں
چھم چھم چھمکے، دم دم دھمکے چنچل تن کا
کیا کہنا ہو کیا کہنا
جتنا لوٹا، اتنا بڑھتا جو بنیا من کا
کیا کہنا ہو کیا کہنا
من پہ زور دکھائے، آنچل ڈھلتا جائے

پاپی جو بنیا ستائے او ہائے میں کی کراں
او ہائے میں کی کراں



ہو میلہ، ہو میلہ
جگ والا ساتھی میرے چلتا رہے، ہو میلہ
کوئی آئے کوئی جائے، کوئی روئے ، کوئی گائے
کوئی کھوئے کوئی پائے، میلہ رکنے نہ پائے
میلہ جگ والا میرے ساتھ چلتا رہے، ہو میلہ
مسکاتے چہروں کی یہ نئی نویلی جوڑی
بندھی رہے گی جونہی جب تک ڈوری نہ توڑی
کوئی رشتہ ہے کوئی ناتا ہے ڈوری کھونے سے
سب کھو جاتا ہے
تھام کے رکھنا ڈور سدا جو پریم کا کھیل ہے کھیلا
میلہ، میلہ جگ والا ساتھی میرے چلتا رہے
میلہ کوئی آئے کوئی جائے ، میلہ رکنے نہ پائے

ٹوٹ گئی جب ڈوری پھر بچھڑے کون ملائے
سوچوں ، ماتھا پٹکوں پر کچھ بھی سمجھ نہ آئے
ڈوری یادوں کی ڈوری بچپن کی
ڈوری سانسوں کی ڈوری جیون کی
ڈوری ملے تو مان لوں میلہ نہیں تو دکھ کا ریلا

میلہ میلہ جگ والا ساتھی میرے چلتا رہے
ہو میلہ ہو میلہ ....



ہو ہو ہو
ہو میلہ جگ والا ساتھی میرے چلتا رہے
کوئی آئے، کوئی جائے ، کوئی روئے، کوئی گائے
کوئی کھوئے کوئی پائے میلہ رکنے نہ پائے
میلہ میلہ جگ والا ساتھی میرے چلتا رہے، ہو میلہ
بھولا ہوا مسافر منزل کو نہ پہچانے
جس دل سے دل باندھا اس دل کو نہ پہچانے
یاری دو دن کی یارا نہ جینے گا
دیکھے اب چاہے مرضی مالک کی
قہر کرے تو خاک ہے سب کچھ
مہر کرے تو میلہ
میلہ میلہ جگ والا ساتھی میرے چلتا رہے ہو میلہ
ہو میلہ جگ والا ساتھی میرے چلتا رہے



دلدار کے قدموں میں
دلدار کے قدموں مین دل ڈال کے نذرانہ
محفل سے اٹھا دیجئے کہنے لگا دیوانہ کیا ؟

اب آ گے تیری مرضی ہو آ گے تری مرضی
ہو مورے سیاں ، ہو مورے بالما بیدردی
آ گے تیری مرضی آ گے تیری مرضی
سجنوا آ گے تیری مرضی
آ گے مرضی تیری پیہروا آ گے تیری مرضی
نہ پوچھ ہم سے کہ کیوں سوگوار بیٹھے ہیں
تیری اداؤں پہ ہم دل کو وار بیٹھے ہیں
لبوں پر جان ہے اور بے قرار بیٹھے ہیں
نگاہ نیچی کیے امیدوار بیٹھے ہیں
سچی
آ گے تیری مرضی
ہو رسیا آ گے تیری مرضی ہو چھلیا آ گے تیری مرضی
بدلے میں محبت کے جذبات کا طوفاں ہے
جینے کی بھی حسرت ہے مرنے کا بھی ارماں ہے
اب آ گے تیری مرضی
ہو جلمی آ گے تیری مرضی
ارے مزوئی آ گے تیری مرضی



خالی ڈبہ خالی بوتل، خالی ڈبہ خالی بوتل
بڑا بڑا سر خالی ڈبہ بڑا بڑا تن خالی بوتل
وہ بھی آدھے خالی نکلے جن پہ لگا تھا بھرے کا لیبل

ہم نے اس دنیا کے دل میں جھانکا ہے سو بار
لے خالی ڈبہ ، خالی بوتل لے لے میرے یار

خالی سے مت نفرت کرنا خالی سب سنسار
خالی کی گارنٹی دوں گا بھرے ہوئے کی کیا گارنٹی

شہد میں گڑ کے میل کا ڈر گھی کے اندر تیل کا ڈر
تمباکو میں بھات کا خطرہ ، سنٹ میں جھوٹی باس کا خطرہ

مکھن میں چربی کی ملاوٹ کیسر میں کاغذ کی سلاوٹ
مرچی میں اینٹوں کی گھسائی آٹے میں پتھر کی پسائی

وسکی اندر ٹنچر گھلتا ربڑی بیچ بلاٹنگ تلتا
کیا جانے کس چیز میں کیا ہو گرم مصالحہ لید بھرا ہو

خالی کی گارنٹی دوں گا بھرے ہوئے کی کیا گارنٹی
کس دھپتا میں پڑا ہے پیارے جھاڑ دے پاکٹ کھول دے انٹی

چھان پیس کر خود بھر لینا آؤ جو کچھ ہو درکار
خالی سے مت نفرت کرنا خالی سب سنسار



سکھی ری

برہا کے دکھڑے سہہ سہہ کر

جب رادھے بے سدھ ہو لی

تو اک دن اپنے من موہن سے جا کر یوں بولی

آج سجن موہے انگ لگا لو جنم سپھل ہو جائے

ریدھے کی پیڑا برہا کی اگنی سب سیتل ہو جائے

آج سجن موہے انگ لگا لو جنم سپھل ہو جائے

کئی جگ سے ہیں جاگے مورے نین ابھاگے

کہیں جیا نہ لاگے بن تورے

سکھ دکھے نہیں آگے

دکھ پیچھے پیچھے بھاگے جگ سونا سونا لگے بن تورے

پریم سدھا مورے سنوریا، سنوریا

پریم سدھا اتنی برسا دو کہ جگ جل تھل ہو جائے

آج سجن موہے انگ لگا لو جنم سپھل ہو جائے

موہے اپنا بنا لو موری بانہہ پکڑ

میں ہوں جنم جنم کی داسی

موری پیاس بجھا دو من ہر گردھر

من ہر گھر دھر انتر گت تک پیاسی

پریم سدھا مورے سنوریا، سنوریا

پریم سدھا اتنی برسا دو کہ جگ جل تھل ہو جائے



اپنے چہرے سے وہ پردہ تو اٹھا دیتے ہیں

رنگ گلزار کے پھولوں کا اڑا دیتے ہیں

میکدے ان کی نگاہوں میں بسے رہتے ہیں

وہ جسے دیکھ لیں مستانہ بنا دیتے ہیں

بے وفائی سے وفاؤں کا صلہ دیتے ہیں

کیسے بے درد ہیں کیا لیتے ہیں کیا دیتے ہیں

ایسے بیٹھے ہیں کہ جیسے ہمیں دیکھا ہی نہیں

یہی انداز تو دیوانہ بنا دیتے ہیں

لعل و گوہر سے حسینوں کو سجا دیتے ہیں

قدر داں یونہی محبت کا صلہ دیتے ہیں

عشق کیا ہے یہ شہنشاہ سے پوچھے کوئی

حسن کو تختِ حکومت پہ بٹھا دیتے ہیں

آپ دولت کے ترازو میں دلوں کو تولیں

ہم محبت سے محبت کا صلہ دیتے ہیں



کہتا اک دیوانہ تیری یاد میں آہیں بھرتا ہے

لکھ کر تیرا نام زمیں پر تجھ کو سجدے کرتا ہے

چاک گریبان خاک بسر پھرتا ہے سونی راہوں میں
سایوں کو لپٹاتا ہے اور لیلیٰ لیلیٰ کرتا ہے
لکھ کر تیرا نام..........

خود کو بھول گیا ہے لیکن تیری یاد نہیں بھولا
دل کے جتنے زخم ہیں ان میں تیرا عکس ابھرتا ہے

(ع)

کہنا میرے دیوانے سے لیلیٰ تیری امانت ہے
تیری بانہوں میں دم دے گی تو جس کا دم بھرتا
دل کے جتنے زخم ہیں ان میں تیرا عکس ابھرتا ہے

(م)

صدقے جاؤں اس قاصد پر جس سے یہ پیغام ملا
میرا قاتل میرا مسیحا اب بھی مجھ پر مرتا ہے
میرا مسیحا میرا قاتل اب بھی مجھ پر مرتا ہے



وہ زندگی جو تھی اب تک تری پناہوں میں
چلی ہے آج بھٹکنے اداس راہوں میں

تمام عمر کے رشتے گھڑی میں خاک ہوئے
نہ ہم ہیں دل میں کسی کے نہ ہیں نگاہوں میں
وہ زندگی جو تھی اب تک تیری پناہوں میں
کسی کو اپنی ضرورت نہ ہو تو کیا کیجئے
نکل پڑے ہیں سمٹنے قضا کی بانہوں میں
وہ زندگی جو تھی اب تک تیری پناہوں میں
چلی ہے آج بھٹکنے اداس راہوں میں



ہو کے مایوس ترے در سے سوالی نہ گیا
جھولیاں بھر گئیں سب کی کوئی خالی نہ گیا
تیرے دربار میں جو بھی پریشاں ہو کے آئے
دعائیں لے کے جائے اور مرادیں لے کے جائے
تو رحمت کا فرشتہ ہے تو اجڑے گھر بسائے
تو روحوں کا مسیحا ہے تو ہر غم کو مٹائے
اہلِ دل اہلِ محبت پہ عنایت ہے تری
تو نے ڈوبوں کو ابھارا ہے یہ شہرت ہے تری
انوکھی شان تیری، نرالی آن تری
تو مستی کا خزانہ ترا ہر دل دیوانہ
تو محبوب خدا ہے تو ہر غم کی دوا ہے

تبھی تو سب کہتے ہیں
کہتے ہیں ، کہتے ہیں
ہو کے مایوس ترے در سے سوالی نہ گیا
جھولیاں بھر گئیں سب کی کوئی خالی نہ گیا
جمالِ یار دیکھا ہے رخِ دلدار دیکھا ہے
کسی کا نازنیں جلوہ سرِ دربار دیکھا ہے
تمناؤں کے صحرا میں حسیں گلزار دیکھا ہے
جب سے دیکھا ہے تجھے دل کا عجب عالم ہے
جان و ایماں بھی اگر نذر کروں تو کم ہے
ہاں جو سننے میں آیا تجھے ویسا ہی پایا ہے
تو ارمانوں کا ساحل تو امیدوں کی منزل
تو ہر بگڑی بنائے تو بچھڑوں کو ملائے
تبھی تو سب کہتے ہیں ، کہتے ہیں ، کہتے ہیں
ہو کے مایوس ترے در سے سوالی نہ گیا



ایشور تیرونام اللہ تیرونام
سب کو سمتی دے بھگوان
اللہ تیرونام
مانگ سے آج سندور نہ چھوٹے
ماں ، بہنو کی آس نہ ٹوٹے

تیرو بنا داتا بھٹکے نہ پران
سب کو سمتی دے بھگوان
اللہ تیرونام
نربل، کوبل دینے والے
بلوانوں کو دے دے گیان
سب کو سمتی دے بھگوان
اللہ تیرونام
ایشور تیرونام
اللہ تیرونام



ہو آنے والے رک جا کوئی پل
رستہ گھیرے ہیں باہر لاکھوں غم
ہو آنے والے رک جا کوئی دم
ہو آنے والے ، ہو آنے والے
آ میں تجھ کو آنکھوں میں بسا لوں
رنگ بھرے آنچل میں چھپا لوں
تجھ پہ لوٹا دوں ، او نادان ، او شرمانے والے
رک جا کوئی دم
رستہ گھیرے ہیں باہر لاکھوں غم



م۔ خوش ہیں یوں آج مل کے

م۔ ہم اور تم، تم اور ہم خوش ہیں یوں آج مل کے

جیسے کسی سنگم پر مل جاتیں دو ندیاں تنہا بہتے بہتے

ع۔ ہم اور تم، تم اور ہم خوش ہیں یوں آج مل کے

جیسے کسی سنگم پر مل جائیں دو ندیاں تنہا بہتے بہتے

م۔ مڑ کے کیوں دیکھیں

ع۔ پیچھے چاہے کچھ ہی ہو

م۔ چلتے ہی جائیں

ع۔ نئی منزلوں کو

م۔ رستے آساں ہیں

ع۔ نہیں آج ہم دو

تو میری بانہوں میں، میں تیری بانہوں میں

لہرائیں راہوں میں

م۔ چلیں جھوم کے ہم اور تم

ع۔ ہم اور تم، تم اور ہم خوش ہیں یوں آج مل کے

ع۔ زلفوں کو کھلنے دو، سانسوں کو گھلنے دو

دل سے دل جڑنے دو

م۔ دیوانے ہو جائیں، تھوڑے سے کھو جائیں

مل کے یوں سو جائیں

جیسے کسی پربت پر مل جائیں

دو بادل تنہا اڑتے اڑتے

ع۔م۔ ہم اور تم، تم اور تم اور ہم خوش ہیں آج مل کے



ریشمی شلوار کرتا جالی کا

روپ سہانہ جائے نخرے والی کا

جا رے پیچھا چھوڑ مجھ متوالی کا،

کا ہے ڈھونڈے راستہ کوتوالی کا

جب جب تجھ کو دیکھوں میرے دل میں چھٹریں پھلجڑیاں

کروں گا تیرا پیچھا چاہے لگ جائیں ہتھکڑیاں

روپ سہانہ جائے نخرے والی کا

میں ہوں...... مجھے سمجھ نہ ایسی ویسی

بڑوں بڑوں کی میں نے کر دی ایسی تیسی

تو ہے کس تھالی کا، کا ہے ڈھونڈے راستہ کوتوالی کا

روپ سہانہ جائے نخرے والی کا

روپ ترے کا لٹکا میرے دل کو دے گیا جھٹکا

رنگ بھرے ہاتھوں سے ذرا کھول دے پٹ گھونگھٹ کا

دل کا دل والی کا روپ سہانہ جائے نخرے والی کا

جا رے پیچھا چھوڑ مجھ متوالی کا



دکھ اور سکھ کے راستے بنے ہیں سب کے واسطے
جو غم سے ہار جاؤ گے تو کس طرح نبھاؤ گے
خوشی ملے ہمیں کہ غم جو ہو گا بانٹ لیں گے ہم
مجھے تم آزماؤ تو ، ذرا نظر ملاؤ تو
یہ جسم دو سہی مگر دلوں میں فاصلہ نہیں
جہاں میں ایسا کون ہے کہ جس کو غم ملا نہیں
تمہارے پیار کی قسم تمہارا غم ہے میرا غم
جو مجھ سے بھی چھپاؤ گے تو پھر کسے بتاؤ گے
میں کوئی غیر تو نہیں دلاؤں کس طرح یقیں
کہ تم سے میں جدا نہیں ہوں مجھ سے تم جدا نہیں
تم سے میں جدا نہیں
مجھ سے تم جدا نہیں



پربھو تیرو نام دیہائے پھل پائے
سکھ لائے تیرا نام
تیری دیا ہو جائے تو داتا جیون دھن مل جائے

مل جائے جائے سکھ لائے تیرو نام
جو دیہائے پھل پائے سکھ لائے تیرو نام
تو دانی تو انتریامی
تیری کرپا ہو جائے تو سوامی
ہر بگڑی بن جائے
جیون دھن مل جائے ، مل جائے
مل جائے سکھ لائے تیرو نام
بس جائے مورا سونا انگنا
کھل جائے مرجھایا کنگنا
جیون میں رس لائے
جیون دھن مل جائے
پربھو تیرو نام جو دیہائے پھل پائے
سکھ لائے تیرو نام



نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار تم سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں
پہچانتا ہوں خوب تمہاری نظر کو میں
جانے نہ دوں گا ہاتھ سے دل اور جگر کو میں
دل ایسی شئے نہیں ہے جو قابو میں رہ سکے
سمجھاؤں کس طرح سے کسی بے خبر کو میں

آئی ہے ان کے چاند سے چہرے کو چوم کر

جی چاہتا ہے چوم لوں اپنی نظر کو میں

جو ظلم بے حساب کیا اس نگاہ نے

رسوا کیا ، خراب کیا اس نگاہ نے

اک کام لاجواب کیا اس نگاہ نے

اک کام لاجواب کیا اس نگاہ نے

جو تجھ کو انتخاب کیا اس نگاہ نے

جی چاہتا ہے چوم لوں اپنی نظر کو میں

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش فتنہ

کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے

اب تو ہی کہو کہ کیا جی چاہتا ہے

وہ سدا دور دور رہتا ہے

ناصح تو درست کہتا ہے

ان پہ مرنے سے کچھ نہیں حاصل

آہیں بھرنے سے کچھ نہیں حاصل

بے مروت ہے بے وفا ہے وہ

میرے دشمن کا آشنا ہے وہ

اب اسے چھوڑنا ہی بہتر ہے

یہ بھرم توڑنا ہی بہتر ہے

ہائے پر کیا کریں طبیعت کو

جی چاہتا ہے چوم لوں اپنی نظر کو میں

کب آؤ گے ارے بھئی کب آؤ گے

مر جائیں تب آؤ گے کب آؤ گے

تھم تھم برستے ہیں شرابی بادل

تم اب بھی نہ آؤ گے تو کب آؤ گے

جی چاہتا ہے چوم لوں اپنی نظر کو میں



دل خوش ہے آج ان سے ملاقات ہوگئی

ملاقات ہوگئی

گو دور ہی سے بات ہوئی ، بات ہوگئی

بات ہوگئی

ان سے ہمارا کوئی تعلق تو بن گیا

بگڑے گی وہ اگر تو کوئی بات ہوگئی

کوئی بات ہوگئی

دل خوش ہے آج ان سے ملاقات ہوگئی

جی چاہتا ہے مان ہی لیں اب خدا کو ہم

جس کا یقیں نہ تھا وہ کرامات ہوگئی

دل خوش ہے آج ان سے ملاقات ہوگئی

گو دور ہی سے بات ہوئی ، بات ہوگئی



ادا بجلی ، بدن شعلہ ، بھنویں خنجر ، نظر قاتل
غلط کیا ہے ، اگر دنیا سمجھتی ہے ہمیں قاتل
نگاہ ناز کے ماروں کا حال کیا ہو گا
نہ بچ سکے تو بیچاروں کا حال کیا ہو گا
ہمیں نے عشق کے قابل بنا دیا ہے تمہیں
ذرا دیکھو
ہمیں نہ ہوں تو نظاروں کا حال کیا ہو گا
ہمارے حسن کی بجلی چمکنے والی ہے
نہ جانے آج ہزاروں کا حال کیا ہو گا
نگاہِ ناز کے ماروں کا حال کیا ہو گا
بہارِ حسن سلامت ، خزاں سے پوچھو ذرا
کہ چار دن میں بہاروں کا حال کیا ہو گا
رنگ پر ناز نہ کر، رنگ بدل جاتا ہے
واہ واہ
یہ وہ مہماں ہے جو آج آتا ہے کل جاتا ہے
عشق پر ناز کرے کوئی تو کچھ بات بھی ہے

حسن کا ناز ہی کیا حسن تو ڈھل جاتا ہے
بہارِ حسن سلامت ، خزاں سے پوچھو ذرا
ہم اپنے چہرے سے پردہ اٹھا تو دیں لیکن
غریب چاند ستاروں کا حال کیا ہو گا
مقابلہ ہے تو پھر دیر کیا ہے تیر چلا
تو یہ نہ سوچ کہ یارون کا حال کیا ہو گا



اتنی نازک نہ بنو اتنی بھی نازک نہ بنو
حد کے اندر ہو نزاکت تو ادا ہوتی ہے
حد سے بڑھ جائے تو آپ اپنی سزا ہوتی ہے
اتنی نازک نہ بنو اتنی بھی نازک نہ بنو
جسم کا بوجھ اٹھائے نہیں اٹھتا تم سے
زندگانی کا کڑا بوجھ سہو گی کیسے
تم جو ہلکی سی ہواؤں میں لچک جاتی ہو
تیز جھونکوں کے تھپیڑوں میں رہو گی کیسے
اتنی نازک نہ بنو ، اتنی بھی نازک نہ بنو
یہ نہ سمجھو کہ ہر اک راہ میں کلیاں ہوں گی
راہ چلنی ہے تو کانٹوں پہ بھی چلنا ہو گا
یہ نیا دور ہے اس دور میں جینے کے لیے

حسن کو حسن کا انداز بدلنا ہو گا
اتنی نازک نہ بنو، اتنی بھی نازک نہ بنو

کوئی رکتا نہیں ٹھہرے ہوئے راہی کے لیے
جو بھی دیکھے گا وہ کترا کے گذر جائے گا
ہم اگر وقت کے ہمراہ نہ چلنے پائے
وقت ہم دونوں کو ٹھکرا کے گذر جائے گا
اتنی نازک نہ بنو، اتنی بھی نازک نہ بنو



میں صدقے جاؤں میرے سیاں تم آئے تو ہو
ضد ٹوٹ گئی انکار کی، رت جاگ اٹھی دیدار کی
تم آج مرے نزدیک ہو یہی جیت ہے میرے پیار کی
دل لے کے غم دے کے شرمائے تو ہو
میں صدقے جاؤں میرے سیاں تم آئے تو ہو
تم میرا حسین ارمان ہو اک کھوئی ہوئی پہچان ہو
کل غیروں کے مہمان تھے آج اس گھر کے مہمان ہو
دنیا کے دکھ پا کے گھر آئے تو ہو
میں صدقے جاؤں میرے سیاں تم آئے تو ہو
میرے دل پہ تمہارا ہاتھ ہے کیسی پگھلی ہوئی یہ رات ہے

کل تک جو نظر مغرور تھی وہی شوق بھری سوغات ہے
ترسا کے تڑپا کے پچھتائے تو ہو
میں صدقے جاؤں میرے سیاں تم آئے تو ہو



کیا غم جو اندھیری ہیں راتیں
اک شمعِ تمنا ساتھ تو ہے
کچھ اور سہارا ہو کہ نہ ہو
ہاتھوں میں تمہارا ہاتھ تو ہے
کیا غم جو اندھیری ہیں راتیں
کیا جانئے کتنے دیوانے
گھر پھونک تماشہ دیکھ چکے
جس پیار کی دنیا دشمن ہے
اس پیار میں کوئی بات تو ہے
کچھ اور سہارا ہو کہ نہ
ہاتھوں میں تمہارا ہاتھ تو ہے
کیا غم جو اندھیری ہیں راتیں



ہوا چلے کیسے، ہوا چلے کیسے
نہ تو جانے نہ میں جانوں، جانے وہی جانے
گھٹا اڑے کیسے، گھٹا اڑے کیسے
نہ تو جانے نہ میں جانوں، جانے وہی جانے
تھام کر اک پنکھڑی کا ہاتھ چپکے چپکے
پھول سے اتنی بھی کی کیا بات چپکے چپکے
آ ذرا قریب آ ، وہ شاید دے بتا
ہوا چلے کیسے، ہوا چلے کیسے
نہ تو جانے نہ میں جانوں، جانے وہی جانے
پربتوں کے سر پہ جھکی گھٹائیں
ڈالیوں کو چھوتی ٹھنڈی ہوائیں
ہم اس لے پہ گاتے ہی جائیں
مستیوں میں ڈوبی دل کی صدائیں
کہو کون بوجھے کون لائے کہاں سے لائے
بولو کہاں کو جائے تم بھی سوچو میں بھی سوچوں

مل جل کے بوجھیں پہیلی
ہوا چلے کیسے، ہوا چلے کیسے
نہ تو جانے نہ میں جانوں، جانے وہی جانے
بولو برف کی چادر کس نے ڈالی ہے

بولو دھند میں دھوپ کس نے ڈالی ہے
کیسے مل کر سپنوں کا جادو چلتا ہے
کیسے سورج اگتا ہے چندا ڈھلتا ہے
تم کو سب معلوم ہے ٹیچر، ہم کو بھی بتلاؤ نا
سات سمندر پار اک ست رنگا سنسار
اس کا جادو منتر دانہ ہے' پریوں کا سردار
اس کو آتے کھیل ہزار
کرتا ہے سب بچوں سے پیار
جانے، جانے، جانے وہی جانے
ہوا چلے کیسے ہوا چلے کیسے



دے دے اللہ کے نام پہ دے دے
انٹرنیشنل فقیر آیا ہے
تجھ کو رکھے رام تجھ کو اللہ رکھے
دے داتا کے نام تجھ کو اللہ رکھے
ارے قمیص نہیں تو قمیص کا کالر چلے گا
لیکن دے دے انٹرنیشنل فقیر کو
شیخ، برہمن، ملاں، قاضی، پانڈے
سب ہیں اک ماٹی کے بھانڈے
وید وہی، قرآن وہی ہے

رام وہی رحمان وہی ہے
کہاں چھپ گیا ہے تو کٹھور
دیکھ تیرے چاہنے والے در در بھٹک رہے ہیں
چھالے پڑ گئے ہیں پاؤں میں
گورے اتے کالے اتے پورب پچھم والے اتے
سب میں اسی کا نور سمایا
کون ہے اپنا، کون پرایا
سب کو پرنام تجھ کو اللہ رکھے
دے داتا کے نام تجھ کو اللہ رکھے
میں پردیسن راہ نہ جانوں
بڑھتے غم کی تھاہ نہ جانوں
لوگ پرائے دیس بیگانہ
کہیں ملا نہ تیرا ٹھکانہ
صبح سے ہو گئی شام تجھ کو اللہ رکھے
دے داتا کے نام تجھ کو اللہ رکھے
تجھ کو رکھے رام تجھ کو اللہ رکھے



ع۔ چاہے اب ماں روٹھے یا پاپا، یارا میں نے تو ہاں کر لی
م۔ اب چاہے سر پھوٹے یا ماتھا میں نے تیری بانہہ پکڑ لی
ع۔ اب چاہے سر پھوٹے یا ماتھا میں نے تیری بانہہ پکڑ لی

م۔ میں نے تجھ پر نیت دھر لی
ع۔ میں نے ہنس کر ہامی بھر لی
ع۔م۔ یاری چھوٹے نا، ٹوٹے نا، ہاں کر لی سو کر لی
م۔ تو ہے مدت سے دل میں سمائی
ع۔ کب کہا میں نے میں ہوں پرائی
م۔ جب تجھے میں نے دیکھا دہائی
ع۔ میں اسی وقت قدموں میں آئی
م۔ برف کے فرش پر
ع۔ پیار کے عرش پر
م۔ ہو چاندنی کے تلے
ع۔ جب ملے تھے گلے
م۔ جسم لہرائے تھے، ہونٹ تھرائے تھے
تب یہ لی تھی قسم اب نہ بچھڑیں گے ہم
ع۔ اب چاہے کانٹے ملیں یا کلیاں، یارا میں نے تو ہاں کر لی
م۔ اب چاہے لگ جائیں ہتھکڑیاں میں نے تیری بانہہ پکڑ لی
میں نے تجھ پر نیت دھر لی
ع۔ میں نے ہنس کر حامی بھر لی
م۔ لاکھ دیواریں دنیا اٹھائے
ع۔ اب قدم ایک ہٹنے نہ پائے
م۔ پیار پر کوئی تہمت نہ آئے
ع۔ چاہے دھرتی پھٹے

م۔ چاہے امبر پھٹے

ع۔ ڈور ٹوٹے نہ اب

م۔ ہو ساتھ چھوٹے نہ اب

ع۔ جان جائے تو کیا، موت آئے تو کیا

پیار زندہ رہے، یار زندہ رہے

اب چاہے گھر چھوٹے یا سکھیاں یارا میں نے تو ہاں کر لی

م۔ ارے بھئی

اب چاہے رب روٹھے یا دنیا میں نے تیری بانہہ پکڑ لی

م۔ میں نے تجھ پر نیت دھر لی

ع۔ میں نے ہنس کر حامی بھر لی

اب چاہے ماں روٹھے یا پاپا میں نے تو ہاں کر لی



ہم سے بھی کر لو کبھی کبھی تو میٹھی میٹھی دو باتیں

میں پیار کا شوخ پھول ہوں

عقل مرمٹے ایسی بھول ہوں

کھلی کھلی، کھلی ہیں راتیں

ہم سے بھی کر لو کبھی کبھی تو میٹھی میٹھی دو باتیں

چپ ہو کس لیے بات تو کرو

ہنس نہ پاؤ تو آہیں بھرو

ہم سے بھی کر لو کبھی کبھی تو میٹھی میٹھی دو باتیں

دل کو پیار سے بھر کے دیکھ لو

یہ حسیں بھول کر کے دیکھ لو

کھلی کھلی، کھلی راتیں



بلے بلے بھئی ریشمی دوپٹے والیئے

تیرا روپ لشکارے مارے

ریشمی دوپٹے والیئے

توبہ توبہ یہ گورا رنگ آفت ہے

بلے بلے ہم ہی میں عیب کیا ہے

تجھے کسی کا تو ہے گھر بسانا ہم ہی میں عیب کیا ہے

توبہ توبہ کہ میں نہ تیرے گھر جاؤں

چاہے پڑ جائے تھانے جانا بلیے گوریئے سوہیے بلیے

بلے بلے بوڑھی ہو کر ترسے گی

کوئی آئے گا نہ ہاتھ پکڑنے

بوڑھی ہو کر ترسے گی کہ جا جا' جا کہ ترے جیسے لاکھوں ہیں

کئی آئیں گے ناک رگڑنے

تیرے جیسے لاکھوں ہیں

بلے بلے ریشمی دوپٹے والیئے

تیرا روپ لشکارے مارے

جوانی پھر نہ آئے، کرے گی ہائے ہائے

میرا غم تو کیوں کھائے تجھے کیوں نیند نہ آئے

جو تجھ پہ آنکھ ٹکائے وہ تیرا مان بڑھائے
تو چاہے مر بھی جائے یہ جٹی ہاتھ نہ آئے
نہ جب تک ہاں کہلائے یہ جٹ واپس نہ جائے
جو مجھ کو ہاتھ لگائے وہ اپنا سر تڑوائے
بلے بلے بھئی ریشمی دوپٹے والیے
تیرا روپ لشکارے مارے
ریشمی دوپٹے والیئے



ادھر آ، آ، آ بھی جا
چلی کہاں آج جانے نہیں دوں گا ہومہ پارہ
ہاتھ چھوڑنے نہیں دوں گا
دلبر دل آرا فیصلہ ہے یہ میرا
ادھر آ، آ آ بھی جا
ہر رات اک تارہ حسیں اپنے ساتھ ہے
لیکن یہ رات تیرے مقدر کی رات ہے
آ جا او حسینہ ناز نیناں پاس آ
ڈر نہ یہ ہے تیری خوش نصیبی مان جا
کھڑی کھڑی سوچے کیا
آ یہاں چھو کے تجھ کو دیکھ لوں
ادھر آ آ آ بھی جا

فرصت نہیں جو حسن کی تکرار سن سکیں
عادت نہیں ہے ہم کو کہ انکار سن سکیں
جانم بول تیرا مول کیا ہے دوں گا میں
سن لے آج تجھ کو پا کے ہی دم لوں گا
کھڑی کھڑی سوچے کیا
آ جا یہاں چھو کے تجھ کو دیکھ لوں
ادھر آ، آ آ بھی جا



میں بمبئی کا بابو نام مرا انجانا
انگلش دھن پہ گاؤں میں ہندوستانی گانا
یہ دنیا اس کی جو دنیا سے کھیلے
سختی ہو یا نرمی ارے ہنستے ہنستے جھیلے
سن لو، اجی سن لو یہ جادو کا ترانہ
میں بمبئی کا بابو نام میرا انجانا
کچھ ہیں دولت والے کچھ ہیں طاقت والے
اصلی والے وہ ہیں ارے جو ہیں ہمت والے
سن لو اجی سن لو یہ جادو کا ترانہ
میں بمبئی کا بابو نام میرا انجانا
آیا ہوں میں روس اور چین میں جا کے
کام کی بات بتا دی میں نے کامیڈی گانا گا کے

سن لو اجی سن لو یہ جادو کا ترانہ



ٹپ ٹپ ٹپ ٹپ
دیکھ کر اکیلی مجھ کو برکھا ستائے
گالوں کو چومے کبھی چھینٹیں اڑائے
ٹپ ٹپ
چلی نہ جائے چال لچکوں جیسے ڈال
ساڑھی بھیگی، چولی بھیگی، بھیگے گورے گال
دیکھ کر اکیلی مجھ کو برکھا ستائے
موہے ہار سنگار پاپی جل کر دھار
کھلی سڑک پہ لٹ گئی میں البیلی نار
دیکھ کر اکیلی مجھ کو برکھا ستائے
پاؤں پھسلتا جائے تن ہچکولے کھائے
ایسے میں جو ہاتھ پکڑے من اسی کا ہو جائے
دیکھ کر اکیلی مجھ کو برکھا ستائے
ٹپ ٹپ



زندگی بھر نہیں بھولے گی وہ برسات کی رات
ایک انجان مسافر سے ملاقات کی رات

ہائے جس رات مرے دل نے دھڑکنا سیکھا
میری تقدیر سے نکلی وہی صدمات کی رات
زندگی بھر نہیں بھولے گی وہ برسات کی رات
دل نے جب پیار کے رنگین فسانے چھیڑے
آنکھوں آنکھوں میں وفاؤں کے ترانے چھیڑے
سوگ میں ڈوب گئی، آج وہ نغمات کی رات
زندگی بھر نہیں بھولے گی وہ برسات کی رات
روٹھنے والی مری بات سے مایوس نہ ہو
بہکے بہکے سے خیالات سے مایوس نہ ہو
ختم ہو گی نہ کبھی تیرے مرے سات کی رات
زندگی بھر نہیں بھولے گی وہ برسات کی رات
ایک انجان حسینہ سے ملاقات کی رات



میرے نغموں میں ان مستانہ آنکھوں کی کہانی ہے
محبت ہی محبت ہے جوانی ہی جوانی ہے
کسی کے نازنین جلوے مری دنیا پہ چھائے ہیں
وہ میری آرزو بن کر مرے دل میں سمائے ہیں
مجھے اب ان کے دل میں آرزو اپنی جگانی ہے
محبت ہی محبت' ہے جوانی ہی جوانی ہے

محبت میری دنیا۔ ہے محبت شاعری میری
محبت میرا نغمہ ہے محبت زندگی میری
محبت کے سہارے ایک نئی بسانی ہے
محبت ہی محبت ہے، جوانی ہی جوانی ہے
چلا ہوں لے کے اس محفل میں اپنے دل کا نذرانہ
مری ہستی ہے ان کے پیار کا رنگین افسانہ
نگاہیں چار کر کے آج قسمت آزمانی ہے
محبت ہی محبت ہے۔ جوانی ہی جوانی ہے
مرے نغموں میں ان مستانہ آنکھوں کی کہانی ہے



پیا کھل کے نہ نین ملائے رے جیا ترس ترس رہ جائے رے
کوئی کیسے اسے سمجھائے رے جیا ترس ترس رہ جائے رے
اڑتی گھٹا بھی کہے سرد ہوا بھی کہے
کرے تو پیار موسم کی ادا بھی کہے
دل کی صدا بھی کہے یونہی ساون بیت نہ جائے رے
جیا ترس ترس رہ جائے
دل بھی ہے پیار بھی ہے ہم ہیں بہار بھی ہے
تھوڑا سا تیری آنکھ میں چاہت کا اقرار بھی ہے
تھوڑا انکار بھی ہے کاہے بنتی بات گنوائے رے

جیا ترس ترس رہ جائے
دل میں ارمان بھی ہے موسم جوان بھی ہے
زلفوں کی گھنی چھاؤں میں جینے کا سامان بھی ہے
مرنا آسان بھی ہے وہی جیئے گا جو مر جائے رے
جیا ترس ترس رہ جائے
پیا کھل کے نہ نین ملائے رے جیا ترس ترس رہ جائے رے



ماریا ماریا ماریا
ماریا مائی سویٹ ماریا مائی سویٹ ہارٹ
اے دل دیوانے گاتا جا، گاتا جا دھن میں اسی کی
گاتا جا گاتا جا
وہ سنیں یا نہ سنیں تو گا گا گا، گاتا جا
تو جو آ جائے تو آ جائے، مستی چھا جائے، چھا جائے
دھڑکن کھل جائے کھل جائے جنت مل جائے مل جائے
جھوم کر راہوں میں آ جا بانہوں میں آئے گی جھومے گی
ناچے گی، گائے گی
ماریا ماریا ماریا
جانیاں مائی سویٹ ہارٹ جانیاں مائی سویٹ ہارٹ
ایسا نہ کرو تم اے جی دیکھو ہم ہوں گے بدنام
نہ ستاؤ، آہیں نہ بھرو تم
ذرا سوچو او میرے گلفام جاؤ، جاؤ

اے شوخ نازنین جانے کے ہم نہیں ارے مر جائیں گے یہیں نہ نہ نہ نہ نہ !

ہاں ہاں ہاں ہاں !

اچھا تو تیری ہوں ، تیری ہوں تیری

جانیاں ، ماریا جانیاں ، ماریا

جانیاں مائی سویٹ ہارٹ ماریا مائی سویٹ ہارٹ



خاموش کیوں ہو تارو امید کے سہارو

تم ہی انہیں بلاؤ تم ہی انہیں پکارو

خاموش کیوں ہو تارو امید کے سہارو

ویران دل کی دھڑکن آواز دے رہی ہے

تم سامنے تو آؤ پردہ نشیں بہارو

خاموش کیوں ہو تارو امید کے سہارو

سچ مچ مری دعائیں کیا تم کو کھینچ لائیں

میرے قریب آ کر اک بار پھر پکارو

خاموش کیوں ہو تارو امید کے سہارو

بے چین آرزوئیں کب سے ترس رہی ہیں

تم دور دور کیوں ہو الفت کی یادگارو

خاموش کیوں ہو تارو امید کے سہارو

تم ہی انہیں بلاؤ تم انہیں پکارو

خاموش کیوں ہو تارو امید کے سہارو



دلوں کے شکار کو کٹار لے کے آئی

آنکھوں میں حسن کا خمار لے کے آئی

دلوں کے شکار کو کٹار لے کے آئی

آنکھوں میں حسن کا خمار لے کے آئی

آنکھ ملانا ذرا دیکھ بھال کے

میرے پاس آنا دل سنبھال کے

بانکی تصویر ہوں میں الجھی زنجیر ہوں میں

بچنا جی تیر ہوں میں

دلوں کے شکار کو کٹار لے کے آئی

آنکھوں میں حسن کا خمار لے کے آئی

ہاتھ بڑھاؤ گے تو لٹ ہی جاؤ گے

آ کے میری گلی بچ نہ پاؤ گے

بانکی تصویر ہوں میں الجھی زنجیر ہوں میں

دلوں کے شکار کو کٹار لے کے آئی

آنکھوں میں حسن کا خمار لے کے آئی



مدت کی تمناؤں کا صلہ جذبات کو اب مل جانے دو

جس طرح ملی ہیں دو روحیں اس طرح سے لب مل جانے دو

سینے سے ہٹا دو آنچل کو شانے سے جھٹک دو زلفوں کو

چلتی ہوئی رنگیں گھڑیوں کو رکنے کا سبب مل جانے دو
مدت کی تمناؤں کا صلہ جذبات کو اب مل جانے دو
ان پاک گناہوں کی گھڑیاں آتی ہیں مگر ہر رات نہیں
اس رات میں سب کھو جانے دو اس رات میں سب مل جانے دو
مدت کی تمناؤں کا صلہ جذبات کو اب مل جانے دو



دل کو درد بنانے والے تیری دور بلائیں
سن پائے تو سنتا جا میری بے آواز صدائیں
تجھ کو بھلانا میرے بس میں نہیں
ہائے تجھ کو بھلانا
دو روز تیرے پہلو میں بس کے
غم لے لیے ہیں لاکھوں برس کے
گذرا زمانہ میرے بس میں نہیں
ہائے تجھ کو بھلانا میرے بس میں نہیں
ہائے تجھ کو بھلانا
تیری خوشی تو غم دیتا جا یا بیداد کیے جا
لیکن اس تقدیر کے مارے دل کو ساتھ لیے جا
آنکھوں میں آنسو ہونٹوں پہ دم ہے
تیرا بھی غم ہے اپنا بھی غم ہے
بگڑی بنانا میرے بس میں نہیں
ہائے تجھ کو بھلانا میرے بس میں نہیں

ہائے تجھ کو بھلانا



راتیں پیار کی بیت جائیں گی
یہ بہاریں پھر نہ آئیں گی
پھر نہ آئیں گی
دل کا دامن بھر کے دیکھ لے
یہ گناہ بھی کر کے دیکھ لے
رات امنگ بھری دن سہانے
کھو نہ جائیں کہیں یہ زمانے
یہ زمانے
راتیں پیار کی بیت جائیں گی
یہ بہاریں پھر نہ آئیں گی
کل جو ہو سو ہو اب تو جھوم لے
بادلوں میں چل تارے چوم لے
رات امنگ بھری دن سہانے
کھو نہ جائیں کہیں یہ زمانے
یہ زمانے
رات پیار کی بیت جائے گی
یہ بہاریں پھر نہ آئیں گی



اگر مجھے نہ ملیں تم تو میں یہ سمجھوں گا
کہ دل کی راہ سے ہو کر خوشی نہیں گزری
اگر مجھے نہ ملے تم تو میں یہ سمجھوں گا
کہ صرف عمر کٹی زندگی نہیں گزری
غزل کا حسن ہو تم نظم کا شباب ہو تم
صدائے ساز ہو تم نغمۂ رباب ہو تم
جو دل میں صبح جگائے وہ آفتاب ہو تم
اگر مجھے نہ ملیں تم تو میں یہ سمجھوں گا
مرے جہاں سے کوئی روشنی نہیں گزری
فضا میں رنگ نظاروں میں جان ہے تم سے
میرے لیے یہ زمیں آسماں ہے تم سے
خیال و خواب کی دنیا جوان ہے تم سے
اگر مجھے نہ ملیں تم تو میں یہ سمجھوں گا
کہ دل کی راہ سے ہو کر خوشی نہیں گزری
بڑے یقین سے میں نے یہ ہاتھ مانگا ہے
دلوں کی پیاس نے آب حیات مانگا ہے
اگر مجھے نہ ملے تم تو میں سمجھوں گا
کہ انتظار کی مدت ابھی نہیں گزری



ذرا سی اور پلا دو بھنگ میں آیا دیکھ کے ایسا رنگ
کہ دل میرا ڈولا
او ہیں ہم بھولا
میری تو عقل ہوئی ہے دنگ یہ کیسا بدلہ تیرا رنگ
کہ تو تھا بھولا
او ہیں ہم بھولا
مجھے سمجھ نہ تو بیراگی میں نے آج تپسیا تیاگی
تیرے روپ کا جھٹکا کھا کے میری سوئی جوانی جاگی
جاہٹ جارے ملنگ کرے کیوں بیچ سبھی کے تنگ
کہ تو تھا بھولا
اور ہیں ہم بھولا
کیوں تھام کے دل کو ٹہلے جو چوٹ لگی ہے سہہ لے
اس بات پہ اب ضد کیسی، جو بات نہ مانی پہلے
کیوں جھگڑے میرے سنگ، میں تجھ سے ہار چکا ہوں جنگ
کہ دل میرا ڈولا
او ہیں ہم بھولا
میرے دل سے نکلے ہائے، گوری کیوں نخرے دکھلائے
ذرا ہنس کے گلے لگ جا، تجھے کنوارا پیار بلائے
ترے من پہ چڑھ گیا رنگ یونہی اب کیوں چمکائے رنگ
کہ تو تھا بھولا
اور ہیں ہم بھولا



دیکھو چھم چھم گھنگھرو بولے
رادھا لاج کی ماری اُت اُت ڈولے
بات چلے تو آنچل ڈھلکے
پگ پگ روپ گگریاں چھلکے
کنچن کایا جھلمل جھلکے
کھائے کمریا ہچکولے
دیکھو چھم چھم گھنگرو بولے
رادھا لاج کی ماری ات ات ڈولے
پل پل بڑھتی جائے الجھن
پار کرے کیسے گھر آنگن
جان کی دشمن بن گئی جھانجھن
بھید جیروا کے کھولے
دیکھ چھم چھم گھنگرو بولے
رادھا لاج کی ماری ات ات ڈولے
پی بن ایسے تڑپے گوری
بن چندا جس طرح چکوری
جائے گی ملنے چوری چوری
ساس نندیاں جب سولے
چھم چھم گھنگھرو بولے



سمجھی تھی کہ یہ گھر میرا ہے
معلوم ہوا مہمان تھی میں
ان سب کے لیے انجان تھی میں
مرا کھویا بچپن لا دو مجھے
کیا دوش ہوا سمجھا دو مجھے
وہ ہونٹ ......کی کہتے ہیں ہائے
جن ہونٹوں کی مسکان تھی میں
شاد رہو آباد رہو
میں تم سے دور چلی آئی
پردیس بنی ہیں وہ گلیاں
جن گلیوں کی پہچان تھی میں



گابوچی گابوچی گم گم کشکی گم گم
او صنم ہم دونوں ساتھ رہیں جنم جنم
گابوچی گابوچی گم گم کشکی گم گم
پھولوں جیسا چہرہ ڈالی جیسا تن ہے
تیری ہی امانت ہر دھڑکن ہے
آ بھی جا بانہوں میں پیار کا ہو سنگم
او صنم

جاگے جاگے ارماں بھیگا بھیگا موسم
دلوں کی یہ ہلچل بوندوں کی یہ چھم چھم
ارے او صنم
ہم دونوں ساتھ رہیں جنم جنم

(۱)

آ جا آ جا آ جا
تجھ کو پکارے میرا پیار
ہو تجھ کو پکارے میرا پیار
آ جا میں تو مٹا ہوں تیری چاہ میں
تجھ کو پکارے میرا پیار
آخری پل ہے آخری آہیں تجھے ڈھونڈ رہی ہیں
ڈوبتی سانسیں بجھتی نگاہیں تجھے ڈھونڈ رہی ہیں
سامنے آ جا ایک بار
تجھ کو پکارے میرا پیار
دونوں جہان کی بھینٹ چڑھا دی میں نے چاہ میں تیری
اپنے بدن کی خاک ملا دی میں نے راہ میں تیری
اب تو چلی آ اس پار
آ جا میں تو مٹا ہوں تیری چاہ میں
تجھ کو پکارے میرا پیار

(۲)

آ جا آ جا

تجھ کو پکارے میرا پکار
اتنے یگوں تک اتنے دکھوں کو کوئی سہہ نہ سکے گا
تیری قسم مجھے، تو ہے کسی کی کوئی کہہ نہ سکے گا
مجھ سے ہے تیرا اقرار
آ جا میں تو مٹا ہوں تیرہ چاہ میں
تجھ کو پکارے میرا پیار



چوری چوری میری گلی آنا ہے برا
آئے گا تو بنا بات جانا ہے برا
اچھے نہیں یہ اشارے پیڑوں تلے چھپ چھپا کے
آؤ نا دو باتیں کرلیں نظروں سے نظریں ملا کے
دن ہیں پیار کے موج بہار کے
دیکھو بھولے بھالے دل کو ترسانا ہے بُرا
چوری چوری میری گلی آنا ہے برا
آئے گا، آ کے بنا بات کیسے جانا ہے برا
دل آ گیا ہے تو پیارے بدنام ہونے کا ڈر کیا
عشق اور وفا کی گلی میں دنیا کے غم کا گذر کیا
دن ہیں پیار کے موج بہار کے
دیکھو بھولے بھالے دل کو ترسانا ہے برا
چوری چوری میری گلی آنا ہے برا
آئے گا، آ کے بنا بات کیسے جانا ہے برا



ٹھنڈی ہوائیں لہرا کے آئیں
رت ہے جواں تم کو یہاں کیسے بلائیں
چاند اور تارے ہنستے نظارے
مل کے سبھی دل میں سکھی جادو جگائیں
ٹھنڈی ہوائیں لہرا کے آئیں
کہا بھی نہ جائے رہا بھی نہ جائے
تم سے اگر ملے بھی نظر ہم چھپ جائیں
ٹھنڈی ہوائیں لہرا کے آئیں
رت ہے جواں تم کو یہاں کیسے بلائیں



(م)

کہتے ڈرتی ہو دل میں مرتی ہو
جانِ من تم کمال کرتی ہو
آنکھوں آنکھوں میں مسکراتی ہو
باتوں باتوں میں دل لبھاتی ہو
نرم سانسوں کی گرم لہروں سے
دل کے تاروں کو گدگداتی ہو

رنگ چہرے کا لال کرتی ہو

(ع)

چپ ہی رہیے یہ کیا قیامت ہے
آپ کی یہ عجیب عادت ہے
اتنا ہنگامہ کس لیے آخر
پیار ہے یا کوئی مصیبت ہے
جب بھی ملتے ہو جانے تم کیا کیا
الٹے سیدھے سوال کرتے ہو

(م)

مستیاں سی فضا پہ چھائی ہیں
وادیاں رنگ میں نہائی ہیں
نرم سبزے پہ سرخ پھولوں نے مخملی
چادریں بچھائی ہیں
چھوڑ شرمانا۔ ایسے موسم میں
کیوں طبیعت نڈھال کرتی ہو
کہتے ڈرتی ہو، دل میں مرتی ہو



دھوم مچے دھوم آج کی رینا
بھور ہونے تک جاگے جوانی

صبح تک اب رہے اک کہانی
جھومتی دھڑکنوں کی زبانی
جب تلک رات چلے پیار کی بات چلے
تیری میری، میری تیری بات چلے
رنگ لہراتے رہیں، انگ تھراتے رہیں
تپے تپے چہروں سے شعلے کی لپٹیں
تو ہے، توری ہی قسم، توڑ مت او بلم
ہم کا دے دی انگوٹھی نشانی، توری ہوگی، بڑی مہربانی
کیا سمجھتا ہے ہم کو اوپر آنی ہمرا کاٹا تو مانگے نہ پانی
دھوم مچے دھوم آج کی رینا
دکھ والا دھیان کوئی آج تمہیں نہ آئے
دکھ جو آئے تو کیا، غم ستائیں تو کیا،
آدمی کو چاہیے کہ کبھی گھبرائے نا
ٹوٹنے والا ہے دم، کھائے جاتا ہے یہ غم
بنے دلہن میری بٹیا رانی، عمر گھر میں پڑے نہ بیتانی
ہر مصیبت ہے آنی تے جانی،
ہے یہ اپنے گرو جی کی بانی
دھوم مچے دھوم آج کی رینا
پلے نہ سوگ جہاں سکھی ہوں لوگ جہاں
ہم کو ہے ساتھی اپنی دنیا بسانی
سینوں میں آگ لیے ہونٹوں میں راگ لیے
ہم کو اندھیروں میں ہیں شمعیں جلانی

کالے پتھر کی قسم جب تلک ہے دم میں دم
ہم نہ دیکھیں گے رسمیں پرانی
کرنہ پائے یہاں حکمرانی
آج سے ہم نے ہے دل میں ٹھانی
لائیں گے اک نئی رت سہانی
دھوم مچے دھوم آج کی رینا



دم ہے باقی تو غم نہیں
عیش کے رستے کم نہیں
آنکھ وہ کیا، دل ہی وہ کیا، جو نہ کریں کوئی خطا
ہاتھ بڑھا، ساز اٹھا، دنیا کا غم کریں اپنی بلا
دم ہے باقی تو غم نہیں
کل کے لیے آج نہ ڈر دل سے مٹا غم کا اثر
سوچ نہ کر آہ نہ بھر آنکھوں میں بسیرا کر دل میں اتر
دم ہے باقی تو غم نہیں
رت ہے جواں وقت حسین جشن رہے آج یہاں
کل کا یقیں ہم کو نہیں تھم نہ جائے کہیں گھومتی زمیں
دم ہے باقی تو غم نہیں



چپ ہے دھرتی چپ ہیں چاند ستارے
میرے دل کی دھڑکن تجھ کو پکارے

کھوئے کھوئے سے یہ مست نظارے
ٹھہرے ٹھہرے سے یہ رنگ کے دھارے
ڈھونڈ رہے ہیں تجھ کو ہمارے
چپ ہے دھرتی چپ ہیں چاند ستارے
کونے کونے مستی پھیل رہی ہے
بائیں بن کر ہستی پھیل رہی ہے
تجھ بن ڈوبے دل کو کون ابھارے
چپ ہے دھرتی چپ ہیں چاند ستارے
نکھرا نکھرا سا ہے چاند کا جوبن
بکھرا بکھرا سا ہے نور کا دامن
آ جا میری تنہائی کے سہارے
چپ ہے دھرتی چپ ہیں چاند ستارے



دیکھ ادھر او جادوگر
ہمیں گھائل کر کے چلا ہے کہاں
دل پر ڈورے ڈال کر تو نے
کر لیا ہم کو بس میں
پہلے ہی میل میں کھا بیٹھے ہم مر مٹنے کی قسمیں
ترچھی نظر تھی یا خنجر
ہمیں گھائل کر کے چلا ہے کہاں
دیکھ ادھر او جادوگر

پل دو پل کی ہیں یہ بہاریں
پل دو پل کے میلے
کیا جیتے گا دل کی بازی
جو ڈر ڈر کر کھیلے
سوچ نہ کر بانکے دلبر
ہمیں گھائل کر کے چلا ہے کہاں
دیکھ ادھر او جادوگر



پیچھے پیچھے آ کر چھو لو ہمیں پا کر
چھپ چھپ جانا ہو
دیکھو نہ بولو جی دائیں بائیں
پاؤں کہیں الجھ نہ جائیں
چاہت کے رستے میں پھیر بڑے ہیں
گرد سے پھسل کر چلنا سنبھل کر
پیچھے پیچھے آ کر چھو لو ہمیں پا کر
چھپ چھپ جانا ہو
چوری چوری آ کر مورے سیاں
تم اور تھاموں موری بیّاں
جاؤں جی تم سے دلیر بڑے ہیں
آئے جو اکڑ کر ماروں گی پکڑ کی
چھپ چھپ جانا ہو

جھلک دکھا کر ترساؤں
پر کبھی پکڑی نہ جاؤں
تم جیسے مٹی کے شیر بڑے ہیں
ہنس کر مچل کر ہاتھوں سے نکل کر
چھپ چھپ جانا ہو



اونچے سر میں گائے جا مستی میں لہرائے جا
دنیا کے بازار میں اپنا بینڈ بجائے جا
دنیا کے بوجھ کو سر سے اتار دے
انسان کے جھوٹ کو بندوق مار دے
کیوں بھائی میں نے ٹھیک کہا
ہاں ہاں تم نے ٹھیک کہا
ارے
اونچے سر میں گائے جا مستی میں لہرائے جا
دنیا کی گاڑیاں چلتی ہیں جھوٹ پر
دنیا کو مار دے باٹا کے بوٹ پر
کیوں بھائی میں نے ٹھیک کہا
ارے تو پھر میں نے ٹھیک کہا
دنیا کے پھیر میں پڑنا فضول ہے
زندگی اسی کی ہے جو کہ ڈیم فول ہے
کیوں بھائی میں نے ٹھیک کہا

تم نے بالکل ٹھیک کہا



او بھولے پپیہا
تم چلو ہمارے ساتھ بلما
ڈریو نہ آگ لگے بنگلے میں
یہ نیناں اور یہ ہونٹ پھول ہیں چھری نہیں چھری نہیں
دنیا کو ہار کر دل کی جیت کچھ بری نہیں بری نہیں
او بھولے پپیہا تمہیں میری قسم کوئی کریئو نہ غم
تم چلو ہمارے ساتھ بلما
کر لو جی آنکھیں چار پیار سے ڈرو نہیں ڈرو نہیں
جینے کے دن ہیں سرکار آج کل مرو نہیں مرو نہیں
او بھولے پپیہا تمہیں میری قسم کوئی کریئو نہ غم
یہ ہیں مستانے دن رات لوٹ کر آئیں گے نہیں آئیں گے نہیں
او بھولے پپیہا تمہیں میری قسم کوئی کریئو نہ غم
تم چلو ہمارے ساتھ بلما
ڈریئو نہ آگ لگے بنگلے میں



پھیلی ہوئی ہیں سپنوں کی باہیں
آ جا چل دیں کہیں دور
وہی میری منزل وہی تیری راہیں

آ جا چل دیں کہیں دور
اونچی گھٹا کے سائے تلے چھپ جائیں
دھندلی فضا میں کچھ کھوئیں کچھ پائیں
سانسوں کی لے پر کوئی ایسی دھن گائیں
دے دیں جو دل کو دل کی پناہیں
آ جا چل دیں کہیں دور
جھولا دھنک کا دھیرے دھیرے ہم جھولیں
امبر تو کیا ہے ستاروں کے بھی لب چھولیں
مستی میں جھومیں اور سبھی غم بھولیں
دیکھیں نہ پیچھے موڑ کر نگاہیں
آ جا چل دیں کہیں دور
پھیلی ہوئی ہیں سپنوں کی باہیں
آ جا چل دیں کہیں دور



ہائے
آؤنی سکھیوں آؤنی اڑیو دیکھو چیز نرالی
نہ یہ مونچھوں والی شے ہے اور نہ چوٹی والی
مجھے تو سکھیو روپ اس کا دونوں کے بیچ کا لگتا
دیس دیس میں تیری خاطر بٹیر بن کر گھوما
گا گا کر وہ دھوم مچائی سارا یورپ گھوما
مجھے نہ دھتکار گوریئے کہ میں تو تیرا یار لگتا

ارے جا جا دیوانے جا آئی لو یو، آئی لو یو!
جانے تو انسان ہے کوئی یا بھتنی کا بچہ
خود کو میرا یار کہا تو کھا جاؤں گا کچا
دیکھے تو تیری جان نکلے جو میرا دلدار لگتا
مجھے نہ دھتکا گوریئے کہ میں تو تیرا یار لگتا
ارے جا جا دیوانے جا آئی لو یو، آئی لو یو
سات سمندر
پار سے آیا لے کر کپڑا گہنا
میں ہی تیرا یار ہوں گوری مان لے میرا کہنا
وہاں نہ ایسا روپ بھرتا تو لوگوں کو گورا لگتا
مجھے تو سکھیو روپ اس کا دونوں کے بیچ کا لگتا
ارے جا جا جا دیوانے جا آئی لو یو آئی لو یو
مرغے جیسی ٹانگیں تیری، بندر جیسا چہرا
تو اور میرے گھر آئے گا باندھ کے سر پہ سہرا
شیشے میں جا کے تک مکھڑا تو کوئی چڑی مار لگتا
اب تو مان لے اب تو کہہ دے مجھ کو اپنا جانی
تجھ پر صدقے تجھ پہ واری میری بھری جوانی
تو کھیتوں کا راجہ بن گیا میں فصلوں کی رانی
مجھے یہ تیرا روپ سجناں بڑے ہی لچھے دار لگتا
تو میری دلدار لگتی میں تیرا دلدار لگتا
اوئے اوئے بلے بلے



چوہدری افضل حق

مت سوچ کہ افضل نہیں اربابِ وطن میں
یہ دیکھ، فضا شعلہ فشاں ہے کہ نہیں ہے
جو آگ سلگتی رہی اس شیر کے دل میں
اس آگ سے ہر روح تپاں ہے کہ نہیں ہے
بیزار غلامی سے ہیں روحیں کہ نہیں ہیں
سرکش سا ہر اک پیر و جواں ہے کہ نہیں ہے
بجلی سی ہر اک ذہن کے آئینے میں رقصاں
شعلہ سا ہر اک دل میں نہاں ہے کہ نہیں ہے
کچلے ہوئے طبقات کی بڑھتی ہوئی تنظیم
آزادیٔ عالم کا نشاں ہے کہ نہیں ہے
جس دیس میں سانسوں پہ بھی تعزیر تھی اک دن
وہ شعلہ و صرصر کی زباں ہے کہ نہیں ہے
بیدار جوانوں کی نگاہوں کا تمکن
ناموسِ وطن کا نگراں ہے کہ نہیں ہے
پچکے ہوئے سینوں میں پرافشاں ہے بغاوت
سوکھے ہوئے جبڑوں میں زباں ہے کہ نہیں ہے
اک سیلِ بلاخیز ہے گرداب کی زد میں
یہ کارگہِ شیشہ گراں ہے کہ نہیں ہے